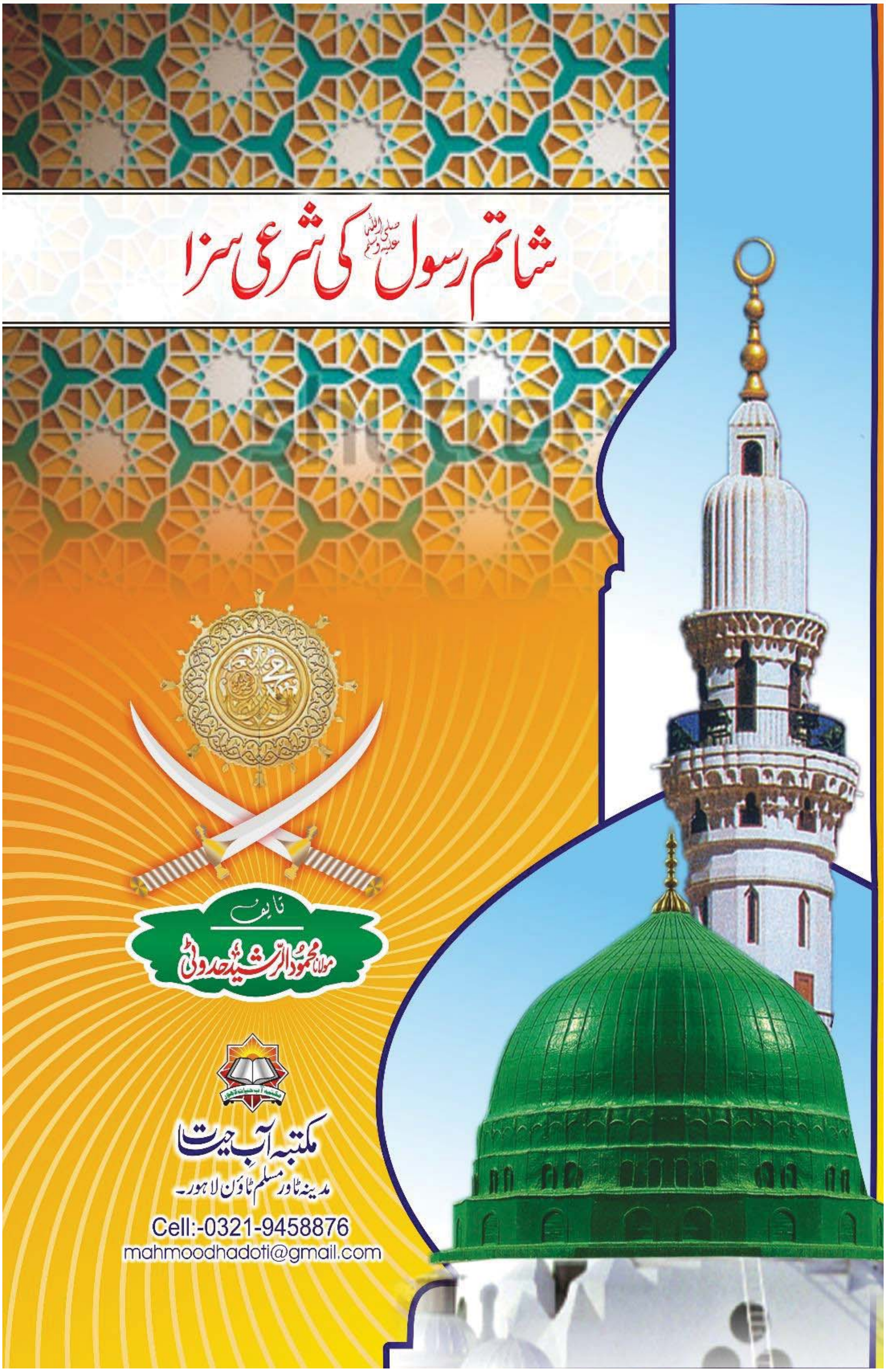
شاتم رسول ﷺ کی شرعی سزا
تألیف
مولانا محمود الرشید حدوٹی
مکتبہ آب حیات
مدینہ ٹاور مسلم ٹاؤن لاہور۔
Cell:-0321-9458876
mahmoodhadoti@gmail.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

شاتم رسول کی شرعی سزا

مؤلف

استاذالعلماء حضرت

مولانا محمود الرشید حدوٹی

استاذ جامعہ اشرفیہ لاہور، مدیر اعلیٰ ماہ نامہ آب حیات لاہور

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان اقدس میں بے ادبی، گستاخی، بے اکرامی کرنے والے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو گالیاں دینے والوں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شرعی عظمت کو کم کرنے والوں، کے بارے میں قرآن کریم، حدیث نبوی میں آنے والے ارشادات، قرآنی آیات کے ذیل میں مفسرین کرام کی توضیحات اور تفسیرات، فقہائے کرام کی فقہی آراء کے علاوہ اس مجموعہ میں آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں قتل کیے جانے والے گستاخان رسول کے عبرت ناک احوال کا بھی تذکرہ موجود ہے۔

ناشر

ادارہ آب حیات ٹرسٹ

جامعہ رشیدیہ غوث گارڈن فیز ۲، جی ٹی روڈ مناواں لاہور کینٹ

ضابطہ

نام کتاب..شاتم رسول کی شرعی سزا

نام مصنف...مولانا محمود الرشید حدوٹی

اشاعت اول..جنوری ۲۰۱۳ء

مطبع...مکی مدنی پریس ریٹی گن روڈ لاہور

کمپوزنگ وڈیزائننگ...........................محمد نواز اللہ عباسی

سرورق...محمد نواز اللہ عباسی

پروف ریڈنگ.....................................مولانا محسن تصور عباسی

تعداد.. ۱۰۰۰

قیمت...100روپے

ملنے کے پتے

ادارہ آب حیات ٹرسٹ جی ٹی روڈ مناواں لاہور کینٹ

جامعہ رشیدیہ غوث گارڈن فیز ۲ جی ٹی روڈ مناواں لاہور کینٹ

جامعہ دارالقرآن، علیوٹ مری

فہرست مضامین

اپنی بات	10
شاتم رسول اور قرآن کریم	**12**
منکرین دین کو کیوں قتل کیا جائے؟	13
آپ ﷺ کا انکار سارے رسولوں کا انکار ہے	16
کفر کے سرداروں کو قتل کرنے کا حکم	17
مشرک اگر عہد شکنی کرے	18
کافر اگر دین میں طعن کرے	19
طعن و تشنیع کرنے والے کا عہد و پیمان	20
عہد شکنی اور طعن فی الدین کی سزا	21
دین کا مذاق اڑانے والے	21
کافروں کا مکر، اللہ کی تدبیر	22
سرغنہ کفار کو قتل کرنے کی وجوہات	22
پہلی وجہ	22
دوسری وجہ، تیسری وجہ	24
چوتھی وجہ، پانچویں وجہ، (25). (چھٹی وجہ)	26
غصہ کیسے ختم ہوتا ہے؟	27
اللہ اور رسول اللہ کا مقابلہ کرنے کی سزا	28

تفہیم القرآن، الکتاب	33
تفسیر شنقیطی، تفسیر حومد	۳۴
ایسر التفاسیر (۳۵) تفسیر کشاف، تفسیر منتخب	۳۶
روح المعانی، تفسیر کبیر، تفسیر قطان	۳۶
اللہ اور رسول اللہ کو ایذا دینے والوں کی سزا	۴۲
تفسیر عثمانی	۴۲
تفسیر ابن کثیر	۴۳
تفسیر تیسیر القرآن	۴۴
تفسیر روح المعانی	۴۵
علامہ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ	۴۵
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اذیت دینے والے کو دردناک عذاب	۴۹
مذاق اڑانے والوں کی سنگین سزا	۵۲
آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو طعن کرنا کفر ہے	۵۶
آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلے سے روگردانی کرنے والے	۵۸
آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فیصلہ نہ ماننے کی سزا قتل	۵۹
آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اذیت دینے والے ملعون ہیں	۶۲
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایذا دینے والے کی توبہ	۶۶
آداب مصطفے صلی اللہ علیہ وسلم	**۶۸**
آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک اور ادب	۶۹

آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو اذیت دینے کی ایک اور صورت	۷۲
ذو معنیٰ الفاظ کے استعمال پر پابندی	۷۴
آداب مصطفے صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم	---
تفسیر بغوی	۷۵
تفسیر فتح القدیر	۷۶
قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ	۷۸
شاتم رسول اور فرمان رسول صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم	**۸۰**
نابینا نے اپنی ام ولد کو گالی دینے پر قتل کیا	۸۰
حدیث کے الفاظ کی وضاحت	۸۱
یہودیہ عورت گالی دینے کی وجہ سے قتل	۸۲
کعب بن اشرف یہودی کا گالی دینے کی وجہ سے قتل	۸۵
علامہ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ	۸۸
واقعہ سے استدلال	۸۹
عصماء بنت مروان کو گالی دینے کی وجہ سے قتل کیا گیا	۹۱
واقعہ سے استدلال	۹۳
بوڑھے یہودی ابو عفک کے قتل کی وجہ	۹۳
انس بن زنیم کے خون کو ہدر قرار دینے کی وجہ	۹۵
ابن ابی سرح کا قتل	۱۰۰
واقعہ سے استدلال	۱۰۵

جھوٹے کاتب کا عبرت ناک انجام	۱۰۶
دو گلوکار لونڈیوں کا واقعہ	۱۰۸
سارہ گلوکارہ کی گلوکاری	۱۰۹
ان واقعات سے استدلال	۱۰۹
ان عورتوں کے قتل کی وجوہات	۱۱۱
پہلی وجہ، دوسری وجہ، تیسری وجہ، چوتھی وجہ	۱۱۱
پانچویں وجہ	۱۱۲
چھٹی وجہ	۱۱۲
عبد اللہ بن خطل کا واقعہ	۱۱۲
عبد اللہ بن خطل کے بارے مزید معلومات	۱۱۳
واقعہ سے استدلال	۱۱۴
حویرث بن نقیذ کا واقعہ	۱۱۵
واقعہ سے استدلال	۱۱۶
مقیس بن صبابہ کا واقعہ	۱۱۶
ابو جہل کے قتل کی وجہ	۱۲۰
واقعہ سے استدلال	۱۲۶
ابو لہب کا واقعہ	۱۲۸
عبرت ناک موت کا منظر	۱۳۲
واقعہ سے استدلال	۱۳۵
سلام بن ابی الحقیق کا واقعہ	۱۳۶

واقعہ سے استدلال	۱۴۴
عبد اللہ بن الزبعری کا واقعہ	۱۴۵
ابو سفیان بن حارث	۱۴۷
واقعہ سے استدلال	۱۵۱
نضر بن حارث	۱۵۱
واقعہ سے استدلال	۱۵۴
عقبہ بن ابی معیط	۱۵۵
واقعہ سے استدلال	۱۵۷
کعب بن زہیر بن ابی سلمٰی کا واقعہ	۱۵۷
یاسر کا واقعہ	۱۵۸
گالی دینے والی عورت	۱۵۸
شاتم رسول ﷺ اور اجماع امت	۱۶۰
حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ	۱۶۰
حضرت عمر رضی اللہ عنہ	۱۶۰
حضرت علی رضی اللہ عنہ	۱۶۱
حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ	۱۶۱
حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ	۱۶۲
حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ	۱۶۲
امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ	۱۶۲
علامہ ابو بکر بن منذر نیشاپوری رحمۃ اللہ علیہ کا فرمان	۱۶۳

علامہ ابو بکر فارسی رحمۃ اللہ علیہ کا فرمان	۱۶۳
امام اسحاق بن راہویہ رحمۃ اللہ علیہ	۱۶۴
علامہ ابو سلیمان خطابی رحمۃ اللہ علیہ	۱۶۴
امام مالک رحمۃ اللہ علیہ	۱۶۴
علامہ محمد بن سخنون مالکی رحمۃ اللہ علیہ	۱۶۵
علامہ ابن عتاب مالکی رحمۃ اللہ علیہ	۱۶۶
علامہ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ	۱۶۹
حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ	۱۷۰
امام ابو بکر جصاص رحمۃ اللہ علیہ	۱۷۲
قاضی ابو عمران قابسی رحمۃ اللہ علیہ	۱۷۲
علامہ دردیر رحمۃ اللہ علیہ	۱۷۳
علامہ ابو العباس صاوی مالکی رحمۃ اللہ علیہ	۱۷۴
شاتم رسول اور حنفی مسلک	۱۷۵
حضرت امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ	۱۷۵
حضرت امام محمد رحمۃ اللہ علیہ	۱۷۵
بحر الرائق	۱۷۶
امام ابن عابدین شامی رحمۃ اللہ علیہ	۱۷۷
امام ابن الہمام رحمۃ اللہ علیہ	۱۷۸
فتاویٰ قاضی خان رحمۃ اللہ علیہ	۱۷۹
فتاویٰ عالمگیری رحمۃ اللہ علیہ	۱۷۹

علامہ انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ	۱۸۰
شاتم رسول کے بارے صحابہ کرام و تابعین کا عمل	۱۸۱
حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا عمل	۱۸۲
حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی روایت	۱۸۲
حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کا عمل	۱۸۳
حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کی روایت	۱۸۳
حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کا عمل	۱۸۴
گالی کے ساتھ بہت سے حقوق وابستہ ہیں	۱۸۵
شرمناک فلم میں دکھایا گیا گستاخانہ کردار	۱۸۷
خاتمۃ الکتاب	۱۹۳
فہرست کتب مصنف کتاب شاتم رسول کی شرعی سزا	...

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اپنی بات

عیسائیوں نے کچھ عرصہ سے کھل کر ہمارے دین، ہمارے نبی ﷺ، اور شعائر اسلام کے خلاف محاذ گرم کر رکھا ہے، ہم وقتاً فوقتاً ان شر انگیزیوں کے خلاف آوازۂ حق بلند کرتے رہتے ہیں، ٹیری جونز نے قرآن حکیم کو نذر آتش کیا تو ہم نے اس سازش کے خلاف کھل کر آواز اٹھائی، اسی طرح ابھی ۱۱ ستمبر ۲۰۱۲ میں امریکی پادریوں نے انتہائی درجہ کی گستاخی کرتے ہوئے ہمارے نبی ﷺ کی شان اقدس میں سخت ترین گستاخی کرتے ہوئے "مسلمانوں کی معصومیت :نامی ایک فلم ریلیز کردی، جسے دنیا بھر کے مسلمانوں اور کافروں نے دیکھا۔

اس فلم کے خلاف دنیا بھر میں امریکہ کے خلاف احتجاجی مظاہرے کئے گئے، اسی طرح پاکستان بھر میں مظاہرے ہوئے، امریکی پادریوں نے ہمارے نبی ﷺ کے خلاف دریدہ دہنی کی تو ہم نے اپنا دینی فریضہ سمجھتے ہوئے آواز اٹھائی فی زمانہ اس کی اہمیت اور ضرورت پہلے سے کہیں زیادہ ہے۔

ہر مسلمان کا فرض ہے کہ وہ اپنے محبوب آقا ﷺ کے ناموس اور آپ ﷺ کے دفاع کو اولین حیثیت دے، اس کتاب کو لکھنے کا باعث ایک تو معروضی حالات تھے، دوسرا ہمارے بزرگ دوست اور ہمارے ادارے کے سرپرست جناب چوہدری محمد اشرف صاحب کی فرمائش تھی، ایک دن انہوں نے اس موضوع سے متعلق مجھ سے سوال کیا تو میں نے ان کے حکیمانہ سوال کو سمجھتے اور بھانپتے ہوئے اس موضوع پر قلم اٹھانے کا اشارہ دیا، بفضل اللہ کئی ماہ تک مسلسل اس موضوع پر کام ہوتا رہا، کئی کتب کو دیکھنے کی سعادت ملی، عربی کتب کا ایک وافر ذخیرہ دیکھنے کے ساتھ ساتھ علامہ ابن تیمیہؒ کی الصارم المسلول علی شاتم الرسول، اسی طرح قاضی عیاضؒ کی الشفاء بتعریف حقوق المصطفےٰ ﷺ، علامہ ابن جوزیؒ کی کتاب احکام اھل ذمہ بھی دیکھنے کی سعادت ملی، ان تین کتب میں ان کے مصنفین نے کھل کر اپنا مدعا بیان کیا ہے۔

شروع شروع میں علامہ ابن تیمیہؒ کی کتاب کا صرف عربی نسخہ زیر مطالعہ تھا، جب کتاب آخری مراحل میں تھی تو اس وقت الصارم المسلول کا اردو ترجمہ بھی ہاتھ آگیا، یوں مواد کے حصول میں کسی قسم کی پریشانی کا سامنا نہیں کرنا پڑا۔

علاوہ ازیں بہت سے مفسرین نے اپنی اپنی تفاسیر میں اس نازک موضوع پر سورۃ توبہ کی آیات کے ذیل میں اپنا اپنا نقطۂ نظر احسن انداز میں بیان کیا ہے، جس سے اس موضوع پر کوئی تشنگی باقی نہیں رہتی۔ تمام عربی تفاسیر اور تمام ہی احادیث، اور فقہ کی تمام ہی کتب میرے پیش نظر رہی ہیں، جن سے میں نے گاہے بگاہے استفادہ کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہماری اس نئی کاوش کو اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے۔

اس کا نام میں نے "شاتم رسول کی شرعی سزا" رکھا ہے۔

میں اپنے پڑھنے والوں کی خدمت میں ایک بات عرض کرتا ہوں کہ وہ اس کتاب کو دل کی آنکھوں سے دیکھیں اور پڑھیں اور اسے ہر مسلمان تک پہنچانے کی کوشش کریں۔ اللہ تعالیٰ اس ذخیرہ کو ہماری نجات کا ذریعہ بنادیں۔ آمین

خَادِمِ اِسلَام

محمودالرشیدعباسی حدوٹی

مدینہ ہاؤس، مدینہ ٹاور، مسلم ٹاؤن لاہور

۲۲ دسمبر ۲۰۱۲ـ۸ صفر المظفر ۱۴۳۴ھ، یوم السبت

بسم اللہ الرحمن الرحیم

شاتم رسول ﷺ اور قرآن کریم

قرآن حکیم میں بہت سے ایسے مقامات ہیں جن کو دیکھنے سے اندازہ ہوتا ہے کہ جب کوئی بدبخت آپ ﷺ کی شان میں توہین اور تنقیص کا ارتکاب کرے، آپ ﷺ پر طعن و تشنیع کرے، آپ ﷺ کی حرام کردہ کو حرام نہ مانے، آپ ﷺ کے دین کو دین حق تسلیم نہ کرے، مسلمانوں کے ساتھ کئے گئے عہد و پیمان کا خیال نہ کرے، اسلامی ریاست میں رہ کر اس کے خلاف سازشوں کے تانے بانے بنے، اسلامی ریاست کا باشندہ ہونے کے باوجود وہ اسلام دشمنوں کو کمک پہنچائے، جزیہ دینے کا اسے شریعت نے حکم دیا ہے، وہ اس کی ادائیگی میں پس و پیش سے کام لے، دین اسلام کو نقصان پہنچائے، تو اس کے ساتھ کیا سلوک کرنا چاہیے؟

جو شخص بدبختی کی انتہاؤں کو چھوتے ہوئے آپ ﷺ کو گالیاں دے، آپ ﷺ کی شرعی عظمت کو کم کرنے کی ناپاک کوشش کرے، آپ ﷺ کی توہین اور تحقیر کرے، دینی شعائر کا مذاق اڑائے تو اس کے ساتھ کیا معاملہ کرنا چاہیے؟

قرآن حکیم اور رسول اللہ ﷺ کے ارشادات اور صحابہ کرامؓ کے فرمودات اور ان کی عملی زندگی میں ان لوگوں کا نہ صرف علاج موجود ہے بلکہ ان کے پیشروؤں کے عبرت ناک واقعات اور قصے بھی کتابوں کے سینے میں موجود ہیں، مگر عالم اسلام کے ایک معتبر عالم علامہ ابن تیمیہؒ نے بڑی ہی عرق ریزی اور شرح اور بسط سے دلائل پیش فرمائے ہیں۔

سب سے پہلے انہوں نے قرآن حکیم کی سورۃ التوبہ کی اور پھر دوسری سورتوں کی آیات استدلال کے طور پر پیش کی ہیں، ہم یہاں انہی کی ترتیب کو مد نظر رکھتے ہوئے، انہی کے نقش قدم پر چلتے ہوئے قرآنی آیات، احادیث اور ائمہ کرام کے اقوال کا سہارا لیں گے، امام ابن تیمیہ کے استدلالات کے ساتھ ساتھ ہم دوسرے مفسرین کرام کی تفاسیر، احادیث رسول ﷺ، فقہائے امت کے اجتہادات بھی پیش کریں گے اور ان سے بھی استفادہ کریں گے۔

منکرین دین کو کیوں قتل کیا جائے؟

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں

{ قَاتِلُوا الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَلَا بِالْيَوْمِ الْآخِرِ وَلَا يُحَرِّمُونَ مَا حَرَّمَ اللَّهُ وَرَسُولُهُ وَلَايَدِينُونَ دِينَ الْحَقِّ مِنَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ حَتَّى يُعْطُوا الْجِزْيَةَ عَنْ يَدٍ وَهُمْ صَاغِرُونَ (٢٩) [التوبة]

جو لوگ اہل کتاب میں سے خدا پر ایمان نہیں لاتے اور نہ روز آخرت پر (یقین رکھتے ہیں) اور نہ ان چیزوں کو حرام سمجھتے ہیں جو خدا اور اس کے رسول ﷺ نے حرام کی ہیں اور نہ دین حق کو قبول کرتے ہیں ان سے جنگ کرو۔ یہاں تک کہ ذلیل ہو کر اپنے ہاتھ سے جزیہ دیں۔

علامہ ابن تیمیہؒ اس آیت کے ذیل میں لکھتے ہیں

فأمرنا بقتالهم إلى أن يعطوا الجزية و هم صاغرون و لا يجوز الإمساك عن قتالهم إلا إذا كانوا صاغرين حال إعطائهم الجزية و معلوم أن إعطاء الجزية من حين بذلها و التزامها إلى حين تسليمها و إقباضها فإنهم إذا بذلوا الجزية شرعوا في الإعطاء و وجب الكف عنهم إلى أن يقبضوناها فيتم الإعطاء فمتى لم يلتزموها أو التزموها أولا و امتنعوا من تسليمها ثانيا لم يكونوا معطين للجزية لأن حقيقة الإعطاء لم توجد و إذا كان الصغار حالا لهم في جميع المدة فمن المعلوم أن من أظهر سب نبينا في وجوهنا و شتم ربنا على رؤوس الملأ منا و طعن في ديننا في مجامعنا فليس بصاغر لأن الصاغر الذليل الحقير و هذا فعل متعزز مراغم بل هذا غاية ما يكون من الإذلال لنا و الإهانة

ہمیں یہاں اہل کتاب سے لڑنے کا حکم دیا گیا ہے، یہاں تک کہ وہ ذلیل ہو کر جزیہ ادا کریں ان کے قتال سے ہمیں رکنا جائز نہیں اس وقت تک جب تک وہ ذلیل ورسوا ہو کر جزیہ ادا نہ کریں، ظاہر ہے کہ جزیہ دینے کی صورت یہ ہے وہ اسے ادا کریں اور اسے حکومتی تحویل میں دیتے وقت اسی جگہ موجود رہیں، یہاں تک کہ حاکم وقت اسے اپنے قبضے میں لے لے، جب وہ جزیہ دیں گے تو ادائیگی کی شروعات ہوں گی، تب پھر ہم سے تعرض نہیں کریں گے، اس طرح جزیہ کی ادائیگی مکمل ہو گی، اگر وہ جزیہ کی ادائیگی کا التزام نہ کریں یا التزام

توکریں مگر آخر کار ادا کرنے سے انکاری ہوں تو انہیں جزیہ ادا کرنے والا نہیں کہا جائے گا، کیونکہ ادائیگی کی حقیقت یہاں موجود نہیں ہے، اور جب اس پوری مدت میں اُن کا ذلیل رہنا شرط ہے تو ظاہر ہے کہ جو شخص علانیہ ہمارے سامنے ہمارے نبی ﷺ کو برا بھلا کہے اور ان کو گالی دے، ہمارے رب کو لوگوں کے سامنے گالی دے، ہماری محافل میں ہمارے دین میں طعن کرے تو یہ عاجز اور منکسر نہیں، یہ تو بڑائی ہے، یہ تو لوگوں کے سامنے اپنی بڑائی کا اظہار ہے، یہ ذلیل نہیں بلکہ ہمیں ذلیل کر رہا ہے، یہ ہماری توہین کر رہا ہے۔

قرآنی آیت میں موجود لفظ صِغار کا معنٰی ہے ذلت، عربی محاورے میں کہا جاتا ہے، صغِر الرجُل یصغَرُ صغراً وصُغراً، ذلیل ہونا، رسوا ہونا، صاغر اسے کہا جائے گا جو ذلت پر راضی ہو جائے، مگر ادنیٰ سا غور کرنے والے پر یہ چیز پوشیدہ نہیں رہ سکتی کہ سبّ و شتم کا اظہار کرنے والا ذلت والے کام کے ساتھ خوش نہیں ہو سکتا۔ تو قرآن ہمیں یہی کہتا ہے کہ اگر وہ ذلیل ہو کر جزیہ نہ دیں تو ان سے لڑائی کرو، اب وہ ذلت کا اظہار نہیں کرتا تو اس کے لئے لڑائی کا حکم دیا گیا ہے، اور جس کافر کو بھی قتل کرنے کا ہمیں حکم دیا گیا ہے جب ہم اس پر قدرت پالیں گے تو قتل کر دیں گے۔ (الصارم المسلول علی شاتم الرسول ج ا ص ۱۶)

اسی طرح جب ہمیں ان کے ساتھ اس حال میں لڑنے کا حکم دیا گیا ہے، تو ہمارے لئے یہ جائز نہیں ہے کہ ہم ان کے لئے اس کے علاوہ کوئی عہد وپیمان قائم کریں، اگر ان کے لئے کوئی عقدِ فاسد قائم کیا گیا تو وہ اِباحت پر باقی رہیں گے۔ اور ان کے بارے میں یہ نہیں کہا جائے گا، کہ ان کا خیال چونکہ یہ ہے کہ وہ مُعاہد ہیں، اس لئے ان کے لئے امان کا شبہ موجود ہے، اور امان کا شبہ اس طرح ہے جس طرح حقیقت ہو، مسلمان کا ارادہ نہ بھی ہو تو کافر امان کو اپنے حق میں امان ہی سمجھتا ہے۔

اس لئے ہم کہتے ہیں کہ ان سے یہ بات پوشیدہ نہیں ہے کہ ہم اس بات پر راضی نہیں ہوتے کہ وہ ہمارے دین، ہمارے نبی ﷺ کو گالیاں دینے کے باوجود ہمارے ماتحت رہیں، انہیں معلوم ہے کہ ہم کسی ذمی کو اس صورتحال میں معاہد نہیں بنا سکتے، حالانکہ ان کا دعویٰ یہ ہے کہ ہم اس صورت میں بھی ان کے ساتھ معاہدہ کرتے ہیں۔ اس کے باوجود کہ ہم ان پر صاغرین کی شرط عائد کرتے ہیں، وہ مدعی ہیں کہ ان پر ملت کے احکام لاگو ہوتے ہیں، یہ ان کا جھوٹا دعویٰ ہے اس کی طرف متوجہ ہی نہیں ہونا چاہیے۔

اسی طرح سب سے پہلے جن لوگوں نے ان سے عہد وپیمان کیا وہ اصحاب رسول ﷺ تھے، جیسے حضرت عمرؓ، حالانکہ ہمیں معلوم ہے کہ وہ ان کے ساتھ ہر ایسا معاہدہ کرنے سے منع کرتے تھے، جس کے خلاف اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں حکم دیا ہے۔ حضرت عمرؓ تو ایسی شرطیں عائد کرتے تھے کہ جس نے ہمارے دین میں طعن ظاہر کیا اس کا مال اور اس کا خون حلال ہے۔(الصارم)

آپ ﷺ کا انکار سارے رسولوں کا انکار

مشہور مؤرخ اور مفسر قرآن علامہ ابن کثیرؒ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں

فهم في نفس الأمر لما كفروا بمحمد صلى الله عليه وسلم لم يبق لهم إيمان صحيح بأحد من الرسل، ولا بما جاءوا به، وإنما يتبعون آراءهم وأهواءهم وآباءهم فيما هم فيه، لا لأنه شرع الله ودينه؛ لأنهم لو كانوا مؤمنين بما بأيديهم إيمانا صحيحا لقادهم ذلك إلى الإيمان بمحمد، صلوات الله عليه، لأن جميع الأنبياء [الأقدمين] بشروا به، وأمروا باتباعه، فلما جاء وكفروا به، وهو أشرف الرسل، عُلِم أنهم ليسوا متمسكين بشرع الأنبياء الأقدمين لأنه من عند الله، بل لحظوظهم وأهوائهم، فلهذا لا ينفعهم إيمانهم ببقية الأنبياء، وقد كفروا بسيدهم وأفضلهم وخاتمهم وأكملهم؛ ولهذا قال: { قَاتِلُوا الَّذِينَ لا يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَلا بِالْيَوْمِ الآخِرِ وَلا يُحَرِّمُونَ مَا حَرَّمَ اللَّهُ وَرَسُولُهُ وَلا يَدِينُونَ دِينَ الْحَقِّ مِنَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ } {تفسیرابن كثير)

حقیقت یہ ہے کہ جب ان اھل کتاب نے حضرت محمد ﷺ کا انکار کیا تو کسی رسول پر بھی ان کا صحیح ایمان باقی نہیں رہا، اور نہ ہی ان کا ایمان اس چیز پر باقی رہا جو کچھ وہ لے کر آئے تھے وہ تو محض اپنی آراء، اپنی خواہشات اور اپنے آباؤ اجداد کے پیروکار ہیں، کیونکہ اگر وہ ان چیزوں پر ایمان لاتے جو ان کے ہاتھوں میں تھی تو پھر وہ ہمارے نبی حضرت محمد ﷺ پر بھی ایمان لاتے، کیونکہ پہلے تمام انبیاءؑ نے آپ ﷺ کی خوشخبری دی تھی اور آپ ﷺ کی پیروی کرنے کا حکم دیا تھا، جب آپ ﷺ تشریف لے آئے تو انہوں نے آپ ﷺ کا انکار کر دیا، حالانکہ آپ ﷺ تمام رسولوں میں اشرف نبی ہیں، اس سے معلوم ہوا کہ انہوں نے پہلے انبیاء کی شریعت کو اس لئے نہیں اختیار کیا کہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے تھی بلکہ اپنی نفسانی

خواہشات کی وجہ سے اسے اختیار کیا، اسی لئے تو باقی انبیاءؑ پر ان کے ایمان نے ان کو نفع نہیں دیا۔ اور انہوں نے ان انبیاء کے سردار، ان سے افضل، خاتم المرسلین، اور کامل ترین نبی حضرت محمد ﷺ کا انکار کیا۔ اسی وجہ سے تو اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

{ قَاتِلُوا الَّذِينَ لا يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَلا بِالْيَوْمِ الآخِرِ وَلا يُحَرِّمُونَ مَا حَرَّمَ اللَّهُ وَرَسُولُهُ وَلا يَدِينُونَ دِينَ الْحَقِّ مِنَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ }

ان لوگوں سے لڑو جو اللہ پر اور آخرت کے دن پر ایمان نہیں لاتے اور نہ اسے حرام جانتے ہیں جسے اللہ اور اس کے رسول نے حرام کیا ہے اور سچا دین قبول نہیں کرتے ان لوگوں میں سے جو اہل کتاب ہیں یہاں تک کہ ذلیل ہو کر اپنے ہاتھ سے جزیہ دیں۔

مفتی اعظم پاکستان مفتی محمد شفیعؒ اس آیت کے ذیل میں لکھتے ہیں کہ اس جگہ ذکر میں اہل کتاب کے ساتھ تخصیص کرنے سے اس طرف بھی اشارہ ہو گیا کہ ایک حیثیت سے یہ لوگ زیادہ سزا کے مستحق ہیں، کیونکہ یہ اہل علم تھے، ان کے پاس توریت وانجیل کا علم تھا جن میں خاتم النبیین ﷺ کا ذکر مبارک اور حلیہ تک تفصیل سے مذکور ہے، اس علم کے باوجود ان کا کفر وانکار اور اسلام اور مسلمانوں کے خلاف سازشیں تو ایک حیثیت سے ان کا جرم زیادہ شدید ہو گیا، اس لئے خصوصی طور پر ان سے جنگ کا ذکر کیا گیا۔ (معارف القرآن سورۃ التوبہ آیت ۲۹)

کفر کے سرداروں کو قتل کرنے کا حکم

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے

كَيْفَ يَكُونُ لِلْمُشْرِكِينَ عَهْدٌ عِنْدَ اللَّهِ وَعِنْدَ رَسُولِهِ إِلَّا الَّذِينَ عَاهَدْتُمْ عِنْدَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ فَمَا اسْتَقَامُوا لَكُمْ فَاسْتَقِيمُوا لَهُمْ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُتَّقِينَ (۷) كَيْفَ وَإِنْ يَظْهَرُوا عَلَيْكُمْ لَا يَرْقُبُوا فِيكُمْ إِلًّا وَلَا ذِمَّةً يُرْضُونَكُمْ بِأَفْوَاهِهِمْ وَتَأْبَى قُلُوبُهُمْ وَأَكْثَرُهُمْ فَاسِقُونَ (۸) اشْتَرَوْا بِآيَاتِ اللَّهِ ثَمَنًا قَلِيلًا فَصَدُّوا عَنْ سَبِيلِهِ إِنَّهُمْ سَاءَ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ (۹) لَا يَرْقُبُونَ فِي مُؤْمِنٍ إِلًّا وَلَا ذِمَّةً وَأُولَئِكَ هُمُ الْمُعْتَدُونَ (۱۰) فَإِنْ تَابُوا وَأَقَامُوا الصَّلَاةَ وَآتَوُا الزَّكَاةَ فَإِخْوَانُكُمْ فِي الدِّينِ وَنُفَصِّلُ الْآيَاتِ لِقَوْمٍ يَعْلَمُونَ (۱۱) وَإِنْ نَكَثُوا أَيْمَانَهُمْ مِنْ بَعْدِ عَهْدِهِمْ وَطَعَنُوا فِي دِينِكُمْ فَقَاتِلُوا أَئِمَّةَ الْكُفْرِ إِنَّهُمْ لَا أَيْمَانَ لَهُمْ لَعَلَّهُمْ يَنْتَهُونَ (۱۲) [التوبة]

ترجمہ: بھلا مشرکوں کے لیے اللہ اور اس کے رسول کے ہاں عہد کیوں کر ہو سکتا ہے؟ ہاں! جن لوگوں کے ساتھ تم نے مسجد حرام کے نزدیک عہد کیا ہے۔ اگر وہ قائم رہیں تو تم بھی قائم رہو بیشک اللہ پرہیز گاروں کو پسند کرتا ہے **(۷)** کیوں کر صلح ہو؟ اور اگر وہ تم پر غلبہ پائیں تو نہ تمہاری قرابت کا لحاظ کریں اور نہ عہد کا، تمہیں اپنی منہ کی باتوں سے راضی کرتے ہیں اور ان کے دل نہیں مانتے اور ان میں سے اکثر بد عہد ہیں **(۸)** انہوں نے اللہ کی آیتوں کو تھوڑی قیمت پر بیچ ڈالا پھر اللہ کے راستے سے روکتے ہیں بیشک وہ برا ہے جو کچھ وہ کرتے ہیں **(۹)** یہ لوگ کسی مومن کے حق میں نہ رشتہ داری کا خیال کرتے ہیں اور نہ عہد اور یہی لوگ حد سے گزرنے والے ہیں **(۱۰)** اگر یہ توبہ کریں اور نماز قائم کریں اور زکوٰۃ دیں تو دین میں تمہارے بھائی ہیں اور ہم سمجھ داروں کے لیے کھول کھول کر احکام بیان کرتے ہیں **(۱۱)** اور اگر وہ عہد کرنے کے بعد اپنی قسمیں توڑ دیں اور تمہارے دین میں عیب نکالیں تو کفر کے سرداروں سے لڑو ان کی قسموں کا کوئی اعتبار نہیں تاکہ وہ باز آئیں **(۱۲** (ترجمہ شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی لاہوریؒ)

مشرک اگر عہد شکنی کرے

عماد الدين أبو الفداء إسماعيل بن عمرو البصري ثم الدمشقي المعروف علامہ ابن کثیرؒ سورۃ التوبہ کی آیت بارہ کی تفسیر میں لکھتے ہیں

وإن نكث هؤلاء المشركون الذين عاهدتموهم على مدة معينة أيمانهم، أي: عهودهم ومواثيقهم، { وَطَعَنُوا فِي دِينِكُمْ } أي: عابوه وانتقصوه. ومن هاهنا أخذ قتل من سب الرسول، صلوات الله وسلامه عليه، أو من طعن في دين الإسلام أو ذكره بتنقص؛ ولهذا قال: { فَقَاتِلُوا أَئِمَّةَ الْكُفْرِ إِنَّهُمْ لا أَيْمَانَ لَهُمْ لَعَلَّهُمْ يَنْتَهُونَ } أي: يرجعون عما هم فيه من الكفر والعناد والضلال.

اگر یہ مشرک جن سے تم نے ایک مدت معینہ کے لئے عہد و پیمان کیا اپنی قسموں کو توڑ کر وعدہ خلافی اور عہد شکنی کریں اور تمہارے دین پر عیب لگائیں اور نقص نکالنے لگیں تو تم ان کفر کے سروں کو توڑ مروڑ دو۔ اسی آیت مبارکہ سے یہ بات ثابت کی گئی ہے کہ جو حضور ﷺ کو گالیاں دے، دین میں عیب جوئی کرے، اس

کا ذکر اہانت کے ساتھ کرے اسے قتل کر دیا جائے ۔ ان کی قسمیں محض بے اعتبار ہیں۔ (ابن کثیرؒ ج۴ص ۱۱۶)

کافر اگر دین میں طعن کرے

ابو عبد اللہ محمد بن أحمد بن أبي بکر بن فرح الأنصاري الخزرجي شمس الدين القرطبي (المتوفى: ۶۷۱) سورۃ التوبہ کی آیت بارہ کے ذیل میں لکھتے ہیں

اسْتَدَلَّ بَعْضُ الْعُلَمَاءِ بِهَذِهِ الْآيَةِ عَلَى وُجُوبِ قَتْلِ كُلِّ مَنْ طَعَنَ فِي الدِّينِ، إِذْ هُوَ كَافِرٌ. وَالطَّعْنُ أَنْ يَنْسُبَ إِلَيْهِ مَا لَا يَلِيقُ بِهِ، أَوْ يَعْتَرِضَ بِالِاسْتِخْفَافِ عَلَى مَا هُوَ مِنَ الدِّينِ، لِمَا ثَبَتَ مِنَ الدَّلِيلِ الْقَطْعِيِّ عَلَى صِحَّةِ أُصُولِهِ وَاسْتِقَامَةِ فُرُوعِهِ. وَقَالَ ابْنُ الْمُنْذِرِ: أَجْمَعَ عَامَّةُ أَهْلِ الْعِلْمِ عَلَى أَنَّ مَنْ سَبَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَيْهِ الْقَتْلُ (قرطبی ۸/۸۲)

کہ بعض علماء کرام نے اس آیت مبارکہ سے استدلال کیا ہے کہ ہر اس شخص کو قتل کرنا واجب ہے جو دین میں طعن کرے، اور طعن یہ ہے کہ وہ دین کی طرف ایسی باتیں منسوب کرے جو اس کے مناسب نہیں ہیں، یا وہ اس چیز کو ہلکا بنا کر پیش کرے جو دین میں ہے، جو دلیل قطعی سے ثابت ہے، ابن مُنذِر نے کہا کہ عام اھلِ علم کا اس بات پر اجماع ہے کہ جو شخص نبی ﷺ کو گالی دے اسے قتل کیا جائے گا۔

طعن و تشنیع کرنے والے کا عہد و پیمان

علامہ ابن تیمیہؒ الصارم المسلول میں سورۃ التوبہ کی ان آیات کے ذیل میں لکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے مشرکوں کے عہد و پیمان کی نفی کی ہے، سوائے ان کے جن کے ساتھ نبی اکرم ﷺ نے عہد و پیمان کیا تھا، مگر ایک ایسی قوم کا عہد و پیمان برقرار ہے جب تک وہ ہمارے لئے اس عہد و پیمان پر قائم ہیں، اس سے معلوم ہوا کہ مشرک کا عہد و پیمان ختم ہو چکا ہے ، اور یہ بھی واضح ہو گیا کہ جو ہمارے پروردگار کو، ہمارے نبی ﷺ کو، ہماری کتاب کو اور ہمارے دین کو اعلانیہ طعن و تشنیع کا ہدف بنائیں تو وہ عہد و پیمان پر قائم نہیں ہیں، جس طرح عہد و پیمان اس وقت ٹوٹ جاتا ہے جب ہم علانیہ لڑائی کی ابتدا کریں، بلکہ اگر ہمارے اندر

ایمان ہو تو اس سے بھی زیادہ سخت معاملہ ہے، اس وقت ہمارے اوپر فرض ہو جاتا ہے کہ ہم اپنی جانوں اور اپنے مالوں کی قربانی دیں تا کہ اللہ تعالیٰ کا دین بلند ہو جائے، وہ ہمارے دیس میں کسی ایسی بات کا اظہار نہیں کر سکتے جس سے اللہ اور رسول اللہ کو تکلیف ہو، جب وہ دو معاملات میں سے آسان تر معاملے کی پاسداری نہیں کر سکتے تو اس سے بڑے معاملے میں وہ پاسداری کیسے کر سکتے ہیں؟

اس کی وضاحت اللہ تعالیٰ کے اس فرمان میں ہے،

كَيفَ وَ إِن يَّظهَرُوا عَلَيكُم لا يَرقُبُوا فِيكُم إِلّا وَّ لَا ذِمَّة [التوبة : ٨]

کیوں کر صلح ہو اور اگر وہ تم پر غلبہ پائیں تو نہ تمہاری قرابت کا لحاظ کریں اور نہ عہد کا۔

یعنی ان کا عہد و پیمان کب بر قرار رہ سکتا ہے؟ اگر وہ تم پر غالب آجائیں تو نہ رشتہ داری کا خیال رکھیں اور نہ ہی اس عہد و پیمان کا جو تمہارے اور ان کے درمیان ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ جن کا یہ حال ہو کہ اگر وہ غالب آجائیں تو ہمارے اور ان کے درمیان ہونے والے عہد و پیمان کا خیال بھی نہ رکھیں تو پھر ان کے لئے کوئی عہد و پیمان نہیں ہے۔ اور جس نے اعلانیہ ہمارے دین میں طعن و تشنیع کا اظہار کیا تو یہ دلیل ہے اس بات کی کہ اگر وہ غالب آجائیں تو ہمارے اور ان کے درمیان ہونے والے عہد و پیمان کا لحاظ نہ کریں، عہد و پیمان اور ذلت کے باوجود اگر وہ اس طرح کریں گے تو جب عزت اور قدرت پائیں گے تو پھر کیا ہو گا؟ اور یہ معاملہ اس شخص کے بر خلاف ہے جو اس طرح کا کلام ہمارے لئے ظاہر نہیں کرتا، اگرچہ یہ آیت ان لوگوں کے بارے میں آئی ہے جو مسلمانوں کے ساتھ مصالحت کر کے اپنے علاقے میں مقیم ہوں، تاہم یہ ان اہل ذمہ پر بھی بطریق اولیٰ صادق آتی ہے جو ہمارے ساتھ دارالسلام میں رہتے ہوں۔ (الصارم المسلول ج ا ص ١٦)

عہد شکنی اور طعن فی الدین کی سزا

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے

وَإِنْ نَكَثُوا أَيْمَانَهُمْ مِنْ بَعْدِ عَهْدِهِمْ وَطَعَنُوا فِي دِينِكُمْ فَقَاتِلُوا أَئِمَّةَ الْكُفْرِ إِنَّهُمْ لَا أَيْمَانَ لَهُمْ لَعَلَّهُمْ يَنْتَهُونَ [التوبة : ١٢]

اور اگر وہ عہد کرنے کے بعد اپنی قسمیں توڑ دیں اور تمہارے دین میں عیب نکالیں تو کفر کے سرداروں سے لڑو ان کی قسموں کا کوئی اعتبار نہیں تا کہ وہ باز آئیں۔

دین کا مذاق اُڑانے والے

تفسیر تیسیر القرآن کے مفسر مولانا عبد الرحمن کیلانی اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں

ضمناً اس آیت سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ اگر کسی اسلامی حکومت میں رہنے والے اہل الذمہ دین اسلام کا تمسخر اڑائیں یا طعنہ زنی کریں تو ان کا معاہدہ ختم اور ان کی سرکوبی کرنا اسلامی حکومت کا فرض ہوتا ہے اور یہ بھی کہ جو ذمی یا کوئی دوسرا شخص رسول اللہ کو گالیاں دے یا آپ کی شان میں گستاخی کی کوئی باتیں کرے وہ واجب القتل ہے کیونکہ یہ دین میں طعنہ زنی کی ایک بدترین قسم کا جرم ہے۔

کافروں کا مکر اللہ کی تدبیر

علامہ ابن کثیرؒ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں

وَهذَا أَيضًا تَهييجُ وَتَحضِيضُ وَإغراء على قتال المشركين الناكثين لأيمانهم، الذين هموا بإخراج الرسول من مكة، كما قال تعالى: { وَإِذْ يَمْكُرُ بِكَ الَّذِينَ كَفَرُوا لِيُثْبِتُوكَ أَوْ يَقْتُلُوكَ أَوْ يُخْرِجُوكَ وَيَمْكُرُونَ وَيَمْكُرُ اللَّهُ وَاللَّهُ خَيْرُ الْمَاكِرِينَ } [الأنفال:۳۰]

مسلمانوں کو پوری طرح جہاد پر آمادہ کرنے کے لیے فرمارہا ہے کہ یہ وعدہ شکن قسمیں توڑنے والے کفار وہی ہیں جنہوں نے رسول ﷺ کو جلاوطن کرنے کی پوری ٹھان لی تھی چاہتے تھے کہ قید کرلیں یا قتل کرڈالیں یا دیس نکالا دے دیں ان کے مکر سے اللہ کی تدبیر کہیں بہتر تھی۔ صرف ایمان کی بناء پر دشمنی کر کے پیغمبر ﷺ کو اور مومنوں کو وطن سے خارج کرتے رہے بھڑ بھڑا کر اُٹھ کھڑے ہوتے تھے تاکہ تجھے مکہ شریف سے نکال دیں۔ برائی کی ابتداء بھی انہیں کی طرف سے ہے، بدر کے دن لشکر لے کر نکلے حالانکہ معلوم ہو چکا تھا کہ قافلہ بچ کر نکل گیا ہے لیکن تاہم غرور و فخر سے اللہ کے لشکر کو شکست دینے کے ارادے سے مسلمانوں سے صف آراء ہو گئے۔

سرغنہ کفار کو قتل کرنے کی وجوہات

علامہ ابن تیمیہؒ اس آیت کے ذیل میں لکھتے ہیں کہ یہ آیت کئی وجوہ سے اس موضوع پر دلالت کرتی ہے،

پہلی وجہ: یہ ہے کہ محض قسموں کا توڑنا یہ لڑائی کا تقاضا کرتا ہے، اور دین میں طعن کا علٰحدہ ذکر اس لئے کیا کہ یہ ان قومی اسباب میں سے ایک ہے جو جنگ کے موجب اور محرّک ثابت ہوتے ہیں۔ اسی لئے دین میں طعن کرنے والے کے لئے اتنی سخت سزا ہے جو اس کے علاوہ کسی دوسرے کے لئے نہیں ہے۔

دین میں طعن و تشنیع ہی ایسی چیز ہے جو ان کے ساتھ لڑائی کرنے کا باعث اور داعی ہے، تاکہ کلمۃ اللہ بلند ہو جائے، محض قسم توڑنے پر کی جانے والی لڑائی تو شجاعت، غیرت اور ریاء کے لئے بھی تو کی جاتی ہے، یا دین میں طعن و تشنیع کا ذکر اس لئے کیا گیا کہ اس مقام میں قتال کو سب سے زیادہ واجب کرنے والی یہی آیت ہے۔

جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: { فقاتلوا أئمة الكفر }

کفر کے سرغنوں کو مارو، اور اسی طرح اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے

{ أَلَا تُقَاتِلُونَ قَوْمًا نَكَثُوا أَيْمَانَهُمْ وَهَمُّوا بِإِخْرَاجِ الرَّسُولِ وَهُم بَدَءُوكُمْ أَوَّلَ مَرَّةٍ أَتَخْشَوْنَهُمْ فَاللَّهُ أَحَقُّ أَنْ تَخْشَوْهُ إِنْ كُنتُم مُؤْمِنِينَ } [التوبة ١٣) قَاتِلُوهُمْ يُعَذِّبْهُمُ اللَّهُ بِأَيْدِيكُمْ

خبردار! تم ایسے لوگوں سے کیوں نہ لڑو جنہوں نے اپنی قسموں کو توڑ ڈالا اور پیغمبر کو جلاوطن کرنے کا ارادہ کیا اور انہوں نے پہلے تم سے عہد شکنی کی کیا تم ان سے ڈرتے ہو اللہ زیادہ حق دار ہے کہ تم اس سے ڈرو اگر تم ایمان دار ہو۔ اُن سے خوب لڑو۔ خدا انکو تمہارے ہاتھوں سے عذاب میں ڈالے گا۔

یہ آیت بتاتی ہے کہ جس نے صرف قسم توڑی ہو اس سے امید رکھی جاسکتی ہے کہ وہ ایمان لے آئے گا، اور اس کے ساتھ معاہدہ بھی کیا جائے گا، مگر دین کو طعن و تشنیع کا ہدف بنانے والے کے خلاف قتال ضروری ہے، آپ ﷺ کا طریقہ کار یہی تھا، آپ ﷺ اللہ اور رسول کو ایذا دینے والے اور دین کو طعن

کا ہدف بنانے والوں کے خون کو مباح ٹھہرادیتے تھے، مگر دوسروں کو قتل کرنے سے احتراز کرتے تھے، جب صرف عہد توڑنا قتال کا موجب ہو اور دین میں طعن اس میں نہ ہو تو اس سے یہ سمجھا جائے گا کہ طعن کے سوا یہاں کوئی ایسا سبب موجود ہے جو نقض عہد کو مستلزم ہے، یہ امر ناگزیر ہے کہ کوئی ایسا سبب ضرور ہو جو وجوب قتال میں موئثر ہو، ورنہ اس کے ذکر کرنے کا کچھ فائدہ نہیں۔

دوسری وجہ: اگر ذمی نے رسول اللہ ﷺ کو گالی دی، یا اعلانیہ اسلام میں کوئی عیب لگایا اور ہمارے دین میں کوئی طعن اور تشنیع کی تو اس کی قسم ٹوٹ گئی۔ اس لئے بلاخوف و نزاع اسے سزا دی جائے گی اور اس کے خلاف تادیبی کارروائی کی جائے گی، معلوم ہوا کہ وہ معاہد نہیں ہے، اس لئے کہ عہد کر کے وہ ایسا کام کرے تو اسے سزا نہیں دی جاسکتی، جب ہم اس سے معاہدہ کر چکے ہیں کہ وہ ہمارے دین پر نقد و جرح نہیں کرے گا مگر اس کے باوجود وہ طعن کرتا ہے تو اس نے اپنے عہد کو توڑ دیا، اس لئے نص قرآنی کے مطابق اسے قتل کیا جائے گا اور یہ نہایت قوی اور خوبصورت استدلال ہے۔

تیسری وجہ: اس آیت مبارکہ میں انہیں دین میں طعن کرنے کی وجہ سے ائمۃ الکفر (کفر کے سرغنے) کہا گیا ہے، اور ضمیر کی جگہ اسم ظاہر استعمال کیا گیا، ائمہ کفر سے یا تو وہ لوگ مراد ہیں جنہوں نے اپنا عہد توڑ دیا یا دین اسلام کو ہدف طعن بنایا، یا ان میں سے بعض مراد ہیں، مگر ان میں سے بعض مراد لینا اس لئے درست نہیں کہ فعل جنگ کا موجب ہوا ہے وہ سب سے صادر ہوا ہے، اس لئے بعض کو سزا کے لئے مخصوص کرنا جائز نہیں، اس لئے کہ علت کا سب میں پایا جانا ضروری ہے، الا یہ کہ کوئی مانع موجود ہو مگر یہاں کوئی مانع نہیں ہے۔

اللہ نے دوسری علت یہ بتائی ہے کہ ان کی قسموں کا کوئی اعتبار نہیں ہے، اور یہ علت سب عہد توڑنے والوں اور طعن فی الدین کا ارتکاب کرنے والوں میں پائی جاتی ہے، اس لئے کہ نَكَثَ (عہد کو توڑنا) اور طعن فی الدین ایک وصف مشتق ہے جو وجوب قتال کے مناسب ہے، اور یہاں جزا کو شرط پر حرف الفا کے ساتھ مرتب کیا گیا ہے، یہ اس بات پر نص ہے کہ یہ فعل سزا کا موجب ہے، پس ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی مراد وہ سب لوگ ہیں اور اس لئے وہ سب ائمۃ الکفر ہیں، اس جرم کے باعث جب وہ کفر کے سرغنے بن گئے تو یہ اس عظیم جرم کے داعی بھی بن گئے، جو بھی دین میں طعن کرے گا وہ کفر کا امام

ہو گا۔جب کوئی ذمی دین میں طعن کرے گا تو وہ کفر کا امام ہو گا، تو اس کے ساتھ لڑائی ضروری ہو گی، جیسے اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ کفر کے سربراہوں کے ساتھ لڑائی کرو۔ اس کی کسی قسم کا اعتبار نہیں ہے۔

چوتھی وجہ: آپ ﷺ کو گالی دینے کی وجہ سے ذمی کا عہد ٹوٹ جاتا ہے، اللہ تعالیٰ نے جو یہ ارشاد فرمایا:

{ أَلَا تُقَاتِلُونَ قَوْمًا نَكَثُوا أَيْمَانَهُمْ وَهَمُّوا بِإِخْرَاجِ الرَّسُولِ وَهُمْ بَدَءُوكُمْ أَوَّلَ مَرَّةٍ }

[التوبة : ۱۳]

خبردار! تم ایسے لوگوں سے کیوں نہ لڑو جنہوں نے اپنی قسموں کو توڑ ڈالا اور پیغمبر کو جلاوطن کرنے کا ارادہ کیا اور انہوں نے پہلے تم سے عہد شکنی کی۔

یہاں رسول اکرم ﷺ کو جلاوطن کرنے کا جو انہوں نے ارادہ کیا تھا، اسے ان کے ساتھ جنگ کرنے کی وجہ قرار دیا ہے، اس لئے کہ اس سے آپ ﷺ کو اذیت پہنچی ہے، اور آپ ﷺ کو گالی دینا تو اس سے بھی زیادہ سخت ہے، کیونکہ آپ ﷺ جب مکہ سے مدینہ پہنچے تو فتح مکہ کے دن آپ ﷺ نے مکہ سے باہر نکالنے والوں کو معاف کر دیا تھا مگر جنہوں نے گالی دی تھی آپ ﷺ نے ان کو معاف نہیں کیا تھا، تو معلوم ہوا کہ ذمی نے جب گالی دی تو اس کا عہد و پیمان ختم ہو گیا اور اس کا یہ فعل نبی ﷺ کو نکالنے سے بھی بڑا ہے، اس نے آپ ﷺ کو تکلیف دینے کی ابتدا کی ہے اس لئے اس کے ساتھ قتال واجب ہے۔ (الصارم المسلول علی شاتم الرسول ﷺ)

پانچویں وجہ: اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے

{ قَاتِلُوهُمْ يُعَذِّبْهُمُ اللَّهُ بِأَيْدِيكُمْ وَيُخْزِهِمْ وَيَنْصُرْكُمْ عَلَيْهِمْ وَيَشْفِ صُدُورَ قَوْمٍ مُؤْمِنِينَ (١٤) وَيُذْهِبْ غَيْظَ قُلُوبِهِمْ وَيَتُوبُ اللَّهُ عَلَى مَنْ يَشَاءُ وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ (١٥) } [التوبة]

ان سے لڑو تاکہ اللہ انہیں تمہارے ہاتھوں سے عذاب دے اور انہیں ذلیل کرے اور تمہیں ان پر غلبہ دے اور مسلمانوں کے دلوں کو ٹھنڈا کرے۔

اللہ تعالیٰ نے عہد و پیمان توڑنے والوں اور دین میں طعن کرنے والوں کو مارنے کا حکم دیا ہے، اللہ تعالیٰ ہمارے ہاتھوں سے ان کو سزا دینا چاہتا ہے، ان کو ذلیل کرنا چاہتا ہے، اور ان کے مقابلے میں ہماری

مدد کرنا چاہتا ہے، اور اھلِ ایمان کے دلوں کو تسلی دینا چاہتا ہے جنہوں نے ان کے عہد وپیمان توڑنے اور ان کے دین میں طعن کرنے کی وجہ سے تکلیف اٹھائی ہے، تاکہ ان کے دلوں میں موجود غصہ ختم ہو جائے، اور یہ کام مسلمانوں کا ان کے ساتھ لڑائی کرنے سے ہی ہو سکتا ہے۔

علامہ ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں کہ یہاں شرط اور جزا ہے، کہ اگر تم ان کو قتل کروگے تو یہ اس پر دلالت ہوگی کہ عہد وپیمان کو توڑنے والا اور دین میں طعن کرنے والا ان ساری باتوں کا مستحق ہے، آگے لکھتے ہیں "کہ عہد وپیمان کو توڑنے والا اور دین میں طعن کرنے والا قتل کا مستحق ہے، اور رسول اکرم ﷺ کو گالی دینے والا عہد وپیمان کو بھی توڑنے والا ہے اور طعن کرنے والا بھی ہے، پس وہ قتل کا مستحق ہے، اس پر اللہ تعالیٰ مدد فرمائیں گے۔ ہمارے ہاتھوں عذاب دینے سے مراد قتل ہے، (الصارم المسلول علی شاتم الرسول)

چھٹی وجہ: اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں

{ وَيَشْفِ صُدُوْرَ قَوْمٍ مُّؤْمِنِيْنَ ١٥ وَيُذْهِبْ غَيْظَ قُلُوْبِهِمْ } [التوبة : ١٥]

اور مسلمانوں کے کلیجے ٹھنڈے کرے گا۔ اور ان کے دل کا غم وغصہ دور کرے گا۔

یہ آیت مبارکہ اس بات پر دلیل ہے کہ شارع کا مقصود ہی یہ ہے کہ ایمان والوں کے دل عہد وپیمان توڑنے اور دین میں طعن کرنے کی وجہ سے سخت رنجیدہ ہوئے ہیں، انہیں سخت دکھ پہنچا ہے، ان کا دکھ دور ہو جائے اور ان کا غیظ وغضب ختم ہو جائے اس کا طریقہ یہی ہے ان کے خلاف جہاد کیا جائے، جیسا کہ آپ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے

[عَلَيْكُمْ بِالْجِهَادِ فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَإِنَّهُ بَابٌ مِنْ أَبْوَابِ الْجَنَّةِ يُذْهِبُ اللَّهُ بِهِ الْغَمَّ وَالْهَمَّ]
{الجامع الصغير ج٣ص١٦٦)

تم پر جہاد لازم ہے کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کے دروازوں میں سے ایک دروازہ ہے، اللہ تعالیٰ اس کے ذریعے دلوں سے پریشانی اور غم کو دور کرتا ہے۔

غصہ کیسے ختم ہوتا ہے؟

نبی اکرم ﷺ کو جو شخص گالی دے، اس پر اھل ایمان کا خون کھولتا ہے اور سخت غصہ آتا ہے، قرآنی ارشاد کی روشنی میں اس غصے کی آگ تو گالی دینے والے کی گردن اڑانے سے ہی بجھ سکتی ہے، قرآن اسی آگ کے بجھنے کو شفاء صدور المومنین سے تعبیر کرتا ہے، اھل علم نے اس کی کئی وجوہات ذکر کی ہیں۔

(۱) اگر کافر کسی مسلمان کو گالی دے تو اس کی تادیب اور اس پر تعزیر اہل ایمان کے غصے کو ختم کردے گی۔ اور اگر وہ نبی اکرم ﷺ کو گالی دے اور اس کی تادیب اور تعزیر سے مسلمان کا غصہ دور ہو جائے تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ رسول اللہ ﷺ کو گالی دینے سے ایک مومن کو اتنا ہی غصہ آیا جو ایک مومن کو گالی دینے سے آتا ہے اور یہ باطل ہے۔

(۲) کافر کو گالی دیں تو اسے غصہ آتا ہے، اگر اس کا مال لے لیں تو اسے اتنا غصہ نہیں آئے گا، اگر ایک شخص کسی کافر کو قتل کر دے تو ان کا غصہ تب ہی دور ہو گا اگر قاتل کو قتل کیا جائے، اسی طرح مسلمانوں کے نزدیک نبی ﷺ کو گالی دینا بہت بڑی جسارت ہے، اس لئے ان کے دل اور کلیجے کو ٹھنڈا اسے قتل کرنے کے ساتھ ہی پڑ سکتی ہے۔

(۳) اللہ تعالیٰ نے ان کافروں کے قتل کرنے کو ہی حصول شفاء کا ذریعہ قرار دیا ہے، اس کے علاوہ کوئی چیز ان کے غصے کی آگ کو ٹھنڈا نہیں کر سکتی، اس لئے قتال ہی اھل ایمان کے دلوں کی ٹھنڈک ہے۔

(۴) جب مکہ فتح ہوا تو آپ ﷺ نے بنو خزاعہ کے اہل ایمان کے سینوں کو بنو بکر سے شفاء دینا چاہی جو ان سے لڑے تھے، چنانچہ عین دوپہر کے وقت ان کو یہ اختیار دیا جبکہ دیگر تمام لوگوں کو آپ ﷺ نے امان دے دی تھی (مسند احمد)

اگر بنو بکر کو قتل کئے بغیر بنو خزاعہ کا غصہ دور ہو سکتا اور ان کے سینوں کو شفاء مل سکتی تو آپ ﷺ ان کو قتل نہ کرتے جبکہ آپ ﷺ نے دوسرے تمام لوگوں کو امان دے دی تھی۔ (الصارم المسلول علی شاتم الرسول ﷺ)

اللہ اور رسول اللہ کا مقابلہ کرنے کی سزا

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

{ أَلَمْ يَعْلَمُوا أَنَّهُ مَنْ يُحَادِدِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَأَنَّ لَهُ نَارَ جَهَنَّمَ خَالِدًا فِيهَا ذَلِكَ الْخِزْيُ الْعَظِيمُ (٦٣)} [التوبة :]

کیا وہ نہیں جانتے کہ جو شخص اللہ اور اس کے رسول کا مقابلہ کرتا ہے تو اس کے واسطے دوزخ کی آگ ہے اس میں ہمیشہ رہے گا یہ بڑی ذلت ہے۔

یہ آیت مبارکہ اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو تکلیف دینا اللہ اوراس کے رسول سے جنگ کرنا ہے، کیونکہ یہ آیت

{ وَمِنْهُمُ الَّذِينَ يُؤْذُونَ النَّبِيَّ وَيَقُولُونَ هُوَ أُذُنٌ} الآية [التوبة : ٦١]

کے بعد نازل کی گئی ہے، جس میں نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو اذیت دینے کا ذکر موجود ہے۔ اگر وہ اس تکلیف دینے کے ساتھ جنگ کرنے والے نہیں ہیں تو پھر تو اس وعید کی ضرورت ہی نہیں تھی کہ ان کے لئے دوزخ کی آگ ہے۔ اسی طرح یہ اس بات پر بھی دلالت کرتی ہے جیسے حاکم نے نقل کیا کہ حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم اپنے حجروں میں سے ایک حجرے کے سایہ میں بیٹھے ہوئے تھے اورآپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے پاس مسلمانوں میں سے کچھ لوگ بھی تھے، آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا:

إِنَّهُ سَيَأْتِيكُمْ إِنْسَانٌ يَنْظُرُ بِعَيْنَيْ شَيْطَانٍ، فَإِذَا أَتَاكُمْ فَلَا تُكَلِّمُوهُ. فَجَاءَ رَجُلٌ أَزْرَقُ، فَدَعَاهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَكَلَّمَهُ، فَقَالَ؛ عَلَامَ تَشْتُمُنِي أَنْتَ وَفُلَانٌ وَفُلَانٌ؟ نَفَرٌ دَعَاهُمْ بِأَسْمَائِهِمْ قَالَ: فَانْطَلَقَ الرَّجُلُ فَدَعَاهُمْ، فَحَلَفُوا لَهُ وَاعْتَذَرُوا إِلَيْهِ، قَالَ فَأَنْزَلَ اللَّهُ، عَزَّ وَجَلَّ: {فَيَحْلِفُونَ لَهُ كَمَا يَحْلِفُونَ لَكُمْ وَيَحْسَبُونَ أَنَّهُمْ عَلَى شَيْءٍ أَلَا إِنَّهُمْ هُمُ الْكَاذِبُونَ} [المجادلة : ١٨]

عنقریب تمہارے پاس ایک آدمی آئے گا جو شیطان کی آنکھ سے دیکھتا ہے، جب وہ تمہارے پاس آئے تو تم اس سے بات نہ کرنا، پس نیلی آنکھوں والا ایک آدمی آیا، آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے اسے بلایا اور اس سے بات کی، آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے پوچھا: تُو اور فلاں فلاں مجھے کیوں گالیاں دیتے ہو؟ وہ گیا اور انہیں بھی بلا لایا، انہوں نے آکر قسمیں کھائیں اور آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی طرف معذرت کی، اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی۔ {جس دن اللہ ان سب کو قبروں سے اٹھائے گا تو اس کے سامنے بھی ایسی ہی قسمیں کھائیں گے جیسی کہ تمہارے سامنے کھاتے ہیں اور سمجھ رہے ہیں کہ ہم رستے پر ہیں خبردار بیشک وہی جھوٹے ہیں۔ المجادلہ، ۱۸}

پھر اس کے بعد فرمایا:

{ إن الذين يحادون الله و رسوله }

اس سے معلوم ہوا کہ ایذادینا یہ جنگ کرنے میں شامل ہے۔اسی طرح سورۃ التوبہ کی آیت ۹۶،آیت ۶۲ ،سے معلوم ہوا کہ یہ گالی دینے والے جنگ کرنے والے ہیں،اور جب یہ ایذا اللہ اوراس کے رسول ﷺ سے جنگ ہے تو اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے

{ إِنَّ الَّذِينَ يُحَادُّونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ أُولَئِكَ فِي الْأَذَلِّينَ (٢٠) كَتَبَ اللَّهُ لَأَغْلِبَنَّ أَنَا وَرُسُلِي إِنَّ اللَّهَ قَوِيٌّ عَزِيزٌ (٢١)} [المجادلة]

بے شک جو لوگ اللہ اور اسکے رسول کی مخالفت کرتے ہیں یہی لوگ ذلیلوں میں ہیں۔اللہ نے لکھ دیا ہے کہ میں اور میرے رسول ہی غالب رہیں گے بیشک اللہ زور آور زبردست ہے۔

اس آیت مبارکہ میں اَلْاَذَلِّیْنَ کا لفظ استعمال ہوا ہے،اذلین میں ذلیل سے زیادہ مبالغہ پایا جاتا ہے،اور جب تک آدمی کو اپنی جان اور مال کا خوف نہ ہو تب تک اذل نہیں ہوتا،اگرچہ وہ مخالفت ظاہر کردے،کیونکہ اگر اس کا خون اور مال محفوظ ہے،مباح نہیں ہے تو پھر وہ اذل نہیں ہے اس پر یہ آیت دلالت کرتی ہے

ضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الذِّلَّةُ أَيْنَ مَا ثُقِفُوا إِلَّا بِحَبْلٍ مِنَ اللَّهِ وَحَبْلٍ مِنَ النَّاسِ [آل عمران ۱۱۲]

ان پر ذلت لازم کی گئی ہے جہاں وہ پائے جائیں گے مگر ساتھ اللہ کی پناہ کے۔

اس میں اللہ تعالیٰ نے واضح کیا کہ جہاں کہیں وہ پائے جائیں پس ان پر ذلت ہے،سوائے عہد وپیمان کے، اس سے معلوم ہوا کہ جس کے لئے عہد وپیمان ہو اور اللہ کی پناہ ہو اس پر کوئی ذلت نہیں ہے،اور اگر اس پر مسکنت ہے تو وہ کبھی کبھی ذلت کے بغیر ہوتی ہے،اللہ تعالیٰ نے دھوکہ دینے والوں کو ذلیل ترین لوگوں میں شمار کیا ہے،اس لئے ان کے لئے کوئی عہد نہیں ہے کیونکہ عہد وپیمان یہ ذلت کے منافی ہے،جیسے کہ اس پر یہ آیت مبارکہ دلالت کرتی ہے،اور یہ بات ظاہر ہے،کیونکہ اذل وہ ہے جس کے پاس کوئی طاقت اور قوت نہیں ہوتی،تاکہ اس کے ذریعے برا ارادہ کرنے والے کے سامنے رکاوٹ بن سکے، اگر اس کے لئے مسلمانوں میں سے کسی کا عہد ہے تو ان پر ضروری ہے کہ اس کی مدد کریں اور اذل ہونے سے اسے بچائیں، معلوم ہوا کہ اللہ اوراس کے رسول کی مخالفت کرنے والے کے لئے کوئی عہد نہیں ہے، اور آپ ﷺ کو

تکلیف پہنچانے والا وہ آپ ﷺ کا مخالف ہے، پس آپ ﷺ کو تکلیف دینے والے کے لئے کوئی عہد نہیں ہے جو اس کے خون کو بچائے اور یہی مقصود ہے۔ (الصارم المسلول علی شاتم الرسول ﷺ)

اسی طرح اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے،

إِنَّ الَّذِينَ يُحَادُّونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ كُبِتُوا كَمَا كُبِتَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ

بے شک جو لوگ اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کرتے ہیں وہ ذلیل کیے جائیں گے جس طرح ذلیل کیے گئے وہ لوگ جو ان سے پہلے تھے۔ [المجادلة : ٥]

کُبِت: کا معنیٰ ہے ذلیل کرنا، رسوا کرنا، پچھاڑنا، علامہ خلیل کہتے ہیں الكبت هو الصرع على الوجه کبت کا معنی ہے منہ کے بل گرنا، نضر بن شمیل اور ابن قتیبہ کہتے ہیں کہ کبت کا معنی ہے غصہ اور غم، یہ لفظ: کبد: سے اشتقاق اکبر کے طور پر ماخوذ اور مشتق ہے، گویا کہ غیظ اور غم ان کے جگر کو کھائے جا رہا ہے، جیسا کہ عربی محاورے میں کہا جاتا ہے أحرق الحزن و العداوة كبده غم اور عداوت نے اس کے جگر کو جلا دیا ہے، پس یہ بات ثابت ہوگئی کہ مخالفت کے باعث وہ ذلیل کر دیئے گئے، رسوا کر دیئے گئے، غیظ اور ہلاک کر دینے والے غم سے بھر دیئے گئے ہیں، اور یہ اس وقت تام ہو گا جب یہ خوف ہو گا کہ اگر وہ مخالفت ظاہر کرے گا تو قتل کر دیا جائے گا، اور جو شخص محادۃ (مخالفت) کو ظاہر نہیں کرے گا تو اس کا مال اور خون محفوظ رہے گا، وہ ذلیل نہیں ہو گا،

{ كُبِتُوا كَمَا كُبِتَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ }

پہلے والے جن لوگوں نے اللہ اور اس کے رسولوں کی مخالفت کی، اللہ تعالیٰ نے انہیں ذلیل کیا، انہیں ذلت آمیز عذاب میں ہلاک کیا، یا اہل ایمان کے ہاتھوں انہیں ہلاک کیا گیا، رسولوں کی مخالفت کرنے والے ہلاک کئے گئے، منافقین مخالفت کا اظہار نہیں کرتے بلکہ اسے پوشیدہ رکھتے ہیں اس خوف کی وجہ سے کہ اگر انہوں نے مخالفت ظاہر کی تو وہ قتل کر دیئے جائیں گے، تو ہر مخالف کو اسی طرح ہونا چاہیے کہ وہ اس مخالفت کا اظہار نہ کرے۔

{ إن الذين يحادون الله و رسوله أولئك في الأذلين }

اس آیت کے بعد اللہ تعالیٰ نے یہ آیت مبارکہ ذکر فرمائی ہے

{ كَتَبَ اللَّهُ لَأَغْلِبَنَّ أَنَا وَرُسُلِي إِنَّ اللَّهَ قَوِيٌّ عَزِيزٌ (٢١) } [المجادلة]

کہ محادۃ یہ باب مفاعلہ کا صیغہ ہے، مقابلہ اور مخالفت، یہ جانب واحد سے نہیں بلکہ جانبین سے ہے، دونوں مخالفین میں سے ایک غالب ہوگا اور ایک مغلوب ہوگا، یہ جنگ جو لوگوں کے درمیان ہوگا، صلح جو لوگوں کے درمیان نہیں ہوگا، معلوم ہوا کہ مخالف جو ہوتا ہے وہ صلح کرنے والا نہیں ہوتا، انبیاء اور رسولوں کو جو غلبہ حاصل ہوتا ہے وہ دلائل اور مخالف کو مغلوب کرنے کی وجہ سے ہوتا ہے، ان میں جسے دشمن کے ساتھ جنگ کرنے کا حکم دیا جاتا ہے وہ اس پر قابو بھی پالیتا ہے اور یہ اس شخص کی بات سے بہتر ہے جو کہتا ہے کہ لڑنے والے کو غلبہ تائید اور نصرت کی وجہ سے حاصل ہوتا ہے اور غیر محارب کو دلائل کی بناء پر، معلوم ہوا کہ یہ مخالفین لڑتے تو ہیں مگر ہیں مغلوب۔

قرآن حکیم میں اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کے لئے ایک لفظ شاق کا بھی آیا ہے، محادۃ اور مشاقہ دونوں کا معنی قریب قریب ہے، محادۃ یہ حد سے ہے، جس کا معنی ہے حد، فاصلہ اور جدائی، اور ایک طرف ہونا۔ مشاقہ یہ شِق سے ہے، جس کا معنی ہے پھٹنا، محادۃ اور مشاقہ دونوں کا معنی ہے مقاطعہ اور مفاصلہ (جدائی اور علٰحدگی)۔ اسی لئے ان کے لئے یہ لفظ استعمال کیا گیا ہے، مشاقہ کہنے کی وجہ یہ ہے دونوں مخالفین ایک دوسرے سے الگ اور جدا رہتے ہیں، یہ اس بات کا تقاضا کرتا ہے کہ عہد و پیمان والوں کے درمیان جو معاہدہ ہوا ہے اس کا بندھن ٹوٹ جائے، یہ اس وقت ہوتا ہے جب وہ دونوں ایک دوسرے کی مخالفت کرتے ہیں، تو پھر واضح ہے کہ اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کرنے والے کے لئے کوئی عہد نہیں ہے۔ (الصارم المسلول)

اگر محادہ کے معنی مشاقہ کے ہیں تو ارشاد ہے

{ فَاضْرِبُوا فَوْقَ الْأَعْنَاقِ وَاضْرِبُوا مِنْهُمْ كُلَّ بَنَانٍ (١٢) ذَلِكَ بِأَنَّهُمْ شَاقُّوا اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَمَنْ يُشَاقِقِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَإِنَّ اللَّهَ شَدِيدُ الْعِقَابِ (١٣)} [الأنفال]

سو گردنوں پر مارو اور ان کے پور پور پر مارو (۱۲) یہ اس لیے ہے کہ وہ اللہ اور اس کے رسول کے مخالف ہیں اور جو کوئی اللہ اور اس کے رسول کا مخالف ہو تو بیشک اللہ سخت عذب دینے والا ہے۔

پس اس نے ان کی مخالفت کرنے کی وجہ سے انہیں قتل کرنے کا حکم دیا، پس جو بھی مخالفت کرے گا تو ضروری ہے کہ اس کے ساتھ ایسا کیا جائے، کیونکہ اس میں بھی وجہ وہی پائی جاتی ہے۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے

وَلَوْلَا أَنْ كَتَبَ اللَّهُ عَلَيْهِمُ الْجَلَاءَ لَعَذَّبَهُمْ فِي الدُّنْيَا وَلَهُمْ فِي الْآخِرَةِ عَذَابُ النَّارِ (٣) ذَلِكَ بِأَنَّهُمْ شَاقُّوا اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَمَنْ يُشَاقِّ اللَّهَ فَإِنَّ اللَّهَ شَدِيدُ الْعِقَابِ (٤)} [الحشر

اور اگر اللہ نے ان کے لیے دیس نکالا نہ لکھ دیا ہوتا تو انہیں دنیا ہی میں سزا دیتا اور آخرت میں تو ان کے لیے آگ کا عذاب ہے (٣) یہ اس لیے کہ انہوں نے اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کی اور جو اللہ کی مخالفت کرے تو بیشک اللہ سخت عذاب دینے والا ہے (٤) یعنی اللہ کی تقدیر میں پہلے سے ہی اس طرح ان کی جلاوطنی لکھی ہوئی نہ ہوتی تو ان کو دنیا میں ہی سخت عذاب سے دوچار کر دیا جاتا جیسا کہ بعد میں ان کے بھائی یہود کے ایک دوسرے قبیلے بنو قریظہ کو ایسے ہی عذاب میں مبتلا کیا گیا کہ ان کے جوان مردوں کو قتل کر دیا گیا دوسروں کو قیدی بنا لیا گیا اور ان کا مال مسلمانوں کے لیے غنیمت بنا دیا گیا۔

تفہیم القرآن

مودودی صاحب اس آیت کے ذیل میں لکھتے ہیں

دنیا کے عذاب سے مراد ہے ان کا نام و نشان مٹا دینا۔ اگر وہ صلح کر کے اپنی جانیں بچانے کے بجائے لڑتے تو ان کا پوری طرح قلع قمع ہو جاتا۔ ان کے مرد مارے جاتے اور ان کی عورتیں اور ان کے بچے لونڈی غلام بنا لیے جاتے جنہیں فدیہ دے کر چھڑانے والا بھی کوئی نہ ہوتا۔ (تفہیم القرآن)

الکتاب

الکتاب کے مصنف اس آیت کے ذیل میں لکھتے ہیں

یعنی یہ تو اللہ تعالیٰ نے ان کے ساتھ رعایت فرمائی کہ ان کو جلاوطنی کی سزا دی۔ اس کی حکمت کا تقاضا یہی ہوا کہ اسی تنبیہ پر کفایت کی جائے۔ اگر یہ بات نہ ہوتی تو اللہ تعالیٰ دنیا ہی میں ان پر اسی طرح کا فیصلہ کن عذاب بھیج دیتا جس طرح کے عذاب عاد و ثمود وغیرہ پر آئے۔ (الکتاب)

تفسیر شنقیطی

تفسیر شنقیطی میں ہے ولا شك أن مشاقة الله ورسوله من أعظم أسباب الهلاك

اس میں کوئی شک نہیں کہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی مخالفت ہلاکت کے بڑے اسباب میں سے ہے (شنقیطی ج٨ ص١٨٢)

تفسیر حومد

تفسیر حومد میں اس آیت کے ذیل میں ہے

وَقَدْ كَتَبَ اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِم الجَلاءَ فِي الدُّنْيَا ، وَالعَذَابَ فِي الآخِرَةِ ، لأَنَّهُم عَادَوا رَسُولَ اللهِ ، وَكَادُوا لَهُ وَلِلْمُسْلِمِينَ ، وَأَلَّبُوا عَلَيْهِم المُشْرِكِينَ ، مَعَ أَنَّهُم يَعْلَمُونَ أَنَّ رِسَالَةَ مُحَمَّدٍ صلى الله عليه وسلم حَقٌّ . وَمَنْ يُعَادِ اللهَ وَيُحَارِبْهُ فَإِنَّ اللهَ يُعَاقِبُهُ أَشَدَّ العِقَابِ ، وَيُنْزِلُ بِهِ الخِزْيَ وَالذِّلَّةَ وَالهَوَانَ فِي الدُّنْيَا ، وَيُنْزِلُ بِهِ العَذَابَ الأَلِيمَ فِي نَارِ جَهَنَّمَ فِي الآخِرَةِ

(تفسیرحومد ج١ص٥٠٠٨)

اللہ تعالیٰ نے دنیا میں ان کے مقدر میں جلاوطنی لکھ دی اور آخرت میں عذاب، اس لئے کہ انہوں نے اللہ کے رسول کے ساتھ دشمنی رکھی، اورانہوں نے آپ ﷺ اور مسلمانوں کے ساتھ فریب کئے، ان کے خلاف مشرکوں کو جمع کیا، اس کے باوجود کہ وہ جانتے تھے حضرت محمد ﷺ کی رسالت حق ہے، اور جو شخص اللہ تعالیٰ کے ساتھ دشمنی رکھے اوراس کے ساتھ لڑائی کرے تو اللہ تعالیٰ اسے سخت عذاب کی سزا دیں گے، اس پر دنیا میں ذلت و رسوائی اتاریں گے، اور آخرت میں اس پر جہنم کی آگ کا دردناک عذاب اتاریں گے۔

ایسر التفاسیر

ایسر التفاسیر میں اس آیت کے ذیل میں یوں لکھا ہے

جزاهم بما جزاهم به من عذاب الدنيا والآخرة بسبب مخالفتهم لله ورسوله ومعاداتهم لهما(ایسرالتفاسیر ج٤ص٢٢٨)

اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کی مخالفت کے سبب ان کو دنیا میں اور آخرت میں سزا دی جو دی۔

تفسیر کشّاف

علامہ زمخشری اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں

أنّ الله قد عزم على تطهير أرض المدينة منهم وإراحة المسلمين من جوارهم و توريثهم أموالهم ، فلولا أنه كتب عليهم الجلاء واقتضته حكمته ودعاه إلى اختياره أنه أشق عليهم من الموت { لَعَذَّبَهُمْ فِى الدنيا } بالقتل كما فعل بإخوانهم بني قريظة { وَلَهُمْ } سواء أجلوا أو قتلوا {

عَذَابَ النار } يعني : إن نجوا من عذاب الدنيا لم ينجوا من عذاب الآخرة(تفسير كشّاف ج۷ص ۲٤)

اللہ تعالیٰ نے مدینہ کی سرزمین کو پاک کرنے اور مسلمانوں کو ان کے پڑوس سے راحت پہنچانے اور انہیں ان کے مالوں کا وارث بنانے کا ارادہ کیا، اگر ان کی جلاوطنی لکھی ہوئی نہ ہوتی اور اس کی حکمت کا تقاضا نہ ہوتا تو موت سے زیادہ مشقت والی چیز ان کے لئے پسند کرتا، دنیا میں انہیں اس طرح قتل کیا جاتا جس طرح ان کے بھائیوں بنی قریظہ کا ہوا، اور ان کی جلاوطنی اور ان کا قتل دونوں برابر ہیں، اگر انہیں دنیا کے عذاب سے اس طرح نجات مل بھی گئی تو آخرت کے عذاب سے نجات نہیں پائیں گے۔

تفسیر منتخب

تفسیر منتخب میں اس آیت کے ذیل میں لکھا ہے

ذلك الذى أصابهم فى الدنيا وما ينتظرهم فى الآخرة لأنهم عادوا الله ورسوله أشد العداء ، ومن يُعَادِ الله هذا العداء فلن يفلت من عقابه ، فإن الله شديد العقاب (تفسير منتخب ج۲ص٤٦۳)

یہ جو کچھ ان کے ساتھ ہوا یہ تو صرف دنیا کی زندگی میں ہوا ہے، اور وہ بھی ہے جو آخرت میں ان کی انتظار میں ہے، کیونکہ انہوں نے اللہ اور رسول اللہ کے ساتھ بہت زیادہ دشمنی کی ہے اور جو اس طرح اللہ تعالیٰ کے ساتھ دشمنی رکھے تو اس کی سزا سے ہرگز چھوٹ نہیں سکتا، کیونکہ اللہ تعالیٰ سخت سزا دینے والا ہے۔

تفسیر روح المعانی علامہ محمود آلوسیؒ اپنی تفسیر روح المعانی میں لکھتے ہیں

{ ذلك } أي ما نزل بهم وما سينزل { بِأَنَّهُمْ } بسبب أنهم { شَآقُّواْ الله وَرَسُولَهُ } وفعلوا ما فعلوا من القبائح(روح المعانى ج۲۰ص٤١٢)

یہ سزا جو انہیں دی گئی اور جو سزا انہیں دی جائے گی اس وجہ سے ہے کہ انہوں نے اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کی اور انہوں نے جو قبیح حرکتیں کی ہیں۔

تفسیر کبیر امام فخر الدّین رازیؒ نے لکھا ہے کہ

لكن الجلاء نوع من أنواع التعذيب(تفسیر کبیر ج۱۵ص ۲۹۳)

جلاوطنی بھی عذاب کی قسموں میں سے ایک قسم ہے۔
تفسیر قطا تفسیر قطان میں اس آیت کے ذیل میں ہے

ولولا ان الله قدّر جلاءهم عن المدينة ، وخروجهم أذلاّء ، لعذّبهم في الدنيا بما هو أفظعُ منه من قتلٍ او أسر ، ولهم في الآخرة عذاب النار في جهنم وبئس القرار

اگر اللہ تعالیٰ ان کا مدینہ سے جلاوطن ہونا اوران کا ذلیل ہو کر نکلنا مقدر نہ کر دیتا تو ان کو دنیا میں عذاب دیتا، جو قتل اور قید سے زیادہ رسوا کن ہوتا، اوران کے لئے آخرت میں جہنم کی آگ کا عذاب ہو گا، جو کہ بہت برا ٹھکانا ہے۔ (تفسیر قطان ۳/۳۱۶)

اللہ تعالیٰ نے اپنے اور نبی ﷺ کے دشمنوں کو ذلیل اور رسوا کرنے کے لئے مسلمانوں کو ان دشمنوں کی تیار شدہ کھیتیاں تباہ و برباد کرنے کا حکم دے کر مزید ذلت اور رسوائی سے دو چار کیا۔ ارشاد ہے

مَا قَطَعْتُم مِّن لِّينَةٍ أَوْ تَرَكْتُمُوهَا قَائِمَةً عَلَىٰ أُصُولِهَا فَبِإِذْنِ اللَّهِ وَلِيُخْزِيَ الْفَاسِقِينَ (۵)(الحشر)

(مومنو) کھجور کے جو درخت تم نے کاٹ ڈالے یا انکو اپنی جڑوں پر کھڑا رہنے دیا سو خدا کے حکم سے تھا اور مقصود یہ تھا کہ نافرمانوں کو رسوا کرے۔

یعنی اللہ کا ارادہ یہ تھا کہ ان درختوں کو کاٹنے سے بھی ان کی ذلت و خواری ہو اور نہ کاٹنے سے بھی۔ کاٹنے میں ان کی ذلت و خواری کا پہلو یہ تھا کہ جو باغ انہوں نے اپنے ہاتھوں سے لگائے تھے اور جن باغوں کے وہ مدت ہائے دراز سے مالک چلے آرہے تھے، ان کے درخت ان کی آنکھوں کے سامنے کاٹے جارہے تھے اور وہ کاٹنے والوں کو کسی طرح نہ روک سکتے تھے۔ ایک معمولی کسان اور باغبان بھی اپنے کھیت یا باغ میں کسی دوسرے کے تصرف کو برداشت نہیں کر سکتا۔

اگر اس کے سامنے اس کا کھیت یا اس کا باغ کوئی برباد کر رہا ہو تو وہ اس پر کٹ مرے گا۔ اور اگر وہ اپنی جائیداد میں دوسرے کی دست درازی نہ روک سکے تو یہ اس کی انتہائی ذلت اور کمزوری کی علامت ہو گی۔ لیکن یہاں ایک پورا قبیلہ، جو صدیوں سے بڑے دھڑلے کے ساتھ اس جگہ آباد تھا، بے بسی کے ساتھ یہ دیکھ رہا تھا کہ اس کے ہمسائے اس کے باغوں پر چڑھ آئے ہیں اور اس کے درختوں کو برباد کر رہے ہیں، مگر وہ

ان کا کچھ نہ بگاڑ سکا۔ اس کے بعد اگر وہ مدینے میں رہ بھی جاتے تو ان کی کوئی آبرو باقی نہ رہتی۔ رہا درختوں کو نہ کاٹنے میں ذلت کا پہلو تو وہ یہ تھا کہ جب وہ مدینہ سے نکلے تو ان کی آنکھیں یہ دیکھ رہی تھیں کہ کل تک جو ہرے بھرے باغ ان کی ملکیت تھے وہ آج مسلمانوں کے قبضے میں جارہے ہیں۔ ان کا بس چلتا تو وہ ان کو پوری طرح اجاڑ کر جاتے اور ایک سالم درخت بھی مسلمانوں کے قبضے میں نہ جانے دیتے۔ مگر بے بسی کے ساتھ وہ سب کچھ جوں کا توں چھوڑ کر باحسرت ویاس نکل گئے۔ (تفہیم القرآن)

علامہ ابن تیمیہؒ لکھتے ہیں کہ محادہ عام ہے، اسی لئے تو مفسرین کرام نے سورۃ المجادلہ کی آیت ۲۲ کی تفسیر میں لکھا ہے کہ یہ ان مسلمانوں کے بارے میں نازل ہوئی جنہوں نے اپنے قریبی رشتہ داروں کو میدان جہاد میں قتل کیا تھا، اوران لوگوں کے بارے میں نازل ہوئی تھی جنہوں نے اپنے قریبی رشتہ داروں کو قتل کرنے کا ارادہ کیا تھا، وہ رشتہ دار جنہوں نے آپ ﷺ کو اذیت دی تھی، کافروں میں سے یا منافقوں میں سے، اس سے یہ معلوم ہوا کہ محادۃ یہ مشاقہ سے زیادہ عام ہے (الصارم المسلول)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے

{ لَا تَجِدُ قَوْمًا يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ يُوَادُّونَ مَنْ حَادَّ اللَّهَ وَرَسُولَهُ} الآية [المجادلة : ۲۲]

تفسیر معارف القرآن

مفتی اعظم پاکستان مفتی شفیعؒ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں

اس آیت میں مومنین مخلصین کا حال ان کے مقابل بیان فرمایا کہ وہ کسی ایسے شخص سے دوستی اور دلی تعلق نہیں رکھتے جو اللہ کا مخالف یعنی کافر ہے، اگرچہ وہ ان کا باپ یا اولاد یا بھائی یا اور قریبی عزیز ہی کیوں نہ ہو۔ صحابہ کرام سبھی کا حال یہ تھا، اس جگہ مفسرین نے بہت سے صحابہ کرام کے واقعات ایسے بیان کئے ہیں جن میں باپ بیٹے، بھائی وغیرہ سے جب کوئی بات اسلام یا رسول اللہ ﷺ کے خلاف سنی تو سارے تعلقات کو بھلا کر ان کو سزا دی بعض کو قتل کیا۔ عبد اللہ بن ابی منافق کے بیٹے عبد اللہ کے سامنے اس کے منافق باپ نے حضور کی شان میں گستاخانہ کلمہ بولا تو انہوں نے آنحضرت ﷺ سے اجازت طلب کی کہ میں اپنے باپ کو قتل کردوں، آپ نے منع فرمادیا، حضرت ابو بکر کے سامنے ان کے باپ ابو قحافہ نے حضور کی شان میں کچھ

کلمہ گستاخانہ کہہ دیا تو ارحم امتی صدیق اکبر کو اتنا غصہ آیا کہ زور سے طمانچہ رسید کیا جس سے ابو قحافہ گر پڑے ، آپ کو اس کی اطلاع ہوئی تو فرمایا کہ آئندہ ایسا نہ کرنا، حضرت ابو عبیدہ بن جراح کے والد جراح غزوہ میں کفار کے ساتھ مسلمانوں کے مقابلہ کے لئے آئے تو میدان جہاد میں وہ بار بار حضرت ابو عبیدہ نے ان کو قتل کر دیا، یہ اور ان کے امثال بہت سے واقعات صحابہ کرام کے پیش آئے ، ان پر آیات مذکورہ نازل ہوئیں (معارف القرآن بحوالہ قرطبی)

اس پر اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان بھی دلالت کرتا ہے

أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ تَوَلَّوْا قَوْمًا غَضِبَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ مَا هُمْ مِنكُمْ وَلَا مِنْهُمْ وَيَحْلِفُونَ عَلَى الْكَذِبِ وَهُمْ يَعْلَمُونَ (١٤) أَعَدَّ اللَّهُ لَهُمْ عَذَابًا شَدِيدًا إِنَّهُمْ سَاءَ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ (١٥) اتَّخَذُوا أَيْمَانَهُمْ جُنَّةً فَصَدُّوا عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ فَلَهُمْ عَذَابٌ مُهِينٌ (١٦) لَنْ تُغْنِيَ عَنْهُمْ أَمْوَالُهُمْ وَلَا أَوْلَادُهُمْ مِنَ اللَّهِ شَيْئًا أُولَئِكَ أَصْحَابُ النَّارِ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ (١٧) يَوْمَ يَبْعَثُهُمُ اللَّهُ جَمِيعًا فَيَحْلِفُونَ لَهُ كَمَا يَحْلِفُونَ لَكُمْ وَيَحْسَبُونَ أَنَّهُمْ عَلَى شَيْءٍ أَلَا إِنَّهُمْ هُمُ الْكَاذِبُونَ (١٨) اسْتَحْوَذَ عَلَيْهِمُ الشَّيْطَانُ فَأَنْسَاهُمْ ذِكْرَ اللَّهِ أُولَئِكَ حِزْبُ الشَّيْطَانِ أَلَا إِنَّ حِزْبَ الشَّيْطَانِ هُمُ الْخَاسِرُونَ (١٩) إِنَّ الَّذِينَ يُحَادُّونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ أُولَئِكَ فِي الْأَذَلِّينَ (٢٠)}(المجادلہ)

کیا آپ نے ان کو نہیں دیکھا جنہوں نے اس قوم سے دوستی رکھی ہے جن پر اللہ کا غضب ہے نہ وہ تم میں سے ہیں اور نہ ان میں سے اور وہ جان بوجھ کر جھوٹ پر قسمیں کھاتے ہیں (۱۴) اللہ نے ان کے لیے سخت عذاب تیار کر رکھا ہے بیشک وہ بہت ہی برا ہے جو کچھ وہ کرتے ہیں (۱۵) انہوں نے اپنی قسموں کو ڈھال بنالیا ہے پس وہ (لوگوں کو) اللہ کی راہ سے روکتے ہیں تو ان کے لیے ذلیل کرنے والا عذاب ہے (۱۶) اللہ کے مقابلہ میں نہ تو ان کے مال ہی کچھ کام آئیں گے اور نہ ان کی اولاد کچھ کام آئے گی یہ دوزخی لوگ ہیں وہ اس میں ہمیشہ رہنے والے ہیں (۱۷) جس دن اللہ ان سب کو قبروں سے اٹھائے گا تو اس کے سامنے بھی ایسی ہی قسمیں کھائیں گے جیسی کہ تمہارے سامنے کھاتے ہیں اور سمجھ رہے ہیں کہ ہم رستے پر ہیں خبر دار بیشک وہی جھوٹے ہیں (۱۸) ان پر شیطان نے غلبہ پالیا ہے پس اس نے انہیں اللہ کا ذکر بھلا دیا ہے یہی شیطان کا گروہ ہے خبر دار بیشک

شیطان کا گروہ ہی نقصان اٹھانے والا ہے (۱۹) بے شک جو لوگ اللہ اور اسکے رسول کی مخالفت کرتے ہیں یہی لوگ ذلیلوں میں ہیں (۲۰)

تفسیر ابن کثیر

مفسر قرآن علامہ ابن کثیرؒ سورۃ المجادلہ کی ۲۰ ویں آیت کے بعد اس کی تفسیر میں یوں لکھتے ہیں

اللہ تعالیٰ بیان فرماتا ہے کہ جو لوگ حق سے برگشتہ ہیں ہدایت سے دور ہیں اللہ اور اس کے رسول کے مخالف ہیں احکام شرع کی اطاعت سے الگ ہیں یہ لوگ انتہادرجے کے ذلیل بے وقار اور خستہ حال ہیں، رحمت رب سے دور اللہ کی مہربانی بھری نظروں سے اوجھل اور دنیا و آخرت میں برباد ہیں۔ اللہ تعالیٰ تو فیصلہ کر چکا ہے بلکہ اپنی پہلی کتاب میں ہی لکھ چکا ہے اور مقدر کر چکا ہے جو تقدیر اور جو تحریر نہ مٹے نہ بدلے نہ اسے ہیر پھیر کرنے کی کسی میں طاقت، کہ وہ اور اس کی کتاب اور اس کے رسول اور اس کے مومن بندے دنیا اور آخرت میں غالب رہیں گے، جیسے اور جگہ ہے

اِنَّا لَنَنْصُرُ رُسُلَنَا وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَيَوْمَ يَقُوْمُ الْاَشْهَادُ (غافر:۵۱)

ہم اپنے رسولوں کی اور ایمان دار بندوں کی ضرور ضرور مدد کریں گے دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی جس دن گواہ قائم ہو جائیں گے اور جس دن گنہگاروں کو کوئی عذر و معذرت فائدہ نہ پہنچائے گی ان پر لعنت برستی ہو گی اور ان کے لئے برا گھر ہو گا یہ لکھنے والا اللہ قوی ہے اور اس کا لکھا ہوا اٹل ہے وہ غالب و قہار ہے۔ اپنے دشمنوں پر ہر وقت قابو رکھنے والا ہے اس کا یہ اٹل فیصلہ اور طے شدہ امر ہے کہ دونوں جہان میں انجام کے اعتبار سے غلبہ و نصرت مومنوں کا حصہ ہے۔

پھر فرماتا کہ یہ ناممکن ہے کہ اللہ کے دوست اللہ کے دشمنوں سے محبت رکھیں، ایک اور جگہ ہے کہ مسلمانوں کو چاہئے کہ مسلمانوں کو چھوڑ کر کافروں کو اپنا دلی دوست نہ بنائیں ایسا کرنے والے اللہ کے ہاں کسی گنتی میں نہیں، ہاں ڈر خوف کے وقت عارضی دفع کے لئے ہو تو اور بات ہے اللہ تعالیٰ تمہیں اپنی گرامی ذات سے ڈرا رہا ہے

اور جگہ ہے اے نبی ﷺ آپ اعلان کر دیجئے کہ اگر تمہارے باپ، دادا، بیٹے، پوتے، بچے، کنبہ، قبیلہ، مال دولت، تجارت حرفت، گھربار وغیرہ تمہیں اللہ تعالیٰ اس کے رسول ﷺ کے، اس کی راہ میں جہاد

کی نسبت زیادہ عزیز اور محبوب ہیں تو تم اللہ کے عنقریب برس پڑنے والے عذاب کا انتظار کرو اس قسم کے فاسقوں کی رہبری بھی اللہ کی طرف سے نہیں ہوتی۔(تفسیر ابن کثیرؒ)

حضرات صحابہ کرامؓ کی آپ ﷺ کے ساتھ بے پناہ محبت تھی ، آپ ﷺ کی عزت، ناموس اور محبت کے سامنے ان کے لئے ہر چیز ہیچ تھی ،علامہ ابن کثیرؒ نے سورۃ المجادلہ کی آیت ۲۰ کی تفسیر کے دوران لکھا کہ حضرت ابو عبیدہؓ نے بدر کے معرکہ میں اپنے والد کو قتل کر دیا تھا، حضرت ابو بکر صدیق نے اپنے بیٹے عبدالرحمن کو قتل کرنے کا ارادہ کیا، حضرت مصعب بن عمیرؓ نے اپنے سگے بھائی عمیر کو قتل کر دیا تھا، اسی طرح حضرت عمرؓ نے اس دن اپنے ایک قریبی رشتہ دار کو قتل کر دیا تھا، اسی طرح حضرت حمزہؓ، حضرت عبیدہ بن الحارثؓ اور حضرت علیؓ نے عتبہ ،شیبہ اور ولید بن عتبہ کو قتل کر دیا تھا(تفسیر ابن کثیرؒ ج۸ ص ۵۴)

یہ آیات ان منافقوں کی یہود نوازی اور ان کے ساتھ دوستی کا پتہ دیتی ہیں، جن پر اللہ تعالیٰ نے اپنا غضب نازل کیا، یہ یہود نبی اکرم ﷺ کے ساتھ عہد و پیمان رکھتے تھے، پھر رب تعالیٰ نے اس بات کی وضاحت فرمائی کہ اہل ایمان اللہ اور رسول اللہ کے مخالفین سے دوستی کی پینگیں نہیں بڑھاتے، اور یہاں یہ بات بھی ضروری ہے کہ اس میں یہودیوں کے ساتھ عدم مودت (دوستی کا نہ ہونا) داخل ہو، اگرچہ وہ عہد و پیمان والے ہی کیوں نہ ہوں، اس لئے کہ آیت کے نزول کا سبب یہی ہے، اور اس بات کا تقاضا بھی ہے، اس لئے کہ اہل کتاب اللہ اور رسول اللہ کے مخالف ہیں، اگرچہ وہ معاہد ہی کیوں نہ ہوں، اور یہ آیت اس بات پر بھی دلالت کرتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں اور کافروں کے درمیان موالات، دوستی اور تعلقات کا سلسلہ ختم کر دیا، اسی بناء پر تو ان کے ساتھ عہد باندھا جاتا ہے کہ کہ وہ مخالفت کا اظہار نہیں کریں گے اور نہ ہی اس کا اعلان کریں گے، جب بھی وہ مخالفت کا اظہار کریں گے تو محادین میں شمار ہوں گے، تو محادین کے ساتھ کسی قسم کا عہد و پیمان نہیں ہے، یہ مخالفت کرنے والے ہیں اس لئے دنیا کی رسوائی یعنی قتل کے مستحق ہیں، اسی طرح آخرت میں عذاب دیئے جائیں گے۔

اللہ اور رسول اللہ کو ایذا دینے والوں کی سزا

رب العالمین نے ارشاد فرمایا:

إِنَّ الَّذِينَ يُؤْذُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ لَعَنَهُمُ اللَّهُ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَأَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا مُهِينًا (الأحزاب : ۵۷)

جولوگ اللہ اور اس کے رسول کو ایذا دیتے ہیں ان پر اللہ نے دنیا اور آخرت میں لعنت کی ہے اور ان کے لیے ذلت کا عذاب تیار کر رکھا ہے۔

تفسیر عثمانی

شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانی اس آیت کے ذیل میں لکھتے ہیں

اوپر مسلمانوں کو حکم تھا کہ نبی کریم ﷺ کی ایذاء کا سبب نہ بنیں بلکہ ان کی انتہائی تعظیم و تکریم کریں جس کی ایک صورت صلوٰۃ و سلام بھیجنا ہے۔ اب بتلایا کہ اللہ و رسول کو ایذا دینے والے دنیا و آخرت میں ملعون و مطرود اور سخت رسوا کن عذاب میں مبتلا ہوں گے۔ اللہ کو ستانا یہ ہی ہے کہ اس کے پیغمبروں کو ستائیں یا اس کی جناب میں نالائق باتیں کہیں ۔

تفسیر ابن کثیرؒ

علامہ ابن کثیرؒ اس آیت کے ذیل میں لکھتے ہیں

وَالظَّاهِرُ أَنَّ الْآيَةَ عَامَّةٌ فِي كُلِّ مَنْ آذَاهُ بِشَيْءٍ، وَمَنْ آذَاهُ فَقَدْ آذَى اللَّهَ، وَمَنْ أَطَاعَهُ فَقَدْ أَطَاعَ اللَّهَ، كَمَا قَالَ الْإِمَامُ أَحْمَدُ:قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "اللَّهَ اللَّهَ فِي أَصْحَابِي، لَا تَتَّخِذُوهُمْ غَرَضا بَعْدِي، فَمِنْ أَحَبَّهُمْ فَبِحُبِّي أَحَبَّهُمْ، وَمَنْ أَبْغَضَهُمْ فَبِبُغْضِي أَبْغَضَهُمْ، وَمَنْ آذَاهُمْ فَقَدْ آذَانِي، وَمِنْ آذَانِي فَقَدْ آذَى اللَّهَ، وَمَنْ آذَى اللَّهَ يُوشِكُ أَنْ يَأْخُذَهُ".(التِّرْمِذِيُّ)مِنْ حَدِيثِ عَبيدة بْنِ أَبِي رَائِطَةَ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ زِيَادٍ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الْمُغَفَّلِ، بِهِ. ثُمَّ قَالَ: وَهَذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ، لَا نَعْرِفُهُ إِلَّا مِنْ هَذَا الْوَجْهِ وَقَوْلُهُ: {وَالَّذِينَ يُؤْذُونَ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ بِغَيْرِ مَا اكْتَسَبُوا} أَيْ: يَنْسُبُونَ إِلَيْهِمْ مَا هُمْ بُرَاء مِنْهُ لَمْ يَعْمَلُوهُ وَلَمْ يَفْعَلُوهُ، {فَقَدِ احْتَمَلُوا بُهْتَانًا وَإِثْمًا مُبِينًا} وَهَذَا هُوَ الْبُهْتُ الْبَيِّنُ أَنْ يُحْكَى أَوْ يُنْقَلَ عَنِ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ مَا لَمْ

يَفْعَلُوهُ، عَلَى سَبِيلِ الْعَيْبِ وَالتَّنَقُّصِ لَهُمْ، وَمَنْ أَكْثَرِ مَنْ يَدْخُلُ فِي هَذَا الْوَعِيدِ الكفرةُ بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ ، ثُمَّ الرَّافِضَةُ الَّذِينَ يَتَنَقَّصُونَ الصَّحَابَةَ وَيَعِيبُونَهُم بِمَا قَدْ بَرَّأهم اللَّهُ مِنْهُ، وَيَصِفُونَهُمْ بِنَقِيضِ مَا أَخْبَرَ اللَّهُ عَنْهُمْ؛ (تفسیرابن کثیر ج٦ ص٤٨٠)

آیت عام ہے کسی طرح بھی اللہ کے رسول ﷺ کو تکلیف دے وہ اس آیت کے ماتحت ملعون اور معذب ہے۔ اس لئے کہ رسول اللہ کو ایذاء دینی گویا اللہ کو ایذاء دینی ہے۔ جس طرح آپ کی اطاعت عین اطاعت الٰہی ہے۔ حضور ﷺ فرماتے ہیں میں تمہیں اللہ کو یاد دلاتا ہوں دیکھو اللہ کو بیچ میں رکھ کر تم سے کہتا ہوں کہ میرے اصحابؓ کو میرے بعد نشانہ نہ بنالینا میری محبت کی وجہ سے ان سے بھی محبت رکھنا ان سے بغض و بیر رکھنے والا مجھ سے دشمنی کرنے والا ہے۔ انھیں جس نے ایذاء دی اور جس نے اللہ کو ایذاء دی یقین مانو کہ اللہ اس کو پکڑ لے گا۔ (ترمذی)۔

جو لوگ ایمانداروں کی طرف ان برائیوں کو منسوب کرتے ہیں۔ جن سے وہ بری ہیں وہ بڑے بہتان باز اور زبردست گناہ گار ہیں۔ اس وعید میں سب سے پہلے تو کفار داخل ہیں پھر رافضی شیعہ جو صحابہ پر عیب گیری کرتے ہیں اور اللہ نے جن کی تعریفیں کی ہیں یہ انھیں برا کہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے صاف فرمادیا ہے کہ وہ انصار و مہاجرین سے خوش ہے۔ قرآن کریم میں جگہ جگہ ان کی مدح و ستائش موجود ہے۔ لیکن یہ بے خبر کند ذہن انھیں برا کہتے ہیں ان کی مذمت کرتے ہیں اور ان میں وہ باتیں بتاتے ہیں جن سے وہ بالکل الگ ہیں۔ حق یہ ہے کہ اللہ کی طرف سے ان کے دل اوندھے ہوگئے ہیں اس لئے ان کی زبانیں بھی الٹی چلتی ہیں۔ قابل مدح لوگوں کی مذمت کرتے ہیں اور مذمت والوں کی تعریفیں کرتے ہیں۔

تفسیر تیسیر القرآن

تفسیر تیسیر القرآن میں اس آیت کے ذیل میں ہے

اللہ کو دکھ پہنچانے کی کئی صورتیں ہیں۔ پہلی صورت شرک ہے کہ اس کی ذات اور صفات میں دوسروں کو شریک بنالیا جائے چنانچہ ایک حدیث قدسی کے مطابق اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ آدم کا بیٹا مجھے سخت دکھ پہنچاتا

ہے۔ جب کہتا کہ اللہ کی اولاد ہے۔ دوسری صورت یہ ہے کہ دین اسلام کے خلاف معاندانہ سرگرمیوں میں حصہ لینے والے سب لوگ فی الحقیقت اللہ اور اس کے رسول دونوں کو دکھ پہنچاتے ہیں۔

اور تیسری صورت یہ ہے کہ جو رسول اللہ کو الزام تراشیوں اور طعن و تشنیع سے دکھ پہنچاتے ہیں۔ اور ایسے مواقع رسول اللہ کی زندگی میں بکثرت آتے رہے۔ وہ لوگ حقیقتاً اللہ ہی کو دکھ پہنچاتے ہیں۔ کیونکہ رسول اللہ کی ذات اللہ کی طرف سے مامور ہے اسی لحاظ سے رسول کی اطاعت ہی فی الحقیقت اللہ کی اطاعت ہے۔

اسی طرح اللہ کے رسول کی نافرمانی فی الحقیقت اللہ تعالیٰ کی نافرمانی ہے۔ اسی طرح اللہ کے رسول کو ستانا اور تکلیف پہنچانا فی الحقیقت اللہ کو دکھ پہنچانا ہے۔ پھر آخر اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کو ذلت و رسوائی کا عذاب کیوں نہ دے گا۔ (تفسیر تیسیر القرآن)

روح المعانی

علامہ محمود آلوسیؒ اس آیت کے ذیل میں لکھتے ہیں

اللہ تعالیٰ کو ایذا دینے سے مراد یہود و نصاریٰ کا وہ قول ہے جس میں انہوں نے کہا تھا کہ ید اللہ مغلولہ اور حضرت عیسیٰ اللہ تعالیٰ کے بیٹے اور فرشتے اس کی بیٹیاں اور بت اس کے شریک ہیں، حالانکہ اللہ تعالیٰ ان ساری باتوں سے بہت بلند ہے، اور یہ بھی کہا گیا ہے اس سے مراد ان کا وہ قول ہے جس میں اللہ تعالیٰ کی آیات کا انکار کیا گیا ہے، یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس سے مصورین کی تصاویر مراد ہیں۔

اس کے بعد علامہ آلوسی کہتے ہیں کہ آپ ﷺ کی ایذا سے مراد ان کا وہ قول ہے جس میں انہوں نے آپ ﷺ کو جادوگر، کاہن اور مجنون کہا تھا، اور یہ بھی کہا گیا ہے اس سے مراد آپ ﷺ کے سامنے والے دندان مبارک کا شہید کیا جانا ہے، اور آپ ﷺ کے چہرۂ انور کا احد کے دن زخمی کیا جانا ہے، اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس سے مراد حضرت صفیہ بنت حیؓ کے نکاح میں ان کا طعن کرنا ہے، صحیح بات یہ ہے کہ ان دونوں میں عموم ہے، آپ ﷺ کی ایذا کا خصوصیت کے ساتھ حقیقتاً ذکر ہے اور اللہ تعالیٰ کا ذکر بطور تعظیم کے ہے، کیونکہ اس کا بیان اس کے قریب ہے اور آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کے محبوب ہیں، تو جو آپ ﷺ

کو ایذا دے گا وہ اللہ تعالیٰ کو ایذا دے گا، جیسے آپ ﷺ کی اطاعت کرنے والا گویا کہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرنے والا ہے (روح المعانی ج۱٦ص ۲۲۱)

علامہ ابن تیمیہؒ علامہ ابن تیمیہؒ الصارم المسلول میں لکھتے ہیں کہ یہ آیت اللہ اوراس کے رسول کو ایذا دینے والے کے قتل کو واجب کرتی ہے، اس لئے کہ ہم ایسے لوگوں کے ساتھ کوئی ایسا عہد و پیمان نہیں کریں گے جو اللہ اوراس کے رسول کو ایذا دیں (الصارم)

علامہ لکھتے ہیں کہ اس بات کی وضاحت نبی اکرم ﷺ کا وہ ارشاد بھی ہے جس میں آپ ﷺ نے فرمایا تھا کہ کون ہے جو کعب بن اشرف کو دیکھے جس نے اللہ اوراس کے رسول کو اذیت دی ہے۔(الصارم)

حدیث شریف میں ہے کہ ایک آدمی آپ ﷺ کو گالی دیا کرتا تھا، تو آپ ﷺ نے فرمایا:

[من يكفيني عدوي]

مجھے میرے دشمن سے کون کفایت کرے گا۔

معلوم ہوا کہ آپ ﷺ کو سب و شتم کرنے والا حلال الدم ہے، اسی لئے تو اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

{ إِنَّ الَّذِينَ يُحَادُّونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ أُولَئِكَ فِي الْأَذَلِّينَ (۲۰)} [المجادلة]

یہاں اللہ اور رسول اللہ ﷺ کی مخالفت کرنے والوں کو ذلیل ترین کہا گیا ہے، اگر یہ لوگ معصوم ہوتے تو ان کو ذلیل ترین نہ کہا جاتا، اور نہ ہی یہ ذلیل ترین ہوتے، اسی لئے تو اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

{ و لله العزة و لرسوله و للمؤمنين } [المنافقون : ۸]

عزت تو اللہ، رسول اللہ اور ایمان والوں کے لئے ہے۔ اوراسی طرح اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے،

{ كُبِتُوا كَمَا كُبِتَ الَّذِينَ مِن قبلهم } [المجادلة : ۵]

پہلوں کی طرح ان کو ذلیل کیا جائے گا، تو ایمان والوں کو کبھی اس طرح ذلیل نہیں کیا جاتا، جس طرح انبیاء کرام کو جھٹلانے والوں کو ذلیل کیا جاتا ہے، اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے،

{ لا تجد قوما يؤمنون بالله و اليوم الآخر يوادون من حاد الله و رسوله } الآية [المجادلة : ۲۲]

اللہ اورآخرت پر ایمان رکھنے والے تو اللہ اور رسول اللہ کے مخالفین کے ساتھ دوستی اور تعلق قائم نہیں رکھتے، اگر اللہ اور رسول اللہ کے دشمنوں اور مخالفین کے ساتھ محبت اور دوستی قائم کریں تو مومن ہی نہیں ہیں، تو اگر وہ بذات خود اللہ اور رسول اللہ کی مخالفت کرے تو پھر کیسا ہے؟ اس آیت کے شانِ نزول میں یہ کہا گیا ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق کے والد ابو قحافہ نے آپ ﷺ کو گالی دی تو حضرت صدیق اکبرؓ نے اسے قتل کرنے کا ارادہ کیا تھا۔(الصارم المسلول علی شاتم الرسول ﷺ)

یا عبد اللہ بن اُبی منافق نے آپ ﷺ کی تنقیص کی تو اس کے مسلمان بیٹے حضرت عبد اللہؓ نے آپ ﷺ سے اجازت لی کہ وہ اپنے باپ کو قتل کریں گے، تو اس سے معلوم ہوا کہ آپ ﷺ کی مخالفت کرنے والا حلال الدم ہے، اسی طرح اللہ تعالیٰ نے مؤمنین اور اللہ اور رسول اللہ کے مخالفین اور معاندین کے درمیان موالات اور دوستانہ مراسم کا سلسلہ کاٹ ڈالا ہے۔

لَا تَجِدُ قَوْمًا يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ يُوَادُّونَ مَنْ حَادَّ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَلَوْ كَانُوا آبَاءَهُمْ أَوْ أَبْنَاءَهُمْ أَوْ إِخْوَانَهُمْ أَوْ عَشِيرَتَهُمْ أُولَئِكَ كَتَبَ فِي قُلُوبِهِمُ الْإِيمَانَ وَأَيَّدَهُمْ بِرُوحٍ مِنْهُ وَيُدْخِلُهُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ أُولَئِكَ حِزْبُ اللَّهِ أَلَا إِنَّ حِزْبَ اللَّهِ هُمُ الْمُفْلِحُونَ (٢٢)} الآية [المجادلة

جو لوگ خدا پر اور روز قیامت پر ایمان رکھتے ہیں تم ان کو خدا اور اس کے رسول کے دشمنوں سے دوستی کرتے ہوئے نہ دیکھو گے خواہ وہ ان کے باپ یا بیٹے یا بھائی یا خاندان ہی کے لوگ ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کے دلوں میں خدا نے ایمان (پتھر پر لکیر کی طرح) تحریر کر دیا ہے اور فیض غیبی سے ان کی مدد کی ہے۔ اور وہ ان کو بہشتوں میں جن کے تلے نہریں بہ رہی ہیں جا داخل کرے گا ہمیشہ ان میں رہیں گے خدا ان سے خوش اور وہ خدا سے خوش۔ یہی گروہ خدا کا لشکر ہے (اور) سن لکھو کہ خدا ہی کا لشکر مراد حاصل کرنیوالا ہے۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لا تَتَّخِذُوا عَدُوِّي وَعَدُوَّكُمْ أَوْلِيَاءَ تُلْقُونَ إِلَيْهِمْ بِالْمَوَدَّةِ وَقَدْ كَفَرُوا بِمَا جَاءَكُمْ مِنَ الْحَقِّ يُخْرِجُونَ الرَّسُولَ وَإِيَّاكُمْ أَنْ تُؤْمِنُوا بِاللَّهِ رَبِّكُمْ إِنْ كُنْتُمْ خَرَجْتُمْ جِهَادًا فِي سَبِيلِي وَابْتِغَاءَ مَرْضَاتِي تُسِرُّونَ إِلَيْهِمْ بِالْمَوَدَّةِ وَأَنَا أَعْلَمُ بِمَا أَخْفَيْتُمْ وَمَا أَعْلَنْتُمْ وَمَنْ يَفْعَلْهُ مِنْكُمْ فَقَدْ ضَلَّ سَوَاءَ السَّبِيلِ (١) إِنْ يَثْقَفُوكُمْ يَكُونُوا لَكُمْ أَعْدَاءً وَيَبْسُطُوا إِلَيْكُمْ أَيْدِيَهُمْ وَأَلْسِنَتَهُمْ بِالسُّوءِ وَوَدُّوا لَوْ تَكْفُرُونَ (٢) لَنْ تَنْفَعَكُمْ أَرْحَامُكُمْ وَلا أَوْلادُكُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ يَفْصِلُ بَيْنَكُمْ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ (٣) } [الممتحنة]

اے ایمان والو میرے دشمنوں اور اپنے دشمنوں کو دوست نہ بناؤ کہ ان کے پاس دوستی کے پیغام بھیجتے ہو حالانکہ تمہارے پاس جو سچا دین آیا ہے اس کے یہ منکر ہو چکے ہیں رسول کو اور تمہیں اس بات پر نکالتے ہیں کہ تم اللہ اپنے رب پر ایمان لائے ہو اگر تم جہاد کے لیے میری راہ میں اور میری رضاجوئی کے لیے نکلے ہو تو ان کو دوست نہ بناؤ تم ان کے پاس پوشیدہ دوستی کے پیغام بھیجتے ہو حالانکہ میں خوب جانتا ہوں جو کچھ تم مخفی اور ظاہر کرتے ہو اور جس نے تم میں سے یہ کام کیا تو وہ سیدھے راستہ سے بہک گیا(۱) اگر وہ تم پر قابو پائیں تو تمہارے دشمن ہو جائیں اور تم پر اپنے ہاتھ اور اپنی زبانیں برائی سے دراز کریں اور چاہتے ہیں کہ کہیں تم کافر ہو جاؤ(۲) نہ تمہیں تمہارے رشتے ناطے اور نہ تمہاری اولاد قیامت کے دن نفع دیں گے وہ تمہارے درمیان فیصلہ کرے گا اور جو تم کرتے ہو اللہ اسے خوب دیکھتا ہے(۳)

معلوم ہوا کہ یہ ایمان والے نہیں ہیں۔ سورۃ الحشر کی آیت ۴ میں گستاخان رسول کی جلاوطنی کا ذکر کیا گیا ہے، جس میں ان کی دنیوی سزا اور اخروی عذاب کا ذکر کیا گیا جس کی وجہ اللہ اور رسول اللہ ﷺ کی مخالفت بتائی گئی ہے، اور نبی ﷺ کو ایذا اللہ اور رسول اللہ ﷺ کی مخالفت بتائی گئی ہے، اور یہاں عذاب وہ خود یا ہمارے ہاتھوں سے دینا چاہتا ہے، اور کچھ نہیں تو یہاں ان کے مالوں کی بربادی اور علاقے کی جدائی مقصود ہے۔

پھر اللہ تعالیٰ نے ایک مقام پر یوں ارشاد فرمایا:

إِذْ يُوحِي رَبُّكَ إِلَى الْمَلَائِكَةِ أَنِّي مَعَكُمْ فَثَبِّتُوا الَّذِينَ آمَنُوا سَأُلْقِي فِي قُلُوبِ الَّذِينَ كَفَرُوا الرُّعْبَ فَاضْرِبُوا فَوْقَ الْأَعْنَاقِ وَاضْرِبُوا مِنْهُمْ كُلَّ بَنَانٍ (١٢) ذَٰلِكَ بِأَنَّهُمْ شَاقُّوا اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَمَن يُشَاقِقِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَإِنَّ اللَّهَ شَدِيدُ الْعِقَابِ (١٣)} [الأنفال]

اس وقت کو یاد کرو جب کہ آپ کا رب فرشتوں کو حکم دیتا تھا کہ میں تمہارا ساتھی ہوں سو تم ایمان والوں کی ہمت بڑھاؤ میں ابھی کفار کے قلوب میں رعب ڈالے دیتا ہوں سو تم گردنوں پر مارو اور ان کے پور پور کو مارو(۱۲) یہ (سزا) اس لئے دی گئی کہ انہوں نے خدا اور اس کے رسول کی مخالفت کی اور جو شخص خدا اور اسکے رسول کی مخالفت کرتا ہے۔ تو خدا بھی سخت عذاب دینے والا ہے۔(۱۳) انہیں قتل کرنے اوران کے دل میں رعب ڈالنے کی وجہ یہی ہے کہ وہ اللہ اور رسول اللہ ﷺ کی مخالفت کرتے ہیں، تو جو شخص بھی اس جرم کا ارتکاب کرے گا وہ اس سزا کو پائے گا۔

رسول اللہ ﷺ کو اذیت دینے والے کو دردناک عذاب

منافقین کی اذیت رسانی کا ایک انداز یہ تھا، کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے بارے میں کہتے تھے کہ آپ ﷺ کانوں کے کچے ہیں، قرآن میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے

وَمِنْهُمُ الَّذِينَ يُؤْذُونَ النَّبِيَّ وَيَقُولُونَ هُوَ أُذُنٌ قُلْ أُذُنُ خَيْرٍ لَّكُمْ يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَيُؤْمِنُ لِلْمُؤْمِنِينَ وَرَحْمَةٌ لِّلَّذِينَ آمَنُوا مِنكُمْ وَالَّذِينَ يُؤْذُونَ رَسُولَ اللَّهِ لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ (٦١) [التوبة :]

اور بعضے ان میں سے پیغمبر کو ایذا دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ شخص نِرا کان ہے کہہ دے وہ کان تمہاری بھلائی کے لیے ہے اللہ پر یقین رکھتا ہے اور مسلمانوں کی بات کا یقین کرتا ہے اور تم میں سے ایمان والوں کے حق میں رحمت ہے اور جو لوگ رسول اللہ کو ایذا دیتے ہیں ان کے لیے دردناک عذاب ہے۔

علامہ ابن کثیرؒ اس آیت کے ذیل میں لکھتے ہیں

منافقوں کی ایک جماعت بڑی موذی ہے اپنے باتوں سے اللہ کے رسول ﷺ کو دکھ پہنچاتی ہے اور کہتی ہے کہ یہ نبی تو کانوں کا بڑا ہی کچا ہے جس سے جو سنا مان لیا جب ہم اس کے پاس جائیں گے اور قسمیں کھائیں گے وہ

ہماری بات کا یقین کر لے گا۔ اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتا ہے کہ وہ بہتر کانوں والا بہترین سننے والا ہے وہ صادق و کاذب کو خوب جانتا ہے وہ اللہ کی باتیں مانتا ہے، اور باایمان لوگوں کی سچائی بھی جانتا ہے وہ مومنوں کے لئے رحمت ہے اور بے ایمانوں کے لئے اللہ کی حجت ہے رسول کے ستانے والوں کے لئے دردناک عذاب ہے۔

(تفسیر ابن کثیر ج۴ص ۱۷۰)

نَزَلَتْ فِي جَمَاعَةٍ مِنَ الْمُنَافِقِينَ كَانُوا يؤذون الرسول صلى الله عليه وسلم وَيَقُولُونَ [فِيهِ] مَا لَا ينبغي، فقال بَعْضُهُمْ: لَا تَفْعَلُوا فَإِنَّا نَخَافُ أَنْ يَبْلُغَهُ مَا تَقُولُونَ فَيَقَعَ بِنَا، فَقَالَ الْجُلَاسُ بْنُ سُوَيْدٍ: نَقُولُ مَا شِئْنَا ثُمَّ نَأْتِيهِ فَنُنكِرُ مَا قُلْنَا،وُنَحْلِفُ فَيُصَدِّقُنَا بِمَا نَقُولُ فَإِنَّمَا مُحَمَّدٌ أُذُنٌ سَامِعَةٌ، فَأَنْزَلَ اللَّهُ تَعَالَى هَذِهِ الْآيَةَ (اسباب النزول للواحدی ص۲۸۶سیرۃ ابن ہشام ج۱ص۵۲۱)

یہ آیت منافقین کی ایک جماعت کے بارے میں نازل ہوئی ہے جو رسول اللہ کو اذیت دیتے تھے اور آپ کے بارے میں ناشائستہ باتیں کہتے تھے ان میں سے کچھ لوگوں نے کہا کہ ایسی اذیت رساں باتیں کہنے والا کام نہ کرو ہمیں اس بات کا اندیشہ ہے کہ جو کچھ تم کہتے ہو وہ باتیں نبی کریم تک پہنچ جائیں تو وہ ہم پر ٹوٹ پڑیں گے اس پر جلاس بن سوید نے کہا: کہ ہم جو چاہتے ہیں کہتے ہیں پھر ہم آپ کے پاس آتے ہیں اور جو کچھ ہم نے کہا تھا اس کا انکار کر دیتے ہیں اور ہم جو کچھ کہتے ہیں آپ اسے سچ سمجھ لیتے ہیں محمد صرف اذن سامعۃ یعنی سننے والا کان ہیں اس پر اللہ نے یہ آیت نازل کی۔

محمد بن اسحاق نے اس آیت کا شان نزول یوں ذکر کیا ہے

نَزَلَتْ فِي رَجُلٍ مِنَ الْمُنَافِقِينَ يُقَالُ لَهُ نَبْتَلُ بْنُ الْحَارِثِ، وَكَانَ رَجُلًا أَذْلَمَ، ثَائِرَ شَعْرِ الرَّأْسِ، أَحْمَرَ الْعَيْنَيْنِ، أَسْفَعَ الْخَدَّيْنِ، مُشَوَّهَ الْخِلْقَةِ، وَقَدْ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "مَنْ أَحَبَّ أَنْ يَنْظُرَ إِلَى الشَّيْطَانِ فَلْيَنْظُرْ إِلَى نَبْتَلَ بْنِ الْحَارِثِ"، وَكَانَ يَنِمُّ حَدِيثَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى الْمُنَافِقِينَ، فَقِيلَ لَهُ: لَا تَفْعَلْ، فَقَالَ: إِنَّمَا مُحَمَّدٌ أُذُنٌ فَمَنْ حَدَّثَهُ شَيْئًا صَدَّقَهُ، فَنَقُولُ مَا شِئْنَا،

ثُمَّ نَأْتِيهِ وَنَحْلِفُ بِاللَّهِ فَيُصَدِّقُنَا. فَأَنْزَلَ اللَّهُ تَعَالَى هَذِهِ الْآيَةَ{اسباب النزول ص۸۶،طبری ۱۴/۳۲۴، درّمنثور۴/۲۲۷، تفسیر بغوی ۴/۶۷، روح المعانی ۷/۲۷۴}

کہ یہ آیت منافقین میں سے ایک شخص کے بارے میں نازل ہوئی ہے جسے نبتل بن الحارث کہا جاتا ہے یہ شخص بد شکل سرخ آنکھوں والا، پچکے گالوں والا یا داغدار گالوں والا تھا یہ وہی شخص ہے جس کے بارے میں نبی کریم ﷺ نے فرمایا تھا کہ جس نے شیطان کو دیکھنا ہو وہ نبتل بن الحارث کو دیکھے۔ یہ شخص آپ کی باتوں کی چغلی منافقوں سے لگایا کرتا تھا اسے کہا گیا کہ ایسا نہ کرو اس نے جواب دیا کہ محمد تو بس نرے کان ہیں جو کوئی ان سے جو کچھ کہے وہ اسے سچ سمجھتے ہیں ہم جو چاہتے ہیں کہتے ہیں پھر آپ کے پاس آکر قسم اٹھا کر جو کچھ کہتے ہیں آپ اسے سچ سمجھتے ہیں اس پر اللہ نے یہ آیت نازل کی۔

سُدّی نے اس آیت کا شانِ نزول یوں بیان کیا ہے

اجْتَمَعَ نَاسٌ مِنَ الْمُنَافِقِينَ فِيهِمْ الْجُلَاسُ بْنُ سُوِيدٍ، وَوَدِيعَةُ بْنُ ثَابِتٍ، فأرادوا أن يقعوا فِي النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَكَانَ عِنْدَهُمْ غُلَامٌ مِنَ الْأَنْصَارِ يُقَالُ لَهُ عَامِرُ بْنُ قَيْسٍ، فَحَقَّرُوهُ ،فتكلموا وَقَالُوا: إِنْ كَانَ مَا يَقُولُ مُحَمَّدٌ حُقًّا فَنَحْنُ شَرٌّ مِنَ الْحَمِيرِ، فَغَضِبَ الْغُلَامُ فَقَالَ: وَاللَّهِ إِنَّ مَا يَقُولُ مُحَمَّدٌ حُقٌّ وَأَنْتُمْ شَرٌّ مِنَ الْحَمِيرِ، ثُمَّ أَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَخْبَرَهُ، فَدَعَاهُمْ وَسَأَلَهُمْ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَحَلَفُوا أَنَّ عَامِرًا كَذَّابٌ. وَحَلَفَ عَامِرٌ أَنَّهُمْ كَذَبَةٌ فَصَدَّقَهُمُ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَجَعَلَ عَامِرٌ يَدْعُو وَيَقُولُ: اللَّهُمَّ صَدِّقِ الصَّادِقَ وَكَذِّبِ الْكَاذِبَ فَأَنْزَلَ اللَّهُ تَعَالَى هَذِهِ الْآيَةَ (يحلِفونَ بِاللهِ لَكُم لِيُرضوكُم).(اسباب النزول للواحدی ۸۹/۱، تفسیربغوی ٦٨/٤)

کہ منافقوں میں سے چھ لوگ اکٹھے ہوگئے انہی میں جلاس بن سوید بن الصامت اور ودیعۃ بن ثابت بھی تھا۔

انہوں نے ارادہ کیا کہ نبی کریم ﷺ پر رو بد کہیں ان کے پاس عامر بن قیس ایک انصاری لڑکا تھا انہوں نے نبی کریم ﷺ کی تحقیر کی اور باتیں بنائیں انہوں نے کہا کہ اللہ کی قسم جو کچھ محمد کہتے ہیں اگر وہ سچ ہے تو پھر ہم گدھوں سے بھی بدتر ہیں ان کی باتوں پر اس لڑکے کو غصہ آیا اور اس نے کہا کہ جو کچھ محمد کہتے ہیں وہ بلاشک وشبہ سچ اور حق ہے اور تم لوگ گدھے ہو۔

اس کے بعد وہ لڑکا نبی کریم کے پاس آیا اور آپ کو اس واقعے کی خبر دی نبی کریم نے ان لوگوں کو بلوایا اور ان سے پوچھا انہوں نے قسم کھا کر کہا کہ عامر جھوٹا ہے دوسری جانب عامر نے بھی قسم کھا کر کہا کہ یہ لوگ جھوٹے ہیں لڑکے نے دعا کی اے اللہ ہمارے ایک دوسرے سے الگ ہونے سے پہلے سچے کی سچائی اور جھوٹے کا جھوٹ ظاہر فرمادے چنانچہ ان کے بارے میں یہ آیت

وَمِنْهُمُ الَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ النَّبِيَّ نازل ہوئی۔ نیز یہ قول خداوندی يَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ لَكُمْ لِيُرْضُوْكُمْ ۔ مومنو! یہ لوگ تمہارے سامنے خدا کی قسمیں کھاتے ہیں تاکہ تم کو خوش کردیں۔

مذاق اُڑانے والوں کو سنگین سزا

اللہ تعالیٰ نے منافقوں کی ایذارسانی کا مزید ذکر فرمایا

يَحْذَرُ الْمُنَافِقُونَ أَنْ تُنَزَّلَ عَلَيْهِمْ سُورَةٌ تُنَبِّئُهُمْ بِمَا فِي قُلُوبِهِمْ قُلِ اسْتَهْزِئُوا إِنَّ اللَّهَ مُخْرِجٌ مَا تَحْذَرُونَ (٦٤) وَلَئِنْ سَأَلْتَهُمْ لَيَقُولُنَّ إِنَّمَا كُنَّا نَخُوضُ وَنَلْعَبُ قُلْ أَبِاللَّهِ وَآيَاتِهِ وَرَسُولِهِ كُنْتُمْ تَسْتَهْزِئُونَ (٦٥) لَا تَعْتَذِرُوا قَدْ كَفَرْتُمْ بَعْدَ إِيمَانِكُمْ إِنْ نَعْفُ عَنْ طَائِفَةٍ مِنْكُمْ نُعَذِّبْ طَائِفَةً بِأَنَّهُمْ كَانُوا مُجْرِمِينَ (٦٦) } التوبة]

منافقوں کو ہر وقت اس بات کا کھٹکا لگا رہتا ہے کہ کہیں مسلمانوں پر کوئی سورت نہ اترے جو ان کے دلوں کی باتیں انہیں بتلا دے۔ کہہ دیجئے کہ مذاق اڑاتے رہو، یقیناً اللہ تعالیٰ اسے ظاہر کرنے والا ہے جس سے تم ڈر دبک رہے ہو(٦٤) اگر آپ ان سے پوچھیں تو صاف کہہ دیں گے کہ ہم تو یونہی آپس میں ہنس بول رہے تھے۔ کہہ دیجئے کہ اللہ اس کی آیتیں اور اس کا رسول ہی تمہارے ہنسی مذاق کے لئے رہ گئے ہیں (٦٥) تم بہانے نہ بناؤ یقیناً تم اپنے ایمان کے بعد بے ایمان ہوگئے اگر ہم تم میں سے کچھ لوگوں سے درگزر بھی کرلیں تو کچھ لوگوں کو ان کے جرم کی سنگین سزا بھی دیں گے (٦٦)

الصارم المسلول علی شاتم الرسول ﷺ میں علامہ ابن تیمیہؒ اس آیت سے استدلال کرتے ہوئے لکھتے ہیں

یہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ، اس کی آیات کے ساتھ اوراس کے رسول ﷺ کے ساتھ مذاق اُڑانے پر نص ہے، کہ ایسا کرنا کفر ہے، تو گالی دینا تو بطریق اولیٰ کفر ہے، اور یہ آیت بتاتی ہے جو شخص رسول اکرم ﷺ کی تنقیص کرے خواہ حقیقت میں کرے یا مذاقاً کرے تو وہ کافر ہے۔ (الصارم المسلول)

علامہ ابن کثیرؒ ان آیات کی تفسیر میں لکھتے ہیں، کہ ایک منافق کہہ رہا تھا

ما أرى قُرّاءنا هؤلاء إلا أرغبنا بطونا، وأكذبنا ألسنة، وأجبننا عند اللقاء

کہ ہمارے یہ قرآن کے قاری بڑے شکم دار شیخی باز اور بڑے فضول اور بزدل ہیں۔ حضور ﷺ کے پاس جب اس کا ذکر ہوا تو یہ عذر پیش کرتا ہوا آیا کہ یا رسول اللہ! ہم تو یونہی وقت گزاری کے لئے ہنس رہے تھے آپ ﷺ نے فرمایا:

أبالله وآياته ورسوله كنتم تستهزئون لا تعتذروا قد كفرتم بعد إيمانكم }

ہاں تمہارے ہنسی کے لئے اللہ رسول اور قرآن ہی رہ گیا ہے یاد رکھو! اگر کسی کو ہم معاف کر دیں گے تو کسی کو سخت سزا بھی دیں گے۔ اس وقت حضور ﷺ اپنی اونٹنی پر سوار جا رہے تھے یہ منافق آپ کی تلوار پر ہاتھ رکھے پتھروں سے ٹھوکریں کھاتا ہوا معذرت کرتا ساتھ ساتھ جا رہا تھا آپ ﷺ اس کی طرف دیکھتے بھی نہ تھے۔ جس مسلمان نے اس کا یہ قول سنا تھا اس نے اسی وقت جواب بھی دیا تھا کہ تو بکتا ہے جھوٹا ہے تو منافق ہے یہ واقعہ جنگ تبوک کے موقع کا ہے مسجد میں اس نے یہ ذکر کیا تھا۔ (الطبري في تفسير (۱۴/ ۳۳۳، ۳۳۴) تفسیر ابن کثیر ج ۴ ص ۱۷۱)

سیرت ابن اسحاق میں ہے کہ تبوک جاتے ہوئے حضور ﷺ کے ساتھ منافقوں کا ایک گروہ بھی تھا جن میں ودیعہ بن ثابت اور مُخَشّن بن حُمیّر وغیرہ تھے یہ آپس میں گفتگو کر رہے تھے کہ نصرانیوں کی لڑائی کو عربوں کی آپس کی لڑائی جیسی سمجھنا سخت خطرناک غلطی ہے اچھا ہے انہیں وہاں پٹنے دو پھر ہم بھی یہاں ان کی درگت بنائیں گے۔ ان پر ان کے دوسرے سردار مُخَشّن بن حُمیّر نے کہا بھئی ان باتوں کو چھوڑو ورنہ یہ ذکر پھر قرآن میں آئے گا۔ کوڑے کھا لینا ہمارے نزدیک تو اس رسوائی سے بہتر ہے۔ آگے آگے یہ لوگ یہ تذکرے کرتے جا ہی رہے تھے کہ حضور ﷺ نے حضرت عمار سے فرمایا جانا ذرا دیکھنا یہ لوگ جل گئے ان سے پوچھ تو کہ یہ کیا ذکر کر رہے تھے؟ اگر یہ انکار کریں تو تو کہنا کہ تم یہ باتیں کر رہے تھے۔ حضرت عمار نے

جا کر ان سے یہ کہا یہ حضور ﷺ کے پاس آئے اور عذر معذرت کرنے لگے کہ حضور ہنسی ہنسی میں ہمارے منہ سے ایسی بات نکل گئی، اس پر یہ آیت نازل ہوئی

{ وَلَئِنْ سَأَلْتَهُمْ لَيَقُولُنَّ إِنَّمَا كُنَّا نَخُوضُ وَنَلْعَبُ }

ودیعہ نے تو یہ کہا لیکن مُخَشّن بن حُمیّر نے کہا: یا رسول اللہ! آپ میرا اور میرے باپ کا نام ملاحظہ فرمایئے پس اس وجہ سے یہ لغو حرکت اور حماقت مجھ سے سرزد ہوئی معاف فرمایا جاؤں۔ پس اس سے جناب باری نے درگذر فرمالیا اور اس آیت میں اسی سے درگذر فرمانے کا ذکر بھی ہوا ہے اس کے بعد اس نے اپنا نام بدل لیا عبد الرحمن رکھا سچا مسلمان بن گیا اور اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ یا اللہ مجھے اپنی راہ میں شہید کرنا کہ یہ دھبہ دھل جائے چنانچہ یمامہ والے دن یہ بزرگ شہد کر دیئے گئے اور ان کی نعش بھی نہ ملی رضی اللہ عنہ ورضاء۔ (السیرۃ النبویۃ لابن ھشام (۲/ ۵۲۴) تفسیر ابن کثیر ج ۴ ص ۱۷۱)

ان منافقوں نے بطور طعنہ زنی کے کہا تھا کہ لیجئے کیا آنکھیں پھٹ گئیں ہیں اب یہ چلے ہیں کہ رومیوں کے قلعے اور ان کے محلات فتح کریں بھلا اس عقلمندی اور دور بینی کو تو دیکھئے جب حضور ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے ان کی ان باتوں پر مطلع کر دیا تو یہ صاف منکر ہوگئے اور قسمیں کھا کھا کر کہا کہ ہم نے یہ بات نہیں کہی ہم تو آپس میں ہنسی کھیل کر رہے تھے ہاں ان میں ایک شخص تھا جسے انشاء اللہ اللہ تعالیٰ نے معاف فرما دیا ہو گا یہ کہا کرتا تھا

اللّٰهُمَّ، إني أسمع آية أنا أعنَى بها، تقشعر منها الجلود، وتجيب منها القلوب، اللّٰهُمَّ، فاجعل وفاتي قتلا في سبيلك، لا يقول أحد: أنا غسّلت، أنا كفنت، أنا دفنت،

کہ یا اللہ میں تیرے کلام کی ایک آیت سنتا ہوں جس میں میرے گناہ کا ذکر ہے جب بھی سنتا ہوں میرے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں اور میرا دل کپکپانے لگتا ہے۔ پروردگار تو میری توبہ قبول فرما اور مجھے اپنی راہ میں شہید کر اور اس طرح کہ نہ کوئی مجھے غسل دے نہ کفن دے نہ دفن کرے یہی ہوا جنگ یمامہ میں یہ شہداء کے ساتھ شہید ہوئے تمام شہداء کی لاشیں مل گئیں لیکن انکی نعش کا پتہ ہی نہ چلا۔(سیرت النبی ﷺ ابن ہشام (ج ۲/ ۵۲۴) تفسیر ابن کثیر ج ۴ ص ۱۷۱)

علامہ ابن تیمیہؒ اس آیت کے ذیل میں لکھتے ہیں

فهؤلاء لما تنقصوا النبي صلى الله عليه و سلم حيث عابوه و العلماء من أصحابه و استهانوا بخبره أخبر الله أنهم كفروا بذلك و إن قالوه استهزاء فكيف بما هو أغلظ من ذلك ؟ و إنما لم يقم الحد عليهم لكون جهاد المنافقين لم يكن قد أمر به إذ ذاك بل كان مأمورا بأن يدع أذاهم و لأنه كان له أن يعفو عمن تنقصه و آذاه

ان لوگوں نے جب رسول اکرم ﷺ اورآپ ﷺ کے اہل علم صحابہ کرامؓ کی تحقیر اورمذمت کی آپ ﷺ کی باتوں کو اہمیت نہ دی تو اللہ نے خبر دی کہ ان لوگوں نے کفر کا ارتکاب کیا ہے۔

اگرچہ یہ بات انہوں نے مذاق کے طور پر کہی تھی، پھر جو چیز اس سے شدید تر ہو گی، اس کا کیا حال ہو گا؟ ان پر حد اس لئے نہ لگائی کہ ابھی منافقین کے خلاف جہاد کرنے کا حکم نازل نہیں ہوا تھا، اس برعکس آپ ﷺ کو حکم دیا گیا تھا کہ ان کی ایذا رسانی کو نظر انداز کر دیں، اور یہ بھی آپ ﷺ کو حق حاصل تھا کہ اپنی تحقیر کرنے والوں کو معاف کر دیں (الصارم المسلول علی شاتم الرسول ﷺ ج ۱ ص ۳۷)

آپ ﷺ کو طعن کرنا کفر ہے

منافقین کی ایک اور لب کشائی کا ذکر اللہ تعالیٰ نے قرآن میں کیا ہے، ارشاد فرمایا:

وَمِنْهُمْ مَنْ يَلْمِزُكَ فِي الصَّدَقَاتِ فَإِنْ أُعْطُوا مِنْهَا رَضُوا وَإِنْ لَمْ يُعْطَوْا مِنْهَا إِذَا هُمْ يَسْخَطُونَ (۵۸) { التوبة }

اور ان میں بعض ایسے بھی ہیں کہ (تقسیم) صدقات میں تم پر طعنہ زنی کرتے ہیں۔ اگر انکو اس میں سے (خاطر خواہ) مل جائے تو خوش رہیں اور اگر (اس قدر) نہ ملے تو جھٹ خفا ہو جائیں۔

حضرت ابو سعید الخدری سے روایت ہے کہ

بَيْنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْسِمُ مَالًا إِذْ جَاءَهُ حُرْقُوصُ بْنُ زُهَيْرٍ أَصْلُ الْخَوَارِجِ، وَيُقَالُ لَهُ ذُو الْخُوَيْصِرَةِ التَّمِيمِيُّ، فَقَالَ: اعْدِلْ يَا رَسُولَ اللَّهِ. فَقَالَ: (وَيْلُكَ وَمَنْ يَعْدِلُ إِذَا لَمْ أَعْدِلْ) بخارى ،اسباب النزول للواحدى ،تفسيرابن كثير }

رسول اللہ ﷺ مال غنیمت کا حصہ تقسیم کر رہے تھے کہ ابن ذی الخویصرہ التمیمی آیا اس کا اصل نام حرقوص بن زہیر تھا اس نے کہا یا رسول اللہ! ہمارے ساتھ انصاف کیجیے آپ ﷺ نے فرمایا: افسوس ہے تیرے لیے اگر میں انصاف نہ کروں گا اور تو کون کرے گا اس پر یہ آیت نازل ہوئی

لمز: عیب لگانے اور طعن کرنے کو کہا جاتا ہے، مجاہد کہتے ہیں کہ اس کا معنی ہے وہ آپ ﷺ پر تہمت لگاتے ہیں، عطاء نے کہا کہ وہ آپ ﷺ کی غیبت کرتے ہیں، امام ابن تیمیہؒ یہاں استدلال کرتے ہیں کہ الذین اور من یہ دونوں اسمائے موصول ہیں اور دونوں عموم کے صیغے ہیں، یہ آیت اگرچہ ایک قوم کے طعن کرنے اور ایذا پہنچانے کے حوالے سے نازل ہوئی مگر اس کا حکم ان آیات کی طرح عام ہے جو خاص اسباب کے تحت نازل ہوئی ہیں۔ (الصارم المسلول)

علامہ ابن تیمیہؒ کا استدلال

علامہ ایک عجیب استدلال یہ کرتے ہیں کہ طعن اور ایذا بلاشبہ حرام ہے، اب یا تو یہ کفر سے کم درجے کی خطاء ہوگی یا کفر ہوگی، ظاہر ہے یہ کفر سے کم درجے کی خطاء نہیں ہو سکتی، اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں نافرمانوں کی انواع واقسام کی نشاندہی کی ہے، مثلاً زانی، بہتان لگانے والا، چور، کم تولنے والا، اور خائن اور اس کو نفاق معیّن اور مطلق کی دلیل قرار نہیں دیا۔

جب ان اقوال کے قائلین کو منافق قرار دیا تو معلوم ہوا کہ یہ افعال کفر کے موجب ہیں، صرف معصیت ہی کے نہیں اس لئے کہ بعض معاصی کو نفاق ٹھہرانا اور بعض کو نہ ٹھہرانا درست نہیں، جب تک کسی دلیل سے اس کا اختصاص نہ ثابت ہو جائے ورنہ یہ ترجیح بلا مرجح ہوگی۔

معلوم ہوا کہ ان اقوال کا کسی ایسے وصف کے ساتھ مخصوص ہونا ناگزیر ہے جس سے ان کا دلیل نفاق ہونا لازم آتا ہو اور جہاں بھی یہ بات موجود ہوگی اسے کفر قرار دیا جائے گا۔ (الصارم المسلول)

آپ ﷺ کے فیصلے سے روگردانی کرنے والے

قرآن حکیم میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتَّى يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوا فِي أَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوا تَسْلِيمًا (٦٥)

تمہارے پروردگار کی قسم یہ لوگ جب تک اپنے تنازعات میں تمہیں منصف نہ بنائیں اور جو فیصلہ تم کر دو اس سے اپنے دل میں تنگ نہ ہوں بلکہ اس کو خوشی سے مان لیں تب تک مومن نہیں ہوں گے۔

اس آیت کے شان نزول کے بارے میں اسباب النزول میں یہ روایت ہے

عروة بن الزبير، عن أبيه، أَنَّهُ كَانَ يُحَدِّثُ: أَنَّهُ خَاصَمَ رَجُلًا مِنَ الْأَنْصَارِ قَدْ شَهِدَ بَدْرًا، إلى النبي صلى الله عليه وسلم، فِي شِرَاجِ الْحَرَّةِ كَانَا يَسْقِيَانِ بِهَا كِلَاهُمَا، فقال النبي صلى الله عليه وسلم لِلزُّبَيْرِ: اسْقِ ثُمَّ أَرْسِلْ إِلَى جَارِكَ، فَغَضِبَ الْأَنْصَارِيُّ وَقَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ أَنْ كَانَ ابْنَ عَمَّتِكَ! فَتَلَوَّنَ وَجْهُ رسول الله صلى الله عليه وسلم ثُمَّ قَالَ لِلزُّبَيْرِ: «اسْقِ ثُمَّ احْبِسِ الْمَاءَ حَتَّى يرجع إلى المُجدُرِ» فَاسْتَوْفَى رسول الله صلى الله عليه وسلم لِلزُّبَيْرِ حَقَّهُ. وَكَانَ قَبْلَ ذَلِكَ أَشَارَ عَلَى الزُّبَيْرِ بِرَأْيٍ أَرَادَ فِيهِ سَعَةً لِلْأَنْصَارِيِّ وَلَهُ، فَلَمَّا أَحفَظَ الْأَنْصَارِيُّ رَسُولَ اللَّهِ اسْتَوْفَى لِلزُّبَيْرِ حَقَّهُ فِي صَرِيحِ الْحُكْمِ.قَالَ عُرْوَةُ: قَالَ الزُّبَيْرُ: وَاللَّهِ مَا أَحْسَبُ هَذِهِ الْآيَةَ أُنْزِلَتْ إِلَّا فِي ذَلِكَ: فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتَّى يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوا فِي أَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوا تَسْلِيمًا (بخاری ومسلم،اسباب النزول علامہ واحدی}

عروہ بن زبیر نے اپنے والد سے روایت کرتے ہوئے خبر دی کہ وہ یہ حدیث بیان کرتے تھے کہ ان کا ایک انصاری کے ساتھ جو غزوہ بدر میں شریک رہا تھا شراج الحرہ میں آب پاشی پر جھگڑا ہوا اور وہ مقدمہ لے کے نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے، نبی ﷺ نے زبیر سے فرمایا: کہ تم پہلے اپنے باغ کو سینچو اور پھر پڑوسی کے لیے پانی چھوڑ دو، اس بات سے انصاری ناراض ہوا اور اس نے کہا: کہ اے اللہ کے رسول! آپ نے یہ فیصلہ اس لیے دیا کہ زبیر آپ کا پھوپھی زاد ہے۔ اس سے رسول اللہ ﷺ کے چہرے کا رنگ بدل گیا اور اس کے بعد آپ ﷺ نے زبیر سے کہا کہ تم پہلے سینچو اور پھر پانی کو روک لو تا آنکہ پانی باغ کی دیواروں تک چڑھے یوں نبی ﷺ نے زبیر کی پوری حق رسی کی حالانکہ اس سے پہلے آپ نے زبیر کو انصاری کے ساتھ رعایت کرنے کا اشارہ کیا تھا لیکن جب انصاری نے رسول اللہ ﷺ کو ناراض کر دیا تو آپ ﷺ نے زبیر

کو صریح حکم دیا کہ اس کا حق پورا کر دیا عروہ کا کہنا ہے کہ زبیر نے کہا کہ خدا کی قسم میرا خیال ہے یہ آیت صرف اسی واقعے پر نازل ہوئی

فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰي يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَـرَ بَيْنَهِمْ۔

آپ ﷺ کا فیصلہ نہ ماننے کی سزا قتل

تفاسیر قرآن میں اس آیت کی تفسیر میں، احادیث مبارکہ میں اور تاریخ کی کتب میں وہ مشہور واقعہ موجود ہے، جس میں ایک منافق اور یہودی کے درمیان کسی معاملہ میں جھگڑا ہو گیا تھا، دونوں کے دلائل سن کر آپ ﷺ نے یہودی کے حق میں فیصلہ صادر فرمایا تھا، جسے منافق نے تسلیم کرنے سے انکار کر دیا تھا۔

اس منافق کی گردن حضرت عمرؓ نے نبی اکرم ﷺ کے زمانہ میں اڑادی تھی۔ اسی واقعہ کو علامہ ابن تیمیہؒ نے اپنی شہرہ آفاق کتاب میں اس آیت کے ذیل میں نقل کیا ہے۔

أَنَّ رَجُلَيْنِ اخْتَصَمَا إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَضَى لِلْمُحِقِّ عَلَى الْمُبْطِلِ، فَقَالَ الْمَقْضِيُّ عَلَيْهِ: لَا أَرْضَى. فَقَالَ صَاحِبُهُ: فَمَا تُرِيدُ؟ قَالَ: أَنْ نَذْهَبَ إِلَى أَبِي بَكْرٍ الصِّدِّيقِ، فَذَهَبَا إِلَيْهِ، فَقَالَ الَّذِي قُضِيَ لَهُ: قَدِ اخْتَصَمْنَا إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَضَى لِي (٨) فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ: فَأَنْتُمَا عَلَى مَا قَضَى بِهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فأبى صاحبه أن يرضى، قال: نَأْتِي عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ، فَأَتَيَاهُ، فَقَالَ الْمَقْضِيُّ لَهُ: قَدِ اخْتَصَمْنَا إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَضَى لِي عَلَيْهِ، فَأَبَى أَنْ يَرْضَى، [ثُمَّ أَتَيْنَا أَبَا بَكْرٍ، فَقَالَ: أَنْتُمَا عَلَى مَا قَضَى بِهِ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَأَبَى أَنْ يَرْضَى] (١) فَسَأَلَهُ عُمَرُ، فَقَالَ: كَذَلِكَ، فَدَخَلَ عُمَرُ مَنْزِلَهُ وَخَرَجَ وَالسَّيْفُ فِي يَدِهِ قَدْ سَلَّه، فَضَرَبَ بِهِ رَأْسَ الَّذِي أَبَى أَنْ يَرْضَى، فَقَتَلَهُ، فَأَنْزَلَ اللَّهُ: {فَلا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتَّى يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ} [النساء : ٦٥]

دو آدمی آپ ﷺ کی خدمت میں ایک جھگڑا لے کر گئے، آپ ﷺ نے حق والے کے حق میں باطل والے کے خلاف فیصلہ کر دیا، جس کے خلاف فیصلہ ہوا اس نے کہا: کہ میں اس فیصلے پر راضی نہیں ہوں تو اس کے ساتھی نے اس سے پوچھا: کہ تو چاہتا کیا ہے؟ اس نے کہا: میں یہ چاہتا ہوں کہ ہم ابو بکر صدیق کے پاس

چلیں، چنانچہ دونوں حضرت ابو بکرؓ کے پاس گئے، تو جس کے حق میں فیصلہ کیا گیا تھا، اس نے کہا: کہ ہم آپ ﷺ کے پاس بھی جھگڑا لے کر گئے تھے، آپ ﷺ نے اس خلاف میرے حق میں فیصلہ فرمایا، حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا: کہ تم دونوں اسی فیصلے پر ہو جو آپ ﷺ نے فرمادیا ہے، مگر اس کے ساتھی نے آپ ﷺ کے فیصلے کو قبول کرنے سے انکار کر دیا۔

اور کہا: کہ ہم حضرت عمرؓ کے پاس چلتے ہیں، چنانچہ وہ دونوں ان کے پاس آئے، جس کے حق میں فیصلہ کیا گیا تھا اس نے حضرت عمرؓ کو بتایا کہ ہم آپ ﷺ کے پاس گئے تھے آپ ﷺ نے میرے حق میں فیصلہ کیا، مگر اس نے نہیں مانا۔

پھر ہم حضرت ابو بکرؓ کے پاس گئے انہوں نے آپ ﷺ کے فیصلے کو برقرار رکھا، مگر یہ نہیں مانا، پھر حضرت عمرؓ نے اس سے پوچھا تو اس نے کہا: کہ ہاں ایسا ہی ہے، پھر حضرت عمرؓ اپنے گھر چلے گئے واپس آئے تو ننگی تلوار ان کے ہاتھ میں تھی، آپؓ نے آپ ﷺ کے فیصلے کا انکار کرنے والے کے سر پر دے ماری اور اسے قتل کر دیا۔

اس پر اللہ تعالیٰ نے آیت

فَلا وَرَبِّكَ لا يُؤمِنونَ حَتّى يُحَكِّموكَ فيما شَجَرَ بَينَهُم ثُمَّ لا يَجِدوا في أَنفُسِهِم حَرَجاً مِمّا قَضَيتَ وَيُسَلِّموا تَسليماً

نازل فرمائی۔ (الصارم المسلول، تفسیر ابن کثیرؒ ج ۲ ص ۳۵۲)

رسول اللہ ﷺ کے فیصلے سے روگردانی کر کے کسی اور کے پاس مقدمہ لے جانے سے ایمان ختم ہو جاتا ہے، حالانکہ یہ ترک محض ہے، جس کا سبب حرص وہوس ہے، تو جو شخص آپ ﷺ میں نقص تلاش کرے اور آپ ﷺ کو گالی دے اس کا ایمان کیونکر ختم نہیں ہو گا؟ الصارم المسلول میں یہ بات بھی موجود ہے کہ دونوں کی گفتگو سننے کے بعد حضرت عمرؓ نے فرمایا

مكانك حتى أخرج فأقضي بينكما فخرج مشتملا على سيفه فضرب الذي قال [ردنا إلى عمر]

اسی جگہ ٹھہرو، میں نکلتا ہوں اور تم دونوں کے درمیان فیصلہ کرتا ہوں، آپؓ تلوار لے کر نکلے اور اس شخص کو ماردی اور اسے قتل کر دیا جس نے کہا تھا کہ ہم حضرت عمرؓ سے فیصلہ کرواتے ہیں۔

دوسرا پلٹ کر آپ ﷺ کے پاس پہنچا اور کہا: کہ یارسول اللہ! میرے ساتھی کو تو حضرت عمرؓ نے قتل کر دیا ہے، آپ ﷺ نے یہ سن کر فرمایا: کہ میرا نہیں خیال کہ عمرؓ کسی مسلمان کے قتل کرنے پر اس قدر جراًت کرے، اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔

آپ ﷺ کو اذیت دینے والے ملعون ہیں

اللہ تعالیٰ نے رسول اکرم ﷺ کو اذیت دینے والوں کو دنیا اور آخرت دونوں جہان کے لعنتی قرار دیا ہے، ارشاد ہے

إِنَّ الَّذِينَ يُؤْذُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ لَعَنَهُمُ اللَّهُ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَأَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا مُهِينًا (٥٧) وَالَّذِينَ يُؤْذُونَ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ بِغَيْرِ مَا اكْتَسَبُوا فَقَدِ احْتَمَلُوا بُهْتَانًا وَإِثْمًا مُبِينًا (٥٨){ الأحزاب }

جو لوگ اللہ اور اس کے رسول کو ایذا دیتے ہیں ان پر اللہ نے دنیا اور آخرت میں لعنت کی ہے اور ان کے لیے ذلت کا عذاب تیار کر رکھا ہے۔ اور جو ایمان دار مردوں اور عورتوں کو ناکردہ گناہوں پر ستاتے ہیں سو وہ اپنے سر بہتان اور صریح گناہ لیتے ہیں۔

اس آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے اپنی ایذا کو رسول اللہ ﷺ کی ایذا کے ساتھ ذکر کیا ہے جس طرح اپنی اطاعت کو رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کے ساتھ جوڑا ہے، اور یہ بات آپ ﷺ سے بھی منصوص ہے، علامہ ابن تیمیہؒ لکھتے ہیں کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کو ایذا دے وہ کافر اور اس کا خون حلال ہے، اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی اور رسول اللہ ﷺ کی محبت، اپنی اور رسول اللہ ﷺ کی رضامندی، اپنی اطاعت اور رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کو ایک ہی چیز قرار دیا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

قُلْ إِنْ كَانَ آبَاؤُكُمْ وَأَبْنَاؤُكُمْ وَإِخْوَانُكُمْ وَأَزْوَاجُكُمْ وَعَشِيرَتُكُمْ وَأَمْوَالٌ اقْتَرَفْتُمُوهَا وَتِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَمَسَاكِنُ تَرْضَوْنَهَا أَحَبَّ إِلَيْكُمْ مِنَ اللَّهِ

وَرَسُولِهِ وَجِهَادٍ فِي سَبِيلِهِ فَتَرَبَّصُوا حَتَّى يَأْتِيَ اللَّهُ بِأَمْرِهِ وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفَاسِقِينَ (٢٤){ التوبة }

(اے نبی ﷺ! آپ فرما دیں: اگر تمہارے باپ (دادا) اور تمہارے بیٹے (بیٹیاں) اور تمہارے بھائی (بہنیں) اور تمہاری بیویاں اور تمہارے (دوسرے) رشتہ دار اور تمہارے مال و دولت جو تم نے (محنت سے) کمائے اور تجارت و کاروبار جس کے نقصان سے تم ڈرتے رہتے ہو اور وہ مکانات جنہیں تم پسند کرتے ہو، تمہارے نزدیک اللہ اور اس کے رسول (ﷺ) اور اس کی راہ میں جہاد سے زیادہ محبوب ہیں تو پھر انتظار کرو یہاں تک کہ اللہ اپنا حکم (عذاب) لے آئے، اور اللہ نافرمان لوگوں کو ہدایت نہیں فرماتا۔

اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وَأَطِيعُوا اللَّهَ وَالرَّسُولَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ (١٣٢){ آل عمران }

اور اللہ اور رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کرو تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔ دوسرے مقام پر ارشاد ہے

وَاللَّهُ وَرَسُولُهُ أَحَقُّ أَنْ يُرْضُوهُ إِنْ كَانُوا مُؤْمِنِينَ (٦٢){ التوبة }

اور اللہ اور اس کے رسول کو راضی کرنا بہت ضروری ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ کی بیعت کو اپنی بیعت قرار دیا، ارشاد ہے

إِنَّ الَّذِينَ يُبَايِعُونَكَ إِنَّمَا يُبَايِعُونَ اللَّهَ يَدُ اللَّهِ فَوْقَ أَيْدِيهِمْ{الفتح : ١٠}

بے شک جو لوگ آپ سے بیعت کر رہے ہیں وہ اللہ ہی سے بیعت کر رہے ہیں ان کے ہاتھوں پر اللہ کا ہاتھ ہے۔ اسی طرح ارشاد ہے

يَسْأَلُونَكَ عَنِ الْأَنْفَالِ قُلِ الْأَنْفَالُ لِلَّهِ وَالرَّسُولِ {الأنفال ١ }

(اے محمد ﷺ! مجاہد لوگ) آپ ﷺ سے غنیمت کے مال کے بارے میں دریافت کرتے ہیں (کہ کیا حکم ہے) آپ ﷺ فرمادیں کہ غنیمت خدا اور اس کے رسول کا مال ہے۔

اسی طرح دوسرے مقام پر اللہ اور رسول کی مخالفت، اللہ اور رسول کو اذیت، اللہ اور رسول کی نافرمانی، کو ایک ہی شی قرار دیا گیا ہے، سورۃ الانفال کی آیت ۱۳، سورۃ المجادلہ کی آیت ۲۰، سورۃ التوبہ کی

آیت ۶۳ اور سورۃ النساء کی آیت ۱۴ کو نقل کرنے بعد علامہ ابن تیمیہؒ نے یہ تحریر فرمایاہے کہ ان آیات سے معلوم ہوا کہ اللہ اوراس کے رسول ﷺ کا باہم لازم اور ملزوم ہے،

نیز یہ کہ اللہ اور رسول اللہ ﷺ کی حرمت کی جہت ایک ہے، جس نے رسول اللہ ﷺ کو اذیت دی اس نے اللہ تعالیٰ کو اذیت دی اور جس نے رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کی اس نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی، کیونکہ امت رسول اللہ ﷺ کے واسطے سے ہی اللہ تعالیٰ سے تعلق استوار رکھ سکتی ہے،

کسی کے پاس بھی اس کے علاوہ کوئی طریقہ یا سبب نہیں ہے،اوامر ونواہی، اخبار وبیان میں اللہ نے رسول ﷺ کو اپنا قائم مقام مقرر کیاہے،

فلا يجوز أن يفرق بين الله و رسوله في شيء من هذه الأمور

اس لئے مذکورہ بالا امور میں اللہ اور رسول ﷺ کے درمیان فرق جائز نہیں۔(الصارم)

دوسری وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے یہاں ایمان والے مردوں اورایمان والی عورتوں کو بھی اذیت دینے کی بات کی ہے، مگر فرق یہ ہے کہ ایمان والوں اور ایمان والیوں کی اذیت کے بعد فرمایا

{ بهتانا و إثما مبينا } [الأحزاب : ٥٨]

کہ یہ بہتان اور کھلا گناہ کا کام ہے، مگر اللہ اور رسول اللہ ﷺ کو اذیت دینے والوں کے لئے فرمایا کہ ان پر دنیااور آخرت میں لعنت ہے اوران کے لئے رسواکن عذاب تیار کیا گیاہے، اور یہ بات معلوم ہے کہ اہل ایمان کو اذیت دینا یہ بڑے گناہوں میں سے ہے، جس کی سزا کوڑے مارنا ہے،اس سے اوپر تو کفر اور قتل ہی باقی رہ جاتا ہے۔

تیسری وجہ یہ ہے کہ ان پر دنیااور آخرت میں لعنت کی گئی ہے اور رسواکن عذاب تیار کیا گیا ہے،اور لعنت کا معنیٰ رحمت خداوندی سے دوری کے ہیں،اور جس شخص کو رحمت سے دور پھینکا گیاوہ تو کافر ہی ہے، کیونکہ مومن کبھی لعنت کے قریب پہنچ جاتاہے مگر وہ مباح الدم نہیں ہو جاتا کہ اس کا خون بہایا جائے، اس لئے کہ خون کی حفاظت اللہ تعالیٰ کی طرف سے عظیم رحمت ہے،جو کافر کے حق میں ثابت نہیں ہوتی،اس کی تائید یہ آیت کررہی ہے،

لَئِنْ لَمْ يَنْتَهِ الْمُنَافِقُونَ وَالَّذِينَ فِي قُلُوبِهِمْ مَرَضٌ وَالْمُرْجِفُونَ فِي الْمَدِينَةِ لَنُغْرِيَنَّكَ بِهِمْ ثُمَّ لَا يُجَاوِرُونَكَ فِيهَا إِلَّا قَلِيلًا (٦٠) مَلْعُونِينَ أَيْنَمَا ثُقِفُوا أُخِذُوا وَقُتِّلُوا تَقْتِيلًا (٦١) { الأحزاب }

اگر منافق اور وہ جن کے دلوں میں مرض ہے اور مدینہ میں غلط خبریں اڑانے والے باز نہ آئیں گے تو آپ کو ہم ان کے پیچھے لگا دیں گے پھر وہ اس شہر میں تیرے پاس نہ ٹھیریں گے۔ مگر بہت کم لعنت کیے گئے ہیں جہاں کہیں پائیں جائیں گے پکڑے جائیں گے اور قتل کیے جائیں گے۔

ان کا پکڑنا اور انہیں قتل کرنا ان کی لعنت کی صفت ہی ہے، اگر ان پر دنیا میں لعنت نہ کی گئی ہوتی تو ان کے لئے وعید بھی ذکر نہ کی جاتی، بلکہ اس وعید سے پہلے اور بعد ان کے لئے لعنت ثابت ہو چکی ہے، تو معلوم ہوا کہ ان کا پکڑنا اور انہیں قتل کرنا یہ اسی لعنت کے آثار ہیں، جو اس شخص کے حق میں ثابت ہوں گے جس پر اللہ نے دنیا اور آخرت میں لعنت کی ہے۔ اس بات کی تائید نبی اکرم ﷺ کا یہ ارشاد گرامی بھی کرتا ہے

لعن المؤمن كقتله

مومن پر لعنت کرنا اسے قتل کرنے کی طرح ہے۔ (بخاری و مسلم) معلوم ہوا کہ جب اللہ تعالیٰ نے اس پر دنیا اور آخرت میں لعنت کی ہے تو وہ قتل کرنے کی طرح ہوا، معلوم ہوا کہ اس کا قتل کرنا جائز ہے۔ یہ بھی کہا گیا کہ لعنت کا مستوجب کافر ہوتا ہے، مگر علی الاطلاق اس کا استعمال جائز نہیں ہے، اس کی تائید اس آیت سے ہوتی ہے،

أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ أُوتُوا نَصِيبًا مِنَ الْكِتَابِ يُؤْمِنُونَ بِالْجِبْتِ وَالطَّاغُوتِ وَيَقُولُونَ لِلَّذِينَ كَفَرُوا هَؤُلَاءِ أَهْدَى مِنَ الَّذِينَ آمَنُوا سَبِيلًا (٥١) أُولَئِكَ الَّذِينَ لَعَنَهُمُ اللَّهُ وَمَنْ يَلْعَنِ اللَّهُ فَلَنْ تَجِدَ لَهُ نَصِيرًا (٥٢){ النساء }

کیا تم نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جنہیں کتاب کا کچھ حصہ دیا گیا وہ بتوں اور شیطانوں کو مانتے ہیں اور کافروں سے یہ کہتے ہیں کہ یہ لوگ مسلمانوں سے زیادہ راہِ راست پر ہیں۔ یہی وہ لوگ ہیں جن پر اللہ کی لعنت ہے اور جس پر اللہ لعنت کرے تو اس کا کوئی مددگار نہیں پائے گا۔

علامہ ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں کہ

اگروہ معصوم الدم ہوتاتومسلمانوں پراس کی مددکرنالازم ہوتا اوروہ اس کے مددگارہوتے،اس کی مزیدوضاحت اس بات سے بھی ہوتی ہے کہ یہ آیت ابن اشرف کے بارے میں نازل ہوئی ہے،اُس پرلعنت ہوئی کہ اسے قتل کیاگیا،کیونکہ وہ اللہ اوررسول اللہ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کواذیت دیاکرتاتھا۔(الصارم المسلول)

رسول اللہ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کوایذادینے والے کی توبہ

قرآن حکیم میں بتایاگیاہے کہ نبی اکرم صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کی بیویوں کواذیت دینارسول اکرم صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کواذیت دینے کے برابرہے،ایساکرنے والاشخص دنیااورآخرت میں ملعون ہے،اس لئے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں[ليس فيها توبة] اس میں توبہ کی گنجائش نہیں ہے اس لئے کہ رسول اللہ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کواذیت دینے والابہتان لگانے سے اگرتوبہ بھی کرلےتواس کی توبہ قبول نہیں ہے،یہاں تک کہ نئے سرے سے اسلام قبول کرے۔

نبی اکرم صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کی بیویوں کواذیت پہنچاناآپ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کواذیت پہنچاناہے،بخاری اور مسلم کی روایت میں ہے کہ نبی اکرم صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے عبداللہ بن ابی بن سلول سے معذرت طلب کرتے ہوئے منبرپرکھڑے ہوکر ارشاد فرمایا:

يَا مَعْشَرَ المُسْلِمِينَ، مَنْ يَعْذِرُنِي مِنْ رَجُلٍ قَدْ بَلَغَنِي عَنْهُ أَذَاهُ فِي أَهْلِي، وَاللَّهِ مَا عَلِمْتُ عَلَى أَهْلِي إِلَّا خَيْرًا، وَلَقَدْ ذَكَرُوا رَجُلًا مَا عَلِمْتُ عَلَيْهِ إِلَّا خَيْرًا، وَمَا يَدْخُلُ عَلَى أَهْلِي إِلَّا مَعِي» (بخاری،مسلم)

اے گروہ اہل اسلام!مجھے اس آدمی سے کون چھڑائے گا،جس نے میرے گھروالوں کے بارے میں مجھے اذیت دی ہے؟مجھے اپنے گھروالوں کے بارے میں بھلائی کے علاوہ کسی چیزکاعلم نہیں ہے،اس بارے میں وہ ایک آدمی کانام لیتے ہیں،جس کے بارے میں میں بھلائی کے سوااورکچھ نہیں جانتااوروہ میرے گھرمیں میری موجودگی میں ہی آیاکرتاتھا۔

یہ سن کرحضرت سعدبن معاذ رضی اللہ عنہ اٹھ کھڑے ہوئے اورعرض کرنے لگے یارسول اللہ!

يَا رَسُولَ اللّٰهِ أَنَا أَعْذِرُكَ مِنْهُ، إِنْ كَانَ مِنَ الأَوْسِ ضَرَبْتُ عُنُقَهُ، وَإِنْ كَانَ مِنْ إِخْوَانِنَا مِنَ الخَزْرَجِ أَمَرْتَنَا فَفَعَلْنَا أَمْرَكَ

میں آپ ﷺ کو اس شخص سے چھڑاؤں گا، اگر وہ اوس قبیلے سے تعلق رکھتا ہے تو میں اس کی گردن اڑاؤں گا اور اگر وہ ہمارے برادران خزرج میں سے ہے تو ہم آپ ﷺ کے ارشاد کی تعمیل کریں گے۔ یہ جملے سنتے تھے کہ خزرج کے سردار حضرت سعد بن عبادہؓ اٹھ کھڑے ہوئے اور سعد بن معاذؓ کو کہنے لگے:

كَذَبْتَ لَعَمْرُ اللّٰهِ لاَ تَقْتُلُهُ، وَلاَ تَقْدِرُ عَلَى قَتْلِهِ،

قسم بخدا: آپ اسے قتل کر سکتے ہیں اور نہ ہی آپ کو اس پر کوئی اختیار ہے۔ یہ سنتے ہی حضرت سعد بن معاذؓ کے چچازاد حضرت اسید بن حضیرؓ اٹھ کھڑے ہوئے، انہوں نے حضرت سعد بن عبادہؓ کو کہا:

كَذَبْتَ لَعَمْرُ اللّٰهِ لَنَقْتُلَنَّهُ، فَإِنَّكَ مُنَافِقٌ تُجَادِلُ عَنِ المُنَافِقِينَ،

اللہ کی قسم! آپ نے جھوٹ بولا ہے، ہم اسے ضرور ضرور قتل کریں گے، تم منافق ہو۔ تم منافقین کی طرف داری کر رہے ہو، ام المومنین حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ اوس اور خزرج دونوں قبیلے ایک دوسرے کے آمنے سامنے ہوگئے، قریب تھا کہ وہ ایک دوسرے سے لڑ پڑیں، آپ ﷺ منبر پر کھڑے ہی تھے اور ان کا غصہ ٹھنڈا کروا رہے تھے، جب وہ خاموش ہوگئے تو آپ ﷺ بھی خاموش ہوگئے (بخاری، مسلم)

مقام غور یہ ہے کہ آپ ﷺ کی گھر والی پر تہمت لگی تو آپ ﷺ نے اس کے لئے من یعذرنی کے الفاظ استعمال فرمائے، کہ مجھے کون انصاف دلائے گا؟ اگر میں بدلہ لوں تو مجھے کون معذور قرار دے گا؟ اس لئے کہ اس نے مجھے میرے گھر والوں کے بارے میں اذیت دی ہے، آپ ﷺ کو بہتان طرازی سے اتنی تکلیف پہنچی کہ آپ ﷺ نے بدلہ لینے سے پہلے معذرت چاہی، آپ ﷺ کے ارشادات سن کر اہل ایمان کو جلال آگیا اور عرض کرنے لگے کہ آپ ﷺ ہمیں حکم دیں تو ہم اس کی گردن اڑا دیں، حضرت سعدؓ نے اسے قتل کرنے کی اجازت چاہی تو آپ ﷺ نے بالکل انکار نہیں کیا۔ (الصارم المسلول)

آداب مصطفےٰ ﷺ

قرآن کریم میں آپ ﷺ کی حرمت اورادب کا بہت زیادہ خیال رکھا گیا ہے،اذیت معمولی ہویا غیر معمولی اللہ تعالیٰ کو اپنے نبی ﷺ کے حق میں کسی صورت برداشت نہیں ہے، یہاں تک کہ آپ ﷺ کی آواز سے اپنی آواز بلند کرنے کو بھی اعمال کی بربادی اورتباہی کی علامت قرار دیا گیا ہے،ارشادربانی ہے

يَاأَيُّهاالَّذِينَ اٰمَنُوا لَا تَرفَعُوا أَصوَاتَكُم فَوقَ صَوتِ النَّبِيِّ وَ لَا تَجهَرُوا له بِالقَولِ كَجَهرِ بَعضِكُم لِبَعضٍ أَن تَحبَطَ أَعمالكم و أنتم لا تشعرون} الحجرات : ۲

اپنی آوازوں کو نبی ﷺ کی آواز سے اونچانہ کرو،اورنہ ایک دوسرے کو بلانے کی نبی ﷺ سے اونچا بولو، ایسانہ ہو کہ تمہارے اعمال برباد ہو جائیں اور تمہیں پتہ بھی نہ چلے۔

اس آیت سے معلوم یہ ہوا کہ نبی اکرم ﷺ کی آواز سے اپنی آواز کو بلند کرنے سے اعمال ضائع ہو جاتے ہیں، یہاں اسی خرابی کی نشاندہی کی گئی ہے جس کے باعث اعمال تباہ ہو جاتے ہیں،اور جس چیز سے اعمال برباد ہوں اسے چھوڑنا ضروری ہے،اوراعمال کی بربادی اور تباہی کفر کی وجہ سے ہوتی ہے۔

قرآن حکیم کی سورۃ البقرہ کی آیت ۲۱۷ میں حالت ارتداد میں مرنے والے کو کافر بتلایا گیا اور ساتھ ہی اس کے اعمال کا دنیا اورآخرت میں برباد ہونا بتایا گیا ہے،اسی طرح سورۃ المائدہ کی آیت ۵ میں ایمان کا انکار کرنے والے کے اعمال کے ضائع ہونے کا ذکر کیا گیا ہے،سورۃ الانعام کی آیت ۸۸ میں مشرک کے سارے اعمال برباد ہونے کا بیان ہے،سورۃ الزمر کی آیت ۶۵ میں مشرک کے تمام اعمال برباد ہونے کی اطلاع دی گئی ہے،اسی طرح سورۂ محمد کی آیت ۹ میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے اُتارے جانے والے کا انکار کرنے والوں کے سارے عمل برباد ہونے کا ذکر کیا گیا ہے۔

پھر جب بندے میں کفر موجود ہے تو اس کی موجودگی میں کوئی عمل کیونکر مقبول ہو سکتا ہے؟ اعمال صالحہ تو اہل تقویٰ سے قبول کئے جاتے ہیں، جیسا کہ سورۃ المائدہ کی آیت ۲۷ میں ہے، کفار چاہے وہ کسی بھی

طرح اللہ تعالیٰ ،اس کے رسولوں اوراس کی طرف سے آنے والے احکامات کاانکار کریں ان کے اعمال برباد ہی برباد ہیں۔

علامہ ابن تیمیہؒ اس آیت کے ذیل میں لکھتے ہیں

جب یہ بات معلوم ہوگئی کہ نبی اکرم ﷺ کی آواز سے اپنی آواز کو بلند کرنے سے اس بات کا اندیشہ ہے کہ وہ کافر ہو جائے اوراسے پتہ بھی نہ ہو اوراس وجہ سے اس کے اعمال بھی ضائع ہو جائیں اورآواز کے بلند کرنے میں اعمال کے ضائع ہونے کا سبب اور گمان ہے،تواس سے معلوم ہوا کہ اس کی وجہ نبی اکرم ﷺ کی تعزیر،توقیر،بزرگی ،عظمت ،اکرام اور اجلال ہے،اوراس لئے بھی نبی ﷺ کی آواز سے آواز بلند کرنے سے آپ ﷺ کو ایذا پہنچتی ہے اوراس کے ساتھ آپ ﷺ کی تحقیر بھی ہوتی ہے،اگرچہ آواز بلند کرنے والے کا ایذا دینے ارادہ نہ ہو،جب ایسی ایذااور تحقیر جو غیر شعوری طور پر گستاخی کی موجب ہوتی ہے،کفر تک پہنچادیتی ہے توایسی ایذااور تحقیر جوارادی طور پر کی جائے اورایذا دینے والے کے ارادے اور مقصود میں شامل بھی ہو تووہ بطریق اولیٰ کفر کی موجب ہو گی۔(الصارم المسلول)

آپ ﷺ کا ایک اورادب

قرآن کریم میں آپ ﷺ کا ایک اورادب سکھایا گیاہے،ارشادہے

لَا تَجْعَلُوا دُعَاءَ الرَّسُولِ بَيْنَكُمْ كَدُعَاءِ بَعْضِكُمْ بَعْضًا قَدْ يَعْلَمُ اللَّهُ الَّذِينَ يَتَسَلَّلُونَ مِنْكُمْ لِوَاذًا فَلْيَحْذَرِ الَّذِينَ يُخَالِفُونَ عَنْ أَمْرِهِ أَنْ تُصِيبَهُمْ فِتْنَةٌ أَوْ يُصِيبَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ } [النور : ٦٣]

ایمان والو!رسول ﷺ کے بلانے کوایسا خیال نہ کرنا جیسا کہ تم آپس میں ایک دوسرے کوبلاتے ہو،بے شک اللہ تعالیٰ کو یہ معلوم ہے ،جوتم میں سے آنکھ بچاکر نکل جاتے ہیں تو جولوگ ان کے حکم کی مخالفت کرتے ہیں،ان کوڈرنا چاہیے ،ایسانہ ہو کہ ان پر کوئی آفت پڑ جائے یادردناک عذاب نازل ہو۔

علامہ ابن تیمیہؒ اس آیت کے ذیل میں لکھتے ہیں

جب آپ ﷺ کے حکم کی خلاف ورزی کرنے والے کوکفروشرک اور عذاب الیم سے ڈرایا گیاہے تواس سے یہ بات بھی معلوم ہوتی ہے کہ آپ ﷺ کے حکم کی خلاف ورزی کفریاعذاب الیم تک پہنچانے والی

ہے، ظاہر ہے کہ عذاب تک پہنچانا محض فعل معصیت کی وجہ سے ہے، اور کفر تک پہنچانے کی وجہ یہ کہ معصیت کے ساتھ ساتھ اس میں حکم دینے والے (رسول اکرم ﷺ) کی تحقیر اور استخفاف بھی شامل ہو جاتا ہے، پھر اس فعل کی سزا کیا ہو گی، جو اس سے شدید تر ہے، مثال کے طور پر آپ ﷺ کو گالی دینا اور آپ ﷺ کی تحقیر کرنا۔ یہ بہت وسیع باب ہے تاہم اس پر اجماع ہو چکا ہے اور جب دلائل بہت زیادہ ہوں تو گالی دینے والے کے کفر اور اس کی سزا کی شدت کے مسئلہ کو مزید تائید اور تقویت حاصل ہو جائے گی ، اور یہ بات کھل کر سامنے آجائے گی کہ رسول کا احترام نہ کرنا اور ان کی بے ادبی کرنا ایسے کفر کا موجب ہو سکتی ہے جس سے تمام اعمال تباہ ہو جائیں گے۔ (الصارم المسلول)

علامہ ابن تیمیہؒ نے یہاں ایک عجیب بات ارشاد فرمائی ہے کہ یہاں ایذا کا لفظ استعمال کیا گیا ہے، جو کہ اذیٰ سے ہے ، اذیٰ لغت میں اس شر اور ناپسندیدہ فعل پر بولا جاتا ہے جو معمولی درجے کا ہو اور جس کا اثر کمزور ہو، خطابی اور دیگر اہل علم نے اس کا ذکر کیا ہے اور یہ بات درست ہے، اس لفظ کے مواقع استعمال معلوم کرنے سے اس کی تائید ہوتی ہے، اس کے بعد علامہ ابن تیمیہؒ نے سورۃ آل عمران کی آیت ۱۱۱ نقل فرمائی ہے، جس میں اَذیٰ کا لفظ استعمال ہوا ہے۔

اسی طرح سورۃ البقرہ کی آیت ۲۲۲ میں اَذیٰ کا لفظ آیا ہے، اسی طرح سورۃ الاحزاب کی آیت ۵۷ میں لفظ یؤذون کا استعمال ہوا ہے، ان مقامات پر اس لفظ کے استعمال سے معلوم ہوا کہ یہ لفظ معنیٰ کے اعتبار سے سخت نہیں ہے، اس پر علامہ ابن تیمیہ نے لکھا کہ کسی عربی عورت سے پوچھا گیا کہ کیا سردی شدید ہوتی ہے یا گرمی؟ اس نے جواب دیا "البوس" اور "اذی" برابر کیسے ہو سکتے ہیں؟ "البوس"، "النعیم" کی ضد ہے یعنی وہ چیز جو بدن کو نقصان پہنچاتی ہو، بر خلاف اذیٰ کے کہ وہ اس حد تک نہیں پہنچتی۔ (الصارم المسلول)

علامہ ابن تیمیہؒ نے آیت مبارکہ

يَاايُّهاالَّذينَ اٰمَنُوالَاتَدخُلوابُيُوتَ النَّبى اِلَّاَان يُوذَنَ لَكُم اِلىٰ طَعَام غَيرَنَاظِرِينَ اِنٰه وَلٰكِن اِذَادُعِيتُم فَادخُلوافَاذَاطَعِمتُم فَانتَشِروا وَلَامُستَانِسِين لِحَدِيث اِنَّ ذٰلِكُم كَانَ يُوذِى النَّبِىَ فَيَستَحِى مِنكُم (الاحزاب ۵۳)

اے اہل ایمان! نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر میں نہ جایا کرو مگر اس صورت میں کہ تم کو کھانے کے لئے اجازت دی جائے، اور اس کے پکنے کا انتظار بھی نہ کرنا پڑے، لیکن جب تمہاری دعوت کی جائے تو جاؤ اور جب کھانا کھا چکو تو چل دو اور باتوں میں دل لگا کر نہ بیٹھ جاؤ، یہ بات نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اذیت دیتی ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم تم سے شرماتے ہیں (کوئی بات تمہیں اس بارے میں نہیں کہتے ہیں) کے ذیل میں تحریر فرمایا: کہ

اس آیت میں جس ایذا دینے والی چیز کا ذکر کیا گیا ہے وہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر میں دیر تک بیٹھے رہنا اور باتوں میں لگے رہنا ہے، یہ مطلب نہیں کہ صحابہ کرامؓ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایذا دیتے تھے، اور کسی فعل سے جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو تکلیف پہنچتی ہو مگر اس ایذا پہنچانے والے کو پتہ ہی نہ کہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اذیت دے رہا ہے اور نہ ہی اس کا ارادہ ایذا پہنچانے کا ہو تو پھر بھی اسے اس فعل سے روکا جا رہا ہے، اور یہ فعل گناہ کا موجب ہے، جیسے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز سے زیادہ اونچی آواز میں بولنا، مگر جب وہ قصداً ایذا دے رہا ہو اور اسے پتہ بھی ہو کہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایذا دے رہا ہے اور اس علم کے استحضار کے باوجود وہ اس کی جسارت کر رہا ہو تو یہ فعل کفر اور اعمال کے ضائع ہونے کا موجب ہے۔ (الصارم المسلول)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اذیت دینے کی ایک اور صورت

اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اذیت دینے کی ایک اور صورت سے منع فرمایا ہے، ارشاد ہے

{ وَمَا كَانَ لَكُمْ أَنْ تُؤْذُوا رَسُولَ اللَّهِ وَلَا أَنْ تَنْكِحُوا أَزْوَاجَهُ مِنْ بَعْدِهِ أَبَدًا إِنَّ ذَلِكُمْ كَانَ عِنْدَ اللَّهِ عَظِيمًا } [الأحزاب : ۵۳]

اور تمہارے لئے مناسب نہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تکلیف دو اور نہ یہ کہ ان کی بیویوں سے کبھی ان کے بعد نکاح کرو، بے شک یہ خدا کے نزدیک بڑے گناہ کا کام ہے۔

علامہ ابن تیمیہؒ لکھتے ہیں

فحرم على الأمة أن تنكح أزواجه من بعده لأن ذلك يؤذيه و جعله عظيما عند الله تعظيما لحرمته و قد ذكر أن هذه الآية نزلت لما قال بعض الناس : [لو قد توفي رسول الله صلى الله عليه و سلم تزوجت عائشة] ثم إن من نكح أزواجه أو سراريه فإن عقوبته القتل جزاء له بما انتهك من حرمته فالشاتم له أولى(الصارم المسلول)

اس آیت میں آپ ﷺ کی بیویوں کے ساتھ آپ ﷺ کے بعد نکاح کرنے کو حرام قرار دیا گیا ہے، کیونکہ اس سے آپ ﷺ کو اذیت پہنچتی ہے، پھر اس کی حرمت کی عظمت کی وجہ سے اس کو اللہ کے نزدیک عظیم جرم قرار دیا گیا۔ ذکر کیا گیا ہے کہ یہ آیت تب اتری جب بعض لوگوں نے کہا: اگر رسول اکرم ﷺ وفات پا گئے ہوتے تو حضرت عائشہؓ دوسرا نکاح کر لیتیں، پھر جو شخص آپ ﷺ کی بیویوں اور باندیوں کے ساتھ نکاح کرے تو اس کی سزا قتل ہے، یہ حرمت نبوی کو توڑنے کی سزا ہے، تو اس پر قیاس کرتے ہوئے گالی دینے والا اس سزا کا بطریق اولیٰ مستحق ہے۔

علامہ ابن تیمیہؒ نے اس کے بعد مسلم شریف کی ایک روایت نقل فرمائی ہے، جس میں یہ ہے کہ ایک شخص آپ ﷺ کی ام ولد کے ساتھ متہم تھا، آپ ﷺ نے حضرت علیؓ کو فرمایا: جا کر اس کی گردن اڑادو، حضرت علیؓ اس کے پاس آئے تو وہ شخص ایک ٹب میں نہا رہا تھا، اسے حضرت علیؓ نے فرمایا: باہر آؤ، اپنا ہاتھ اسے پکڑوا کر اسے باہر نکالا، جب دیکھا تو اس کا عضو تناسل کٹا ہوا تھا، یہ دیکھ کر حضرت علیؓ نے اسے قتل نہیں کیا، اور آپ ﷺ کو آکر بتایا کہ یارسول اللہ! إنه لمَجبُوب مَا لَه ذَكر اس کا تو آلہ تناسل کٹا ہوا ہے۔

علامہ لکھتے ہیں کہ آپ ﷺ نے اسے قتل کرنے کا حکم دیا تھا، کیونکہ اس نے آپ ﷺ کی حرمت کو پامال کیا تھا، آپ ﷺ نے اس پر زنا کی حد لگانا کا حکم نہیں دیا تھا، اس لئے کہ زنا کی سزا قتل نہیں ہے، بلکہ شادی شدہ کو سنگسار کیا جاتا ہے اور غیر شادی شدہ کو کوڑے مارے جاتے ہیں اور حد بھی اس صورت میں لگائی جاتی ہے اگر چار گواہ موجود ہوں یا وہ بذات خود اعتراف جرم کرے۔

جب رسول کریم ﷺ نے یہ تفصیل معلوم کئے بغیر اسے قتل کرنے کا حکم دیا کہ آیا وہ شادی شدہ یا مجرد ہے؟ تو اس سے معلوم ہوا کہ قتل کا حکم اس کی حرمت شکنی کی وجہ سے دیا گیا تھا، یہ بھی ہو سکتا ہے کہ

دو گواہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے شہادت دی ہو کہ انہوں نے اس اس عورت کے ساتھ مباشرت کرتے دیکھا تھا یا اس سے ملتے جلتے الفاظ میں شہادت دی ہو اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے قتل کرنے کا حکم دیا۔

جب معلوم ہو گیا کہ وہ مجبوب ہے تو معلوم ہوا کہ اس فساد کا کوئی اندیشہ نہیں ہے، یا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ کو اس واقعہ کی تحقیق کرنے کے لئے بھیجا ہو کہ اگر یہ واقعہ صحیح ہے تو اسے قتل کر دیا جائے، اسی لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس واقعہ یا کسی اور واقعہ کے بارے میں ارشاد فرمایا

أكون كالسكة المحماة أم الشاهد يرى ما لا يرى الغائب

حاضر آدمی وہ کچھ دیکھتا ہے جو غائب نہیں دیکھتا" (مسند احمد ج ۲ ص ۵۱)

علامہ فرماتے ہیں کہ اس کی دلیل یہ بھی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے قیلہ بنت قیس بن معدیکرب سے نکاح کیا، مگر اسے گھر میں آباد کرنے سے پہلے دنیا سے پردہ فرما گئے۔ (معرفۃ الصحابہ لابی نعیم ج ٦، یہ قوی الاسناد ہے، الاصابہ ج ۸ ص ۱۸۴) یہ بھی کہا گیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے اختیار دیا کہ یا تو دوسری بیویوں کی طرح پردہ میں رہو اور یا مجھ سے طلاق لے کر کسی اور کے ساتھ نکاح کر لو، اس نے نکاح کرنے کو ترجیح دی، جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم دنیا سے رخصت ہوئے تو عکرمہ بن ابو جہل نے حضرموت میں اس سے نکاح کر لیا، جب حضرت ابو بکرؓ کو پتہ چلا تو فرمایا: کہ میں نے ان دونوں کے گھر کو جلانے کا ارادہ کر لیا ہے۔

اس پر حضرت عمرؓ نے انہیں فرمایا: یہ عورت امہات المومنین میں سے نہیں ہے اور نہ ہی یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں آباد ہوئی ہے اور نہ ہی اسے اپنے گھر میں لائے ہیں۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ مرتد ہو گئی تھیں، اسی لئے حضرت عمرؓ نے حضرت ابو بکرؓ کے سامنے یہ دلیل پیش کی کہ یہ امہات المومنین میں سے نہیں ہے، اس کے مرتد ہو جانے کی وجہ سے۔

حضرت ابو بکرؓ نے جو ان دونوں کا گھر جلا دینے کا ارادہ فرمایا اس سے معلوم ہوا کہ حضرات صحابہ کرامؓ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حرمت کو توڑنے والوں کو قتل کر دیا کرتے تھے۔

ذو معنیٰ الفاظ کے استعمال پر پابندی

اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ادب اور احترام کی خاطر ایسے الفاظ استعمال کرنے پر پابندی عائد کی جن کے دو دو مفہوم تھے، جیسے سورۃ البقرہ کی اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے لفظ راعنا کا استعمال منع فرمایا، ارشاد ہے

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَقُولُوا رَاعِنَا وَقُولُوا انْظُرْنَا وَاسْمَعُوا وَلِلْكَافِرِينَ عَذَابٌ أَلِيمٌ)
سورة البقرة ، : ١٠٤]

اے اہل ایمان! تم راعنا کا لفظ استعمال نہ کرو، اس کی جگہ تم اُنظرنا کا لفظ استعمال کر لیا کرو اور سنو، کافروں کے لئے دردناک عذاب ہے۔

تفسیر بغوی

اس آیت کی تفسیر میں علامہ ابو محمد الحسین بن مسعود بغوی لکھتے ہیں

وَذَلِكَ أَنَّ الْمُسْلِمِينَ كَانُوا يَقُولُونَ رَاعِنَا يَا رَسُولَ اللَّهِ، مِنَ الْمُرَاعَاةِ أَيْ أَرْعِنَا سَمْعَكَ، أَيْ فَرِّغْ سَمْعَكَ لِكَلَامِنَا، يُقَالُ: أَرْعَى إِلَى الشَّيْءِ، وَرَعَاهُ، وَرَاعَاهُ، أَيْ أَصْغَى إِلَيْهِ وَاسْتَمَعَهُ، وَكَانَتْ هَذِهِ اللَّفْظَةُ (شَيْئًا) قَبِيحًا بِلُغَةِ الْيَهُودِ، وَقِيلَ: كَانَ مَعْنَاهَا عِنْدَهُمُ اسْمَعْ لَا سَمِعْتَ وَقِيلَ: هِيَ مِنَ الرُّعُونَةِ إِذَا أَرَادُوا أَنْ يُحَمِّقُوا إِنْسَانًا قَالُوا لَهُ: رَاعِنَا بِمَعْنَى يَا أَحْمَقُ! فَلَمَّا سَمِعَ الْيَهُودُ هَذِهِ اللَّفْظَةَ مِنَ الْمُسْلِمِينَ قَالُوا فِيمَا بَيْنَهُمْ: كُنَّا نَسُبُّ مُحَمَّدًا سِرًّا، فَأَعْلِنُوا بِهِ الْآنَ، فَكَانُوا يَأْتُونَهُ وَيَقُولُونَ: رَاعِنَا يَا مُحَمَّدُ، وَيَضْحَكُونَ فِيمَا بَيْنَهُمْ، فَسَمِعَهَا سَعْدُ بْنُ مُعَاذٍ فَفَطِنَ لَهَا، وَكَانَ يَعْرِفُ لُغَتَهُمْ، فَقَالَ لِلْيَهُودِ: لَئِنْ سَمِعْتُهَا مِنْ أَحَدِكُمْ يَقُولُهَا لِرَسُولِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَأَضْرِبَنَّ عُنُقَهُ، فَقَالُوا: أَوَلَسْتُمْ تَقُولُونَهَا؟ فَأَنْزَلَ اللَّهُ تَعَالَى {لَا تَقُولُوا رَاعِنَا} **(بغوی ١/١٣٢، اسباب النزول، قرطبی ٢/٥٧، خازن ١/٦٧)**

اہل ایمان کو ایسا کہنے سے اس لئے منع کیا گیا ہے کہ وہ رَاعِنَا کہتے تھے، جو کہ مُراعاۃ سے ہے جس کا مطلب ہے ہمارے لئے اپنے کانوں کو فارغ کیجیے، عربی زبان میں أَرْعَى إِلَى الشَّيْءِ، وَرَعَاهُ، وَرَاعَاهُ، کا معنی ہوتا ہے اس کی طرف کان جھکا اور اس کی بات کو سن، اور یہ لفظ یہود کی زبان میں بہت ہی برا تھا، اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہود کے ہاں اس کا معنی ہے سن تیرے کان نہ سنیں، اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ لفظ رعونت سے ہے، جب وہ چاہتے کہ کسی آدمی کو بے وقوف بنائیں تو اسے کہتے تھے راعنا، جس کا معنی ہے اے احمق! جب یہود نے مسلمانوں کی زبانوں سے یہ لفظ سنا تو انہوں نے آپس میں یہ کہا: ہم محمد کو چپکے چپکے گالیاں دیتے تھے

،اب تواسے علی الاعلان گالی دو،اس پر وہ آپ ﷺ کے پاس آتے اور یوں کہتے تھے رَاعِنَا يَا مُحَمَّدُ، اورآپس میں ہنستے تھے ،یہ کلمات ان سے حضرت سعد بن معاذؓ نے سن لئے اور ان کا معنی بھی سمجھ گئے ،کیونکہ آپؓ یہود کی بولی جانتے تھے ،انہوں نے یہود کو کہا:اگر تم میں سے کسی سے یہ کلمات میں نے رسول اللہ ﷺ کے بارے میں سن لئے تو اس کی گردن اُڑادوں گا،انہوں نے انہیں کہا: کہ کیا آپ لوگ یہ کلمات نہیں کہتے ؟اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔

تفسیر فتح القدیر

محمد بن علی شوکانی یمنیؒ اپنی تفسیر میں اس آیت کے ذیل میں لکھتے ہیں

راعِنا رَاقِبْنَا، وَاحْفَظْنَا، وَصِيغَةُ الْمُفَاعَلَةِ تَدُلُّ عَلَى أَنَّ مَعْنَى راعِنا: ارْعَنَا وَنَرْعَاكَ، وَاحْفَظْنَا وَنحْفَظُكَ، وَارْقُبْنَا وَنَرْقُبُكَ وَيَجُوزُ أَنْ يَكُونَ مِنْ أَرْعِنَا سَمْعَكَ، أي: فرغه لكلامنا، وجه النَّهْيِ عَنْ ذَلِكَ أَنَّ هَذَا اللَّفْظَ كَانَ بِلِسَانِ الْيَهُودِ سَبًّا قِيلَ: إِنَّهُ فِي لُغَتِهِمْ بِمَعْنَى اسْمَعْ لَا سَمِعْتَ وَقِيلَ: غَيْرُ ذَلِكَ، فَلَمَّا سَمِعُوا الْمُسْلِمِينَ يَقُولُونَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَاعِنَا طَلَبًا مِنْهُ أَنْ يُرَاعِيَهُمْ مِنَ الْمُرَاعَاةِ اغْتَنَمُوا الْفُرْصَةَ، وَكَانُوا يَقُولُونَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَذَلِكَ مُظْهِرِينَ أَنَّهُمْ يُرِيدُونَ الْمَعْنَى الْعَرَبِيَّ، مُبْطِنِينَ أَنَّهُمْ يَقْصِدُونَ السَّبَّ الذي مَعْنَى هَذَا اللَّفْظِ فِي لُغَتِهِمْ، وَفِي ذَلِكَ دَلِيلٌ عَلَى أَنَّهُ يَنْبَغِي تَجَنُّبُ الْأَلْفَاظِ الْمُحْتَمِلَةِ لِلسَّبِّ وَالنَّقْصِ، وَإِنْ لَمْ يَقْصِدِ الْمُتَكَلِّمُ بِهَا ذَلِكَ الْمَعْنَى الْمُفِيدَ لِلشَّتْمِ، سَدًّا لِلذَّرِيعَةِ وَدَفْعًا لِلْوَسِيلَةِ، وَقَطْعًا لِمَادَّةِ الْمَفْسَدَةِ وَالتَّطَرُّقِ إِلَيْهِ، ثُمَّ أَمَرَهُمُ اللَّهُ بِأَنْ يُخَاطِبُوا النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَا لَا يَحْتَمِلُ النَّقْصَ وَلَا يَصْلُحُ لِلتَّعْرِيضِ

رَاعِنَا رَاقِبنَا کے معنی میں ہے اور احفظنا کے معنی میں ہے اور یہ باب مفاعلہ سے ہے جو اس معنی پر دلالت کرتا ہے کہ ہماری رعایت کیجیے ،ہم آپ کی رعایت کریں گے ، آپ ہماری حفاظت کیجیے ہم آپ کی حفاظت کریں گے ، آپ ہمارا دیہان رکھیں ہم آپ دیہان رکھیں گے ،اورارعنا سمعک کہنا بھی ٹھیک ہے جس کا معنی ہے کہ اپنے کان ہماری بات کے لئے فارغ کریں،ان معانی کے ٹھیک ہونے کے باوجود یہ الفاظ استعمال کرنے سے منع کرنے کی وجہ یہ ہے کہ یہ لفظ یہود کی لغت میں گالی تھا،یہ کہا گیا ہے کہ یہود کی زبان میں اس

کا معنی یہ ہے کہ سن تو تیرے کان نہ سن سکیں، اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس کا معنی اس کے علاوہ بھی ہے، جب انہون نے مسلمانوں کو یہ لفظ آپ ﷺ کے لئے استعمال کرتے ہوئے سنا تو انہوں نے فرصت کو غنیمت سمجھا۔

تو وہ بھی نبی اکرم ﷺ کو ایسا ہی کہنے لگے، وہ اس بات کو ظاہر کر رہے تھے کہ ان کی مراد عربی کا معنی ہے، وہ گالی والے معنی کو چھپاتے تھے جو ان کی زبان میں گالی تھا، اس میں اس بات کی دلیل ہے کہ ایسے الفاظ کے استعمال سے بچنا مناسب ہے جن میں گالی اور تنقیص کا احتمال پایا جاتا ہو، اگرچہ متکلم اس معنی مفید سے گالی مراد نہ لیتا ہو، گالی دینے کے ذریعہ اور اس راستے کر بند کرنے کے لئے، اور مادۂ مفسدہ کو کاٹنے کے لئے، پھر اللہ تعالیٰ نے انہیں حکم دیا کہ وہ نبی کریم ﷺ کو ایسے لفظ کے ساتھ مخاطب کریں جس میں نقص کا احتمال نہ ہو اور تعریض کی صلاحیت نہ ہو۔ (تفسیر فتح القدیر ج ۱ ص ۱۴۵)

دیکھا جائے تو اس لفظ کے استعمال یا معنی میں کوئی قباحت نہیں ہے، اس کا معنی ہے ہمارا لحاظ کریں، ہمارا خیال رکھیں، اگر کسی شخص کو کسی کہنے والے کی بات سمجھ نہ آ رہی ہو تو وہ یوں کہتا ہے کہ ہماری ذرا رعایت کریں، ہمارا خیال کریں، حضرات صحابہ کرامؓ اس لفظ کو استعمال کرتے تھے، مگر جب یہ لفظ یہود استعمال کرتے تو اپنے دلی بغض، کدورت، گندگی اور عناد کو ظاہر کرنے کے لئے اپنی زبانوں کو ٹھہرا کر کے رَاعِینا کہتے تھے، جس کا معنی ہے ہمارے چرواہے، یا راعِنا احمق (نعوذ باللہ) جس طرح وہ السلام علیکم (تم پر سلامتی ہو) کی جگہ السام علیکم (تمہیں موت آئے) کہا کرتے تھے۔ یہود رعونت اور تکبر کی وجہ سے ایسا کیا کرتے تھے۔

قاضی عیاضؒ

قاضی عیاضؒ نے اپنی کتاب الشفاء بتعریف حقوق المصطفےٰ ﷺ میں یہ آیت نقل کرنے کے بعد لکھا کہ

و ذلك أن اليهود كانوا يقولون راعنا يا محمد، أي أرعنا سمعك، و اسمع مناو يعرضون بالكلمة يريدون الرعونة ، فنهى الله المؤمنين عن التشبه بهم ، و قطع الذريعة بنهي المؤمنين عنها لئلا يتوصل بها الكافر و المنافق إلى سبه و الاستهزاء به (الشفاء بتعريف حقوق المصطفى ﷺ)

اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کو اس سے منع کر دیا، تاکہ ان کی مشابہت سے بچ سکیں، اور انہیں ایسا ذریعہ اور طریقہ استعمال کرنے سے منع فرمایا جسے کافر اور منافق استعمال کر کے آپ ﷺ کو گالی دیں اور آپ ﷺ کا مذاق اڑائیں۔

اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ لفظ کے مشترک ہونے کی وجہ سے ایسا کہنے سے منع یا گیا ہے، کیونکہ یہود کی زبان میں اس سے آپ ﷺ کو بد دعا دی جاتی تھی۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس لفظ میں قلت ادب ہے، اس سے آپ ﷺ کی عزت اور ادب کا خیال نہیں کھا جاتا تھا، کیونکہ انصار کی زبان میں بھی اس لفظ کے معنی ٹھیک نہیں تھے اس لئے اس لفظ سے منع کر دیا گیا، اس لفظ کے استعمال سے جس ادب، احترام، رعایت کے آپ ﷺ مستحق تھے وہ نہیں ہو پا رہا تھا، اس لئے اس کے استعمال سے منع کر دیا گیا۔ اسی لئے تو آپ ﷺ نے اپنے نام پر کنیت رکھنے سے منع کر دیا تھا، آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا تھا **تسموا باسمي ، و لا تكنوا بكنيتي ،**
میرا نام رکھ لیا کرو، مگر میری کنیت نہ رکھا کرو۔

اس میں آپ ﷺ کی حفاظت اور ایذا سے بچاؤ مقصود تھا۔ ایک شخص نے آواز دی اے ابو القاسم! آپ ﷺ نے اسے جواب دیا، تو اس نے کہا: میرا آپ ﷺ سے کوئی مطلب نہیں ہے میں تو اس شخص کو بلا رہا ہوں، اس وقت پھر آپ ﷺ نے اپنی کنیت اختیار کرنے سے روک دیا تھا، تاکہ ایسے شخص کا جواب دے کر اذیت اور تکلیف سے بچا جا سکے جو آپ ﷺ کو بلانا نہیں چاہتا، منافقین اور تمسخر اڑانے والے آپ ﷺ کو اذیت پہنچانے کے بہانے تلاش کرتے رہتے تھے، بلاتے کسی اور کو ہوتے تو نام آپ ﷺ کا لے کر پکارتے تھے۔

جب آپ ﷺ متوجہ ہوتے تو وہ کہتے کہ ہم نے تو آپ ﷺ کو نہیں بلایا ہم نے تو اسے بلایا ہے، اس سے ان کا مقصود آپ ﷺ کو مذاق کا نشانہ بنانا اور آپ ﷺ کے مرتبے کو کم کرنا تھا، وہ ایسا کرتے تھے جس طرح پاگل اور ٹھٹھا کرنے والے کرتے تھے، اس سے آپ ﷺ کی حفاظت کی گئی تاکہ اس طرح آپ ﷺ کو اذیت نہ دی جا سکے۔

قاضی عیاضؒ نے الشفاء میں لکھا کہ یہ پابندی آپ ﷺ کی زندگی تک تھی، آپ ﷺ کی وفات کے بعد آپ ﷺ کی کنیت رکھنے کی اجازت دی گئی، کیونکہ جس وجہ سے یہ کنیت رکھنا منع تھا اب وہ وجہ ختم ہوگئی ہے۔

قاضی عیاض کہتے ہیں اس موقع پر بہت سے مذاہب اور خیالات ہیں مگر ہم نے جمہور کا موقف ذکر کر دیا ہے اور یہی درست ہے۔(الشفاء بتعریف حقوق المصطفےٰ ﷺ)

☆☆☆☆

شاتم رسول اور فرمان رسول ﷺ

نابینا نے اپنی ام ولد کو گالی دینے پر قتل کیا

حضرت عکرمہؒ روایت کرتے ہیں کہ ہمیں عبداللہ بن عباسؓ نے بیان کیا کہ

أَنَّ أَعْمَى كَانَتْ لَهُ أُمُّ وَلَدٍ تَشْتُمُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَتَقَعُ فِيهِ، فَيَنْهَاهَا، فَلَا تَنْتَهِي، وَيَزْجُرُهَا فَلَا تَنْزَجِرُ، قَالَ: فَلَمَّا كَانَتْ ذَاتَ لَيْلَةٍ، جَعَلَتْ تَقَعُ فِي النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَتَشْتُمُهُ، فَأَخَذَ الْمِغْوَلَ فَوَضَعَهُ فِي بَطْنِهَا، وَاتَّكَأَ عَلَيْهَا فَقَتَلَهَا، فَوَقَعَ بَيْنَ رِجْلَيْهَا طِفْلٌ، فَلَطَّخَتْ مَا هُنَاكَ بِالدَّمِ، فَلَمَّا أَصْبَحَ ذُكِرَ ذَلِكَ لِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَجَمَعَ النَّاسَ فَقَالَ: «أَنْشُدُ اللَّهَ رَجُلًا فَعَلَ مَا فَعَلَ لِي عَلَيْهِ حَقٌّ إِلَّا قَامَ» ، فَقَامَ الْأَعْمَى يَتَخَطَّى النَّاسَ وَهُوَ يَتَزَلْزَلُ حَتَّى قَعَدَ بَيْنَ يَدَيِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، أَنَا صَاحِبُهَا، كَانَتْ تَشْتُمُكَ، وَتَقَعُ فِيكَ، فَأَنْهَاهَا فَلَا تَنْتَهِي، وَأَزْجُرُهَا، فَلَا تَنْزَجِرُ، وَلِي مِنْهَا ابْنَانِ مِثْلُ اللُّؤْلُؤَتَيْنِ، وَكَانَتْ بِي رَفِيقَةً، فَلَمَّا كَانَ الْبَارِحَةَ جَعَلَتْ تَشْتُمُكَ، وَتَقَعُ فِيكَ، فَأَخَذْتُ الْمِغْوَلَ فَوَضَعْتُهُ فِي بَطْنِهَا، وَاتَّكَأْتُ عَلَيْهَا حَتَّى قَتَلْتُهَا، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «أَلَا اشْهَدُوا أَنَّ دَمَهَا هَدَرٌ»(سنن ابی داود ، کتاب الحدود،سنن النسائی)

ترجمہ: ایک نابینا آدمی کی ایک باندی تھی، جو نبی اکرم ﷺ کو گالیاں دیتی تھی، اور آپ ﷺ کی شان اقدس میں گستاخی کیا کرتی تھی، وہ نابینا اسے روکتا مگر وہ اس سے باز نہیں آتی تھی، وہ اسے ڈانٹتا مگر اس پر اس کا کوئی اثر نہیں ہوتا تھا، (راوی کہتے ہیں) ایک رات تھی کہ اس باندی نے آپ ﷺ کی شان میں پھر گستاخی شروع کی، اور آپ ﷺ کو گالی دی، تو اس نابینا نے ایک خنجر لیا، پھر اسے اس باندی کے پیٹ پر رکھ دیا اور اوپر سے اسے خوب دبایا، اور اسے قتل کر دیا، اس باندی کی دونوں ٹانگوں کے درمیان لڑکا گرا، وہ خون سے لتھڑ گئی، جب صبح ہوئی تو اس بات کا آپ ﷺ سے تذکرہ کیا گیا، لوگ جمع ہو گئے، آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: میں اس کو قسم دیتا ہوں جس نے جو کچھ کیا اور اس پر میرا حق ہے کہ وہ کھڑا ہو جائے، اس پر وہ نابینا کھڑا ہو گیا، لوگوں کو پھلانگتے ہوئے آگے بڑھا، اس کی حالت یہ تھی کہ وہ لرزہ براندام تھا، یہاں تک کہ

وہ آپ ﷺ کے سامنے آکر بیٹھ گیا، پھراس نے کہا: یارسول اللہ! میں نے یہ کام کیا ہے، وہ آپ ﷺ کو گالی دیتی اور گستاخی کرتی تھی، میں اس سے اسے منع کرتا تھا مگر وہ منع نہیں ہوتی تھی، میں اسے ڈانٹتا تھا، مگر اس پر اس کا اثر نہیں ہوتا تھا، میرے اس سے موتیوں جیسے دو بیٹے ہیں وہ میری رفیقہ حیات ہے، جب گزشتہ رات تھی تو اس نے آپ ﷺ کو گالی دینا شروع کر دی، اور گستاخی کا ارتکاب کیا، پھر میں نے خنجر لیا اور اس کے پیٹ پر رکھ دیا، اور اسے اوپر سے زور سے دبایا یہاں تک کہ وہ مرگئی، آپ ﷺ نے فرمایا: تم گواہ رہو، اس عورت کا خون ضائع چلا گیا ہے۔

حدیث کے الفاظ کی وضاحت

(أُمُّ وَلَدٍ) غیر مسلمہ عورت، اسی لئے تو وہ اس بُرے کام کی جرأت کرتی تھی۔

(وَتَقَعُ فِيهِ) عربی میں وقع فیہ کا معنی ہوتا ہے کسی کو عیب لگانا اور کسی کی مذمت کرنا۔

(وَيَزْجُرُهَا) اسے منع کرتا تھا (فَلَا تَنْزَجِرُ) وہ باز نہیں آتی تھی۔

(فَلَمَّا كَانَتْ ذَاتَ لَيْلَةٍ) کوئی رات، ایک رات، رات کی کوئی گھڑی، راتوں میں کوئی رات۔

(الْمِغْوَلَ) چھوٹی تلوار کی مانند، جسے آدمی اپنی چادر یا کپڑے کے نیچے چھپالیتا ہے، یہ بھی کہا گیا ہے کہ تیز دھار لوہا، یہ بھی کہا گیا ہے کہ کوڑا جس کے درمیان میں تیز دھار تلوار ہو، علامہ خطابی کہتے ہیں کہ مِعوَل ایک بھالا ہوتا ہے جس کا پھل بڑا باریک اور تیز ہوتا ہے، بعض کہتے ہیں کہ وہ ایک تیز تلوار ہوتی ہے جس کا ایک دستہ ہوتا ہے اور اس کا غلاف چابک کی طرح ہوتا ہے، مِشمَل چھوٹی تلوار کو کہتے ہیں۔ مِعوَل کا مادہ غَال اور اغتال ہے، جس کے معنی اچانک کسی چیز کو پکڑ لینے کے ہیں

(فَوَقَعَ بَيْنَ رِجْلَيْهَا طِفْلٌ) اس کا بیٹا تھا جو گر پڑا مگر مرا نہیں۔

حدیث سے استدلال: آپ ﷺ نے اس باندی کے خون کو ہدر قرار دیا ہے، اس میں دلیل ہے کہ جب ذمی (کافر) اللہ اور رسول اللہ کے بارے میں اپنی زبان قابو میں نہ رکھے تو اس کا عہد و پیمان باقی نہیں رہتا، اس کا قتل حلال ہو جاتا ہے، علامہ منذریؒ نے فرمایا: کہ رسول اللہ ﷺ کو گالی دینے والے کو قتل کیا جائے گا، اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ مسلمانوں میں سے اگر کوئی آپ ﷺ کو گالی دیتا ہے تو اس کا قتل بھی واجب

ہے،اس میں کسی کا اختلاف نہیں ہے، صرف ذمی کے قتل میں اختلاف ہے، امام شافعی کہتے ہیں کہ ذمی کو بھی قتل کیا جائے گا، اوراس کا عہد وپیان ختم ہو جائے گا، امام ابو حنیفہ کہتے ہیں کہ ذمی مشرک ہو تا ہے اور شرک سے بڑھ کر کیا ہے، امام مالکؒ فرماتے ہیں یہود ونصاریٰ میں سے جس نے آپ ﷺ کو گالی دی اسے قتل کیا جائے گا یاوہ مسلمان ہو جائے۔ (عون المعبود شرح ابی داود، کتاب الحدود)

حضرت امام احمد بن حنبلؒ کی کتاب "احکام اھل الملل والردة" میں ایک روایت یوں موجود ہے کہ

أَنَّ رَجُلا كَانَتْ لَهُ أُمُّ وَلَدٍ تَشْتُمُ النَّبِيَّ، صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَتَلَهَا، فَسَأَلَهُ النَّبِيُّ، صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، عَنْهَا، فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، إِنَّهَا كَانَتْ تَشْتُمُكَ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ، صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَلا إِنَّ دَمَ فُلانَةٍ هَدَرٌ (احکام اهل الملل والردة ج۱/۲۵۷)

ایک آدمی کی باندی تھی ،جو آپ ﷺ کو گالی دیتی تھی ،اس نے اسے قتل کر دیا تھا،اس سے آپ ﷺ نے اس کے بارے پوچھا:تواس نے کہا:یارسول اللہ!وہ آپ ﷺ کو گالی دیتی تھی ،اس پر آپ ﷺ نے فرمایا:خبر دار!فلاں عورت کا خون رائیگاں ہے۔

یہ روایت بھی حضرت عکرمہ نے حضرت عبد اللہ بن عباسؓ سے کی ہے،ان دونوں روایات میں ایک ہی طرح کا واقعہ مختلف الفاظ کے ساتھ بیان کیا گیا ہے، جس میں صاف دکھائی دے رہا ہے کہ یہ عورت اس کی لونڈی تھی، جس سے اس کے دو موتیوں جیسے بیٹے بھی تھے،ایک روایت کے مطابق یہ یہودی عورت تھی ،مسلمان نہیں تھی،اس کو قتل کرنے کی اور کوئی وجہ نہیں تھی،سوائے اس کے کہ وہ آپ ﷺ کی شان میں نازیبا کلمات کہتی تھی، آپ ﷺ کے عیوب بیان کرتی تھی۔

آپ ﷺ کی مذمت کرتی تھی، سمجھانے کے باوجود سمجھتی نہیں تھی،بات نہیں مانتی تھی،اس لئے گستاخی اور سب وشتم کرنے کی وجہ سے اسے قتل کر دیا گیا، پھر جب آپ ﷺ کے سامنے اس معاملے کی وضاحت کی گئی تو آپ ﷺ نے کسی قسم کا اعتراض نہیں کیا،ڈانٹ ڈپٹ نہیں کی ،بلکہ یہی فرمایا: کہ اس عورت کا خون رائیگاں چلا گیا۔مارنے والے سے قصاص اور بدلہ نہیں لیا جائے گا، اگر شاتم رسول کو قتل کرنا ناجائز ہو تا تو آپ ﷺ بات سنتے ہی ارشاد فرمادیتے کہ تونے حرام کیا ہے،اس کا خون معصوم

ہے، معصوم کو قتل کرنے کی وجہ سے اس پر کفارے کو واجب قرار دیتے اور اگر وہ اس کی لونڈی نہ ہوتی تو اس پر دیت واجب قرار دیتے۔

علامہ ابن تیمیہؒ لکھتے ہیں جب آپ ﷺ نے فرمایا: کہ اس کا خون ہدر ہے اور ہدر وہ خون ہوتا ہے جس کا قصاص دیا جاتا ہے نہ دیت اور کفارہ، تو اس سے معلوم ہوا کہ وہ ذمی ہونے کے باوجود مباح الدم تھی ، گویا گالیاں دینے سے اس کو مباح الدم کر دیا گیا تھا، آپ ﷺ نے اس کے خون کو اس وقت ہدر قرار دیا جب آپ ﷺ کو بتایا گیا کہ گالیاں دینے کی وجہ سے اس کو قتل کیا گیا ہے، پس معلوم ہوا کہ اس کا موجب و محرک یہی ہے اور اس واقعہ کی دلالت اس پر واضح ہے (الصارم المسلول)

یہودیہ گالی دینے کی وجہ سے قتل

حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ

أَنَّ يَهُودِيَّةً كَانَتْ تَشْتُمُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَتَقَعُ فِيهِ، فَخَنَقَهَا رَجُلٌ حَتَّى مَاتَتْ، فَأَبْطَلَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَمَهَا (ابی داؤد)

ایک یہودیہ عورت آپ ﷺ کو گالیاں دیا کرتی تھی اور آپ ﷺ کی شان میں گستاخی کیا کرتی تھی، ایک آدمی نے اسے گلا گھونٹ کر مار دیا، آپ ﷺ نے اس کے خون کو باطل قرار دیا۔

علامہ ابن تیمیہؒ نے مسند احمد بن حنبلؒ کے حوالے سے الصارم میں یہ روایت بھی نقل فرمائی ہے

كَانَ رَجُلٌ مِنَ الْمُسْلِمِينَ أَعْمَى يَأْوِي إِلَى امْرَأَةٍ يَهُودِيَّةٍ، فَكَانَتْ تُطْعِمُهُ وَتُحْسِنُ إِلَيْهِ، فَكَانَتْ لا تَزَالُ تَشْتُمُ النَّبِيَّ، صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَتُؤْذِيهِ فِيهِ، فَلَمَّا كَانَ لَيْلَةٌ مِنَ اللَّيَالِي خَنَقَهَا فَمَاتَتْ، فَلَمَّا أَصْبَحَ ذُكِرَ ذَلِكَ لِرَسُولِ اللهِ، صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَنَشَدَ النَّاسَ فِي أَمْرِهَا، فَقَامَ الْأَعْمَى فَذَكَرَ لَهُ أَمْرَهَا، فَأَبْطَلَ رَسُولُ اللهِ، صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، دَمَهَا(احکام اهل الملل والردة ج۱ص۲۵۷)

ایک نابینا مسلمان ایک یہودی عورت کے ہاں رہتا تھا، وہ عورت اسے کھلاتی ، پلاتی تھی ، اور اس سے اچھا سلوک کرتی تھی، مگر اس کے ساتھ ساتھ وہ آپ ﷺ کو ہمیشہ گالیاں بھی دیتی تھی اور آپ ﷺ کو

ایذا پہنچانے والی باتیں کرتی تھی، ایک رات اس نابینا مسلمان نے اس کا گلا گھونٹ کر اسے مار ڈالا، صبح ہوئی تو نبی کریم ﷺ کے پاس اس بات کا ذکر کیا گیا، آپ ﷺ نے لوگوں سے قسم اٹھوائی، اتنے میں اس نابینا مسلمان نے اٹھ کر سارا واقعہ سنا دیا، چنانچہ آپ ﷺ نے اس عورت کے خون کو ہدر قرار دیا۔

ان دو واقعات کا نفس مضمون ایک جیسا ہے، اسی وجہ سے محدثین پریشان ہیں کہ یہ ایک ہی واقعہ ہے یا الگ الگ، اگر ایک ہی واقعہ ہے تو یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ ایک ہی عورت کو خنجر سے قتل کیا گیا ہو اور اسی کو گلا گھونٹ کر مارا گیا ہو، اگر گلا گھونٹنے والا واقعہ الگ ہے اور خنجر والا الگ تو پھر دونوں واقعات میں مارنے والا نابینا بتایا جا رہا ہے، جس نے آپ ﷺ کے سامنے جو مضمون بیان کیا دونوں کا مفہوم ایک ہی ہے۔ بہر حال واقعہ ایک ہی ہو یا الگ الگ مگر یہ بات تو طے ہے کہ دونوں سے مسئلہ ایک ہی نکلتا ہے کہ گستاخ اور شاتم رسول کسے باشد اسے قتل ہی کرنا ہے، علامہ ابن تیمیہؒ لکھتے ہیں

یہ حدیث اس مسئلہ میں نص قطعی کا حکم رکھتی ہے کہ نبی کریم ﷺ کو گالیاں دینے والے کو قتل کرنا جائز ہے، نیز یہ کہ ایسے ذمی کو بھی قتل کیا جا سکتا ہے، مسلم مرد ہو یا عورت اگر آپ ﷺ کو گالیاں دیں تو ان کو بطریق اولیٰ قتل کرنا جائز ہے، اس لئے کہ یہ عورت ان لوگوں میں سے تھی جن کے ساتھ معاہدہ کیا گیا تھا، رسول اکرم ﷺ جب مدینہ تشریف لائے تو مدینہ کے تمام یہودیوں کے ساتھ مطلقاً معاہدہ کیا گیا تھا اور ان پر جزیہ بھی نہیں لگایا گیا تھا۔ (الصارم المسلول)

کعب بن اشرف یہودی کا گالی دینے کی وجہ سے قتل

حضرت عمرو بن دینار نے فرمایا: میں نے حضرت جابر بن عبد اللہؓ کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

مَنْ لِكَعْبِ بْنِ الأَشْرَفِ، فَإِنَّهُ قَدْ آذَى اللَّهَ وَرَسُولَهُ

کعب بن اشرف کو کون ٹھکانے لگائے گا اس نے اللہ اور اللہ کے رسول کو اذیت دی ہے؟

فَقَامَ مُحَمَّدُ بْنُ مَسْلَمَةَ فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، أَتُحِبُّ أَنْ أَقْتُلَهُ؟ قَالَ: «نَعَمْ» ، قَالَ: فَأْذَنْ لِي أَنْ أَقُولَ شَيْئًا، قَالَ: «قُلْ» ، فَأَتَاهُ مُحَمَّدُ بْنُ مَسْلَمَةَ فَقَالَ: إِنَّ هَذَا الرَّجُلَ قَدْ سَأَلَنَا صَدَقَةً، وَإِنَّهُ قَدْ عَنَّانَا وَإِنِّي قَدْ أَتَيْتُكَ أَسْتَسْلِفُكَ، قَالَ: وَأَيْضًا وَاللَّهِ لَتَمَلُّنَّهُ، قَالَ: إِنَّا قَدِ اتَّبَعْنَاهُ، فَلاَ نُحِبُّ أَنْ

نَدَعَهُ حَتَّى نَنْظُرَ إِلَى أَيِّ شَيْءٍ يَصِيرُ شَأْنُهُ، وَقَدْ أَرَدْنَا أَنْ تُسْلِفَنَا وَسْقًا أَوْ وَسْقَيْنِ وحَدَّثَنَا عَمْرٌو غَيْرَ مَرَّةٍ فَلَمْ يَذْكُرْ وَسْقًا أَوْ وَسْقَيْنِ أَوْ: فَقُلْتُ لَهُ: فِيهِ وَسْقًا أَوْ وَسْقَيْنِ؟ فَقَالَ: أُرَى فِيهِ وَسْقًا أَوْ وَسْقَيْنِ فَقَالَ: نَعَمِ، ارْهَنُونِي، قَالُوا: أَيَّ شَيْءٍ تُرِيدُ؟ قَالَ: ارْهَنُونِي نِسَاءَكُمْ، قَالُوا: كَيْفَ نَرْهَنُكَ نِسَاءَنَا وَأَنْتَ أَجْمَلُ العَرَبِ، قَالَ: فَارْهَنُونِي أَبْنَاءَكُمْ، قَالُوا: كَيْفَ نَرْهَنُكَ أَبْنَاءَنَا، فَيُسَبُّ أَحَدُهُمْ، فَيُقَالُ: رُهِنَ بِوَسْقٍ أَوْ وَسْقَيْنِ، هَذَا عَارٌ عَلَيْنَا، وَلَكِنَّا نَرْهَنُكَ اللَّأْمَةَ قَالَ سُفْيَانُ: يَعْنِي السِّلاَحَ فَوَاعَدَهُ أَنْ يَأْتِيَهُ، فَجَاءَهُ لَيْلًا وَمَعَهُ أَبُو نَائِلَةَ، وَهُوَ أَخُو كَعْبٍ مِنَ الرَّضَاعَةِ، فَدَعَاهُمْ إِلَى الحِصْنِ، فَنَزَلَ إِلَيْهِمْ، فَقَالَتْ لَهُ امْرَأَتُهُ: أَيْنَ تَخْرُجُ هَذِهِ السَّاعَةَ؟ فَقَالَ إِنَّمَا هُوَ مُحَمَّدُ بْنُ مَسْلَمَةَ، وَأَخِي أَبُو نَائِلَةَ، وَقَالَ غَيْرُ عَمْرٍو، قَالَتْ: أَسْمَعُ صَوْتًا كَأَنَّهُ يَقْطُرُ مِنْهُ الدَّمُ، قَالَ: إِنَّمَا هُوَ أَخِي مُحَمَّدُ بْنُ مَسْلَمَةَ وَرَضِيعِي أَبُو نَائِلَةَ إِنَّ الكَرِيمَ لَوْ دُعِيَ إِلَى طَعْنَةٍ بِلَيْلٍ لَأَجَابَ، قَالَ: وَيُدْخِلُ مُحَمَّدُ بْنُ مَسْلَمَةَ مَعَهُ رَجُلَيْنِ قِيلَ لِسُفْيَانَ: سَمَّاهُمْ عَمْرٌو؟ قَالَ: سَمَّى بَعْضَهُمْ - قَالَ عَمْرٌو: جَاءَ مَعَهُ بِرَجُلَيْنِ، وَقَالَ: غَيْرُ عَمْرٍو: أَبُو عَبْسِ بْنُ جَبْرٍ، وَالحَارِثُ بْنُ أَوْسٍ، وَعَبَّادُ بْنُ بِشْرٍ، قَالَ عَمْرٌو: جَاءَ مَعَهُ بِرَجُلَيْنِ، فَقَالَ: إِذَا مَا جَاءَ فَإِنِّي قَائِلٌ بِشَعَرِهِ فَأَشَمُّهُ، فَإِذَا رَأَيْتُمُونِي اسْتَمْكَنْتُ مِنْ رَأْسِهِ، فَدُونَكُمْ فَاضْرِبُوهُ، وَقَالَ مَرَّةً: ثُمَّ أُشِمُّكُمْ، فَنَزَلَ إِلَيْهِمْ مُتَوَشِّحًا وَهُوَ يَنْفَحُ مِنْهُ رِيحُ الطِّيبِ، فَقَالَ: مَا رَأَيْتُ كَاليَوْمِ رِيحًا، أَيْ أَطْيَبَ، وَقَالَ غَيْرُ عَمْرٍو: قَالَ: عِنْدِي أَعْطَرُ نِسَاءِ العَرَبِ وَأَكْمَلُ العَرَبِ، قَالَ عَمْرٌو: فَقَالَ أَتَأْذَنُ لِي أَنْ أَشُمَّ رَأْسَكَ؟ قَالَ: نَعَمْ، فَشَمَّهُ ثُمَّ أَشَمَّ أَصْحَابَهُ، ثُمَّ قَالَ: أَتَأْذَنُ لِي؟ قَالَ: نَعَمْ، فَلَمَّا اسْتَمْكَنَ مِنْهُ، قَالَ: دُونَكُمْ، فَقَتَلُوهُ، ثُمَّ أَتَوُا النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَخْبَرُوهُ(بخاری کتاب المغازی،)

اس پر حضرت محمد بن مسلمہؓ اٹھے اور عرض کرنے لگے یا رسول اللہ! کیا آپ ﷺ پسند کرتے ہیں کہ میں اسے قتل کرڈالوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں! محمد بن مسلمہؓ نے فرمایا: کہ پھر مجھے کچھ نہ کچھ کہنے کی بھی اجازت دے دیں، آپ ﷺ نے فرمایا: کہہ دینا، محمد بن مسلمہؓ اس کے پاس آئے اور کہنے لگے: یہ آدمی (حضرت محمد ﷺ) ہم سے صدقہ مانگتا ہے، اس نے تو ہمیں تکلیف میں مبتلا کررکھا ہے، میں آپ سے قرض لینے کے لئے آیا ہوں، یہ سن کر کعب بن اشرف نے کہا:

قسم بخدا! تم لوگ اس نبی سے ضرور تھک جاؤ گے۔

محمد بن مسلمہؓ نے فرمایا: ہم نے ان کی پیروی کی ہے تو مناسب معلوم نہیں ہوتا کہ ان کا ساتھ چھوڑ دیں، یہاں تک کہ یہ دیکھیں کہ انجام کیا ہوتا ہے؟ ہم یہ چاہتے ہیں کہ آپ ہمیں وسق یا دو وسق غلہ دے دیں۔

کعب بن اشرف نے کہا: کہ میرے پاس کچھ رہن رکھو۔

محمد بن مسلمہؓ نے فرمایا: آپ کون سی چیز پسند کریں گے؟

کعب بن اشرف نے کہا: اپنی عورتیں میرے پاس رہن رکھو۔

محمد بن مسلمہؓ نے فرمایا: ہم اپنی عورتیں آپ کے پاس کیسے رہن رکھ سکتے ہیں، آپ عرب کے خوبصورت ترین آدمی ہیں؟

کعب بن اشرف نے کہا: چلو اپنے بیٹے میرے پاس رہن رکھ دو۔

محمد بن مسلمہ نے فرمایا: ہم اپنے بیٹوں کو آپ پاس کیسے رہن رکھ سکتے ہیں؟ اگر ایسا ہو گیا تو انہیں گالی دی جائے گی کہ یہ ایک وسق یا دو وسق غلہ کے بدلے رہن رکھے گئے تھے۔ یہ ہمارے لئے عار کی بات ہے۔ البتہ ہم آپ کے پاس اپنے ہتھیار رہن رکھ سکتے ہیں۔

اس بات پر دونوں کے درمیان یہ طے پا گیا کہ محمد بن مسلمہ ہتھیار لے کر اس کے پاس آئیں گے۔

پھر محمد بن مسلمہ نے فرمایا: کہ وہ حارث، ابو عبس بن جریر اور عبادہ بن بشر کے ساتھ آئیں گے، یہ سب لوگ رات کے وقت کعب بن اشرف کے یہاں آئے اور اسے آواز دی کعب اتر کر ان کی طرف آیا۔ بیوی نے کہا: اس وقت کہاں جا رہے ہو؟ سفیان نے کہا: عمرو کے سوا دوسرے راویوں نے کا بیان ہے کہ اس کی بیوی نے کہا: میں ایسی آواز سنتی ہوں جس سے خون ٹپک رہا ہے۔

کعب بن اشرف نے کہا: یہ تو میرا بھائی محمد بن مسلمہ ہے، جس کا دودھ کا ساتھ ابو نائلہ ہے، شریف آدمی کو اگر نیزے کی مار کی طرف بلایا جائے تو اس پکار پر بھی وہ جاتا ہے، اس کے بعد وہ باہر آ گیا۔

محمد بن مسلمہ نے اپنے ساتھیوں سے کہہ رکھا تھا کہ جب وہ آجائے گا تو میں اس کے بال پکڑ کر سونگھوں گا، جب تم دیکھو کہ میں نے اس کا سر پکڑ کر اسے قابو میں کر لیا ہے تو اس پر حملہ کر دینا اور اسے

قتل کر ڈالنا، جب کعب اترا تو اس نے چادر اوڑھ رکھی تھی، انہوں نے کہا: ہمیں آپ کی طرف سے نہایت عمدہ خوشبو آرہی ہے۔

کعب بن اشرف نے کہا: میرے پاس عرب کی سب سے زیادہ خوشبو والی عورت ہے۔

محمد بن مسلمہؓ نے فرمایا: اجازت ہو تو ذرا آپ کا سر سونگھ لوں؟

کعب بن اشرف نے کہا: ہاں ہاں!

محمد بن مسلمہؓ نے اس کے سر پر اپنا ہاتھ ڈالا، اس کا سر سونگھا اور ان کے ساتھیوں نے بھی سونگھا اور کہا: بھئی ایک بار اور سونگھ لوں؟

کعب بن اشرف نے کہا: ہاں ہاں! محمد بن مسلمہؓ نے اس کے سر میں ہاتھ ڈال کر اچھی طرح پکڑ لیا۔ پھر بولے اس کو پکڑ لو۔ چنانچہ انہوں نے اسے قتل کر دیا۔ اور آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر سارے واقعہ کی اطلاع دی۔

علامہ ابن حجر عسقلانی: علامہ ابن حجر عسقلانیؒ اس حدیث کے ذیل میں لکھتے ہیں

قَوْلِهِ مَنْ لِكَعْبِ بْنِ الْأَشْرَفِ جوَازُقَتْلِ مَنْ سَبَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَوِ كَانَ ذَا عَهْدٍ (فتح الباری ج۵ص۱۴۳)

آپ ﷺ کا یہ ارشاد کہ مجھے کون کعب بن اشرف سے نجات دلائے گا، اس سے اس شخص کے قتل کا جواز معلوم ہوتا ہے جس نے آپ ﷺ کو گالی دی ہو، اگرچہ اس کے ساتھ عہد و پیمان ہی کیوں نہ ہو۔

واقعہ سے استدلال: کعب بن اشرف یہودی تھا، اس نے آپ ﷺ سے معاہدہ کیا تھا کہ وہ آپ ﷺ کے دشمن کی مدد نہیں کرے گا، اور نہ ہی آپ ﷺ سے جنگ کرے گا، پھر یہ مکہ چلا گیا، وہاں اور قریشیوں کے علاوہ ابوسفیان سے بھی تفصیلی ملاقات کی، یہاں اس نے المطلب بن وداعہ سہمی کے ہاں قیام کیا۔ یہاں اس نے انہی لوگوں کے خلاف اشعار کہنے شروع کئے جن کے گھر میں رہتا تھا، خاتون خانہ کو جب پتہ چلا کہ اس نے ہمارے خلاف بھی اشعار کہے ہیں تو اس کا سامان اٹھا کر گھر سے باہر پھینکتے ہوئے کہا کہ اس یہودی سے

ہمارا کیا کام؟ یہ وہاں سے چلا گیا، پھر جہاں کہیں ڈیرے لگاتا، اس کی کرتوتوں کا لوگوں کو علم ہوتا تو وہ اس کا سامان اٹھا کر باہر پھینک دیتے تھے، وہ مارا مارا پھرتا تھا۔

بدر میں جب ستر کافر مارے گئے، ستر گرفتار کر کے لائے گئے تو اسے بہت رنج ہوا، اسے بہت ہی برا لگا، اظہار افسوس کے لئے مکہ میں جا کر مکہ والوں کے سامنے مرثیے کہے، اسے کفار مکہ کا بدر میں مارا جانا اچھا نہیں لگا تھا، اسے معرکہ بدر میں مکے والوں کے مارے جانے کی اطلاع ملی اور قیدیوں کو جکڑے ہوئے دیکھا تو اظہار افسوس کرتے ہوئے کہنے لگا کہ ہمارے لئے زمین کی پشت میں رہنے سے زمین کے اندر چلے جانا زیادہ بہتر ہے۔

قریش مکہ کو آپ ﷺ کے خلاف ابھارا، انہیں آپ ﷺ کے ساتھ لڑنے کا کہا، اور کہا کہ میں تمہارے ساتھ ہوں، کعب کے اہل کتاب ہونے کی وجہ سے مکے والوں کو شک گزرا کہ شاید یہ ہمیں دھوکہ دے رہا ہے، کیونکہ یہ اہل کتاب اور محمد ﷺ صاحب کتاب ہیں، انہوں نے اپنا شک دور کرنے کے لئے اس سے کہا کہ وہ ان دو بتوں کو سجدہ کرے اور ان پر ایمان لائے، کعب نے ان کی یہ بات بھی مان لی، پھر قریش نے اس سے پوچھا کہ ہم سیدھے راستے پر ہیں یا محمد ﷺ؟ ہم صلہ رحمی کرتے ہیں، مہمان نواز ہیں، بیت اللہ کا طواف کرتے ہیں، تندرست اور توانا اونٹنی ذبح کرتے ہیں، لوگوں کو لسی پلاتے ہیں، جب کہ محمد ﷺ نے اپنی رشتہ داری ہی ختم کر دی ہے، اس نے آپ ﷺ کے مقابلے میں انہی کی تائید کی، اور کہا کہ تمہارا دین محمد کے دین سے بہتر ہے۔ (تفسیر طبری ج ۵ ص ۳۱۴)

جب مکہ سے مدینہ واپس آیا تو اس نے نبی اکرم ﷺ کی دشمنی کا اعلان کر دیا، آپ ﷺ کی شان اقدس کے خلاف اشعار کہتا تھا، چونکہ یہ شاعر تھا، اس کے اشعار کے جواب کے لئے نبی کریم ﷺ حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کو فرماتے تو وہ اس کا تعاقب کرتے تھے، یہ بنو طے قبیلے سے تعلق رکھتا تھا، اس کی ماں بنو نضیر سے تھی۔

مدینہ میں واپس آ کر آپ ﷺ کے خلاف خوب دل کی بھڑاس نکالتا تھا، اشعار میں آپ ﷺ کی ہجو کرتا تھا، وہ اپنے اشعار میں ام الفضل بنت الحارث اور دیگر مسلمان عورتوں کا ذکر کرتا تھا، عشقیہ انداز بیان اختیار کرتا تھا اور ایذا پہنچاتا تھا، یہی وجہ تھی کہ آپ ﷺ جیسا رحیم اور شفیق نبی فرمانے لگا کہ مجھے کعب بن اشرف سے کون چھٹکارہ دے گا؟

جب کعب بن اشرف کورات کے وقت ٹھکانے لگادیا گیا تو اگلے روز یہودی اوران کے ہمنوا مشرکین گھبرائے ہوئے آپ ﷺ کے پاس آئے اور کہنے لگے کہ کل رات ہمارے ساتھی کو قتل کردیا گیا ہے، آپ ﷺ نے فرمایا: اگر وہ بھی اس طرح سکون سے رہتا جس طرح اس کے دوسرے ہم خیال ساتھی رہ رہے ہیں تو اسے اچانک قتل نہ کیا جاتا، مگر اس نے ہمیں اذیت دی اور ہمارے ہجو میں اشعار کہے تو جو بھی اس طرح کرے گا اسے قتل کردیا جائے گا۔ بخاری شریف کی اس روایت کے پہلے ہی کلمات سے معلوم ہو رہا ہے کہ کعب بن اشرف کے قتل کی وجہ آپ ﷺ کو ایذا دینا تھی۔

بخاری شریف کی شرح منارالقاری میں علامہ سہیلی کی روض الانف سے یہ استدلال بھی نقل کیا گیا ہے

استدل السهيلي بقوله صلى الله عليه وسلم من لكعب بن الأشرف فإنه آذى الله ورسوله على وجوب قتل من سب النبي صلى الله عليه وسلم و إن كان ذا عهد،(روض الانف ج۳ بحوالہ منارالقاری شرح بخاری ج۴ص۳۳٤)

علامہ سہیلیؒ نے من لکعب بن اشرف سے نبی ﷺ کو گالی دینے والے کے قتل پر استدلال کیا ہے۔

عَصماء بنت مَروان کا قتل

عصماء بنت مروان بنی امیہ بن زید میں سے تھی، یزید بن زید بن حصن کی بیوی تھی، یہ آپ ﷺ کو ایذادیا کرتی تھی، اسلام میں عیب نکالا کرتی تھی، نبی اکرم ﷺ کے خلاف لوگوں کو بھڑکایا کرتی تھی، یہ شاعرہ بھی تھی شعر میں بھی بھڑاس نکالا کرتی تھی، علامہ واقدی نے اپنے مغازی میں اس کے اشعار کی ایک جھلک یہ پیش کی ہے

فَباسْتِ بَنِي مَالِكٍ والنّبِيتِ ... وَعَوْفٍ وَباسْتِ بَنِي الْخَزْرَجِ
أَطَعْتُمْ أَتَاوِيّ مِنْ غَيْرِكُمْ ... فَلَا مِنْ مُرَادٍ وَلَا مُذْحِجِ
تَرَجّوْنَهُ بَعْدَ قَتْلِ الرّءُوسِ ... كَمَا يُرْتَجَى مَرَقُ الْمُنْضَجِ

حضرت عمیر بن عدی خرشہ بن اُمیہ خطمیؓ کو جب اس کی باتوں اوراس کے آپ ﷺ کے خلاف اکسانے کی خبر پہنچی تو کہنے لگے،

اللهُمّ، إنّ لَكَ عَلَيّ نَذْرًا لَئِنْ رَدَدْتَ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى الْمَدِينَةِ لَأَقْتُلَنّهَا- وَرَسُولُ اللهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَئِذٍ بِبَدْرٍ

اے اللہ! میں تیرے حضور نذر مانتا ہوں کہ اگر تُو نے نبی کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو بخیر و عافیت مدینہ پہنچا دیا تو میں اس عورت کو قتل کروں گا، آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم اس وقت بدر میں تھے۔ جب آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم بدر سے واپس تشریف لائے تو حضرت عمیر بن عدی آدھی رات کے وقت اس عورت کے گھر آئے، اس کے ارد گرد اس کے بچے سوئے ہوئے تھے، ان میں ایک وہ بھی تھا جس کو وہ اپنے سینے سے لگا کر دودھ پلا رہی تھی، آپؓ نے اس عورت کو اپنے ہاتھ سے ٹٹولا، کیونکہ آپؓ دیکھ نہیں سکتے تھے، آپؓ نابینا تھے (طبقات ابن سعد ج ا)

معلوم ہوا کہ بچے کو دودھ پلا رہی ہے، آپؓ نے اس بچے کو اس سے دور کیا، پھر اپنی تلوار اس کی چھاتی پہ رکھی، اور اسے اس کی پشت تک اتار دیا، پھر نکل آئے اور صبح کی نماز نبی اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی ساتھ مدینہ میں ادا کی، نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے جب اپنا چہرہ پھیرا تو عمیر بن عدی کو دیکھا، پھر پوچھا: کیا تم نے مروان کی بیٹی کو قتل کر دیا ہے؟

حضرت عمیر بن عدی نے فرمایا: میرے ماں باپ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم پر قربان ہو جائیں، جی ہاں! حضرت عمیرؓ ذرا گھبرا گئے کہ کہیں اسے قتل کرنے میں رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی مرضی کے خلاف کوئی کام کر دیا ہے، حضرت عمیرؓ عرض کرنے لگے، یا رسول اللہ! کیا اس سلسلے میں میرے اوپر کوئی چیز لازم ہے؟ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے انہیں تسلی دیتے ہوئے فرمایا: کہ تو نے ایسا کام کیا ہے کہ اس میں دو بکریاں سینگوں سے نہیں لڑتیں (آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے بکری کی اس لئے تخصیص فرمائی کہ ایک بکری دوسری بکری کو منحوس سمجھ کر اس سے الگ ہو جاتی ہے اور مینڈھوں کی طرح ایک دوسرے کو سینگ نہیں مارتی)، آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی زبان سے آج پہلی بار یہ کلمہ سنا گیا ہے، حضرت عمیر بن عدی نے فرمایا: کہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے اپنے ارد گرد کے لوگوں کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا:

إِذَا أَحْبَبْتُمْ أَنْ تَنْظُرُوا إِلَى رَجُلٍ نَصَرَ اللهَ وَرَسُولَهُ بِالْغَيْبِ، فَانْظُرُوا إِلَى عُمَيْرِ بْنِ عَدِيّ

اگر تم ایسے آدمی کو دیکھنا پسند کرو جس نے اللہ اور اس کے رسول کی مدد کی ہے تو عمیر بن عدی کو دیکھ لو! اس پر حضرت عمرؓ نے فرمایا: اس نابینا کو دیکھو! جس نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں سختی کا مظاہرہ کیا ہے، آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے حضرت عمرؓ کو مخاطب کر کے فرمایا: کہ اسے نابینا مت کہو: یہ بہت زیادہ دیکھنے والا ہے۔

جب حضرت عمیر بن عدیؓ حضور اکرم ﷺ کی محفل سے واپس آرہے تھے تو کیا دیکھتے ہیں کہ عصماء بنت مروان کے بیٹے اسے دفن کررہے ہیں، جب انہوں نے عمیر کو مدینہ سے واپس آتے ہوئے دیکھا تو وہ ان کی طرف متوجہ ہوئے اور کہنے لگے: اے عمیر! کیا تو نے اسے قتل کیا ہے؟ حضرت عمیرؓ نے فرمایا: ہاں، تم سارے مل کر میرا کام کردو، مجھے ذرا بھر مہلت مت دو، قسم اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے اگر تم سارے مل کر وہ بات کہو جو وہ کہتی تھی تو میں تمہیں اپنی اس تلوار سے مار ڈالوں گا، خود مر جاؤں گا یا تمہیں مار دوں گا، یہی وہ دن تھا جب اسلام بنی خطمہ میں غالب ہوا، اس سے پہلے کچھ لوگ ڈر کے مارے اسلام کو چھپاتے تھے، حضرت حسّان بن ثابتؓ نے حضرت عمیر بن عدیؓ کی مدح میں یہ اشعار کہے تھے

بَنِي وَائِلٍ وَبَنِي وَاقِفٍ ... وخطمة دون بنى الخزرج
مَتَى مَا دَعَتْ أُخْتُكُمْ وَيْحَهَا ... بِعَوْلَتِهَا وَالْمَنَايَا تَجِي
فَهَزّتْ فَتًى مَاجِدًا عِرْقُهُ ... كَرِيمَ الْمَدَاخِلِ وَالْمَخْرَجِ
فَضَرّجَهَا مِنْ نَجِيعِ الدّمَاءِ ... قُبَيْلَ الصّبَاحِ وَلَمْ يَحْرَجِ
فَأَوْرَدَكَ اللهُ بَرْدَ الْجِنَا ... نِ جَذْلَانَ فِي نِعْمَةِ الْمَوْلِجِ

(المغازی للواقدی ج ا ص ۱۷۳، ۱۷۲)

واقعہ سے استدلال: یہ عورت آپ ﷺ کی ہجو کیا کرتی تھی، آپ ﷺ کو ایذا پہنچایا کرتی تھی، یہ لوگوں کو ابھارتی تھی کہ آپ ﷺ کے دین کو چھوڑ دیں، اس نے آپ ﷺ اور آپ ﷺ کے ساتھ محبت رکھنے والوں کی مذمت بھی کی تھی، اس کا انتہائی مقصد یہ ہوتا تھا کہ کوئی نیا آدمی دین اسلام قبول نہ کرے، اور جو پہلے ہی سے اس دین کے ماننے والے اور پیروکار ہیں وہ بھی اس سے دور ہو جائیں، گالی دینے والوں کا یہی اسلوب اور انداز ہوتا ہے، ورنہ جس دور میں وہ یہ حرکات کررہی تھی اس دور میں اسلام کی دھاک بیٹھ چکی تھی، مدینے والوں میں سے کوئی بھی آپ ﷺ اور آپ ﷺ کے صحابہ کرامؓ کے ساتھ پنجہ آزمائی نہیں کر سکتا تھا، بس یہ عصماء اور اس قماش کے کچھ دوسرے بدبخت موذی اسلام اور پیغمبر اسلام سے لوگوں کو دور کرنے پر کمربستہ تھے۔

بوڑھے یہودی ابو عفک کے قتل کی وجہ

ابو عفک بنی عمرو بن عوف کا ایک بوڑھا شخص تھا، نبی کریم ﷺ جب مدینہ شریف تشریف لائے تو اس کی عمر ایک سو بیس سال تھی ، یہ لوگوں کو نبی کریم ﷺ کی دشمنی کی ترغیب دیتا تھا، لوگوں کو اس پر ابھارتا تھا، اسلام قبول نہیں کیا تھا، جب سرکار دو جہاں ﷺ بدر کی طرف گئے اور فتح و کامرانی کے بعد واپس آئے تو ابو عفک حسد کی آگ میں جلنے لگا، آپ ﷺ کے خلاف بغاوت کا علم لہرا دیا، اور اس نے اپنے دل کی بھڑاس نکالنا شروع کی ، آپ ﷺ اور آپ ﷺ کے صحابہ کرامؓ کی توہین پر مبنی اشعار کہتا تھا، مغازی کی کتب میں اس کا ہلکا سا نمونہ دیکھا جا سکتا ہے، اس نے کہا

قَدْ عِشْت حِينًا وَمَا إنْ أَرَى ... مِنْ النّاسِ دَارًا وَلَا مَجْمَعَا
أَجَمّ عُقُولًا وَآتَى إلَى ... مُنِيبٍ سِرَاعًا إذَا مَا دَعَا
فَسَلّبَهُمْ أَمْرَهُمْ رَاكِبٌ ... حَرَامًا حَلَالًا لِشَتّى مَعَا
فَلَوْ كَانَ بِالْمُلْكِ صَدّقْتُمُ ... وَبِالنّصْرِ تَابَعْتُمُ تُبّعَا

حضرت سالم بن عمیر بنی نجار کے بکائی قبیلے سے تعلق رکھتے تھے، انہوں نے نذر مانی

عَلَيّ نَذْرٌ أَنْ أَقْتُلَ أَبَا عَفَكٍ أَوْ أَمُوتَ دُونَهُ

میں ابو عفک کو قتل کروں گا یا اسے قتل کرتے ہوئے خود مارا جاؤں گا، حضرت سالم مناسب موقع کی تلاش میں تھے، گرمیوں کے موسم کی ایک رات تھی ، ابو عفک بنی عمرو بن عوف کے صحن میں سو رہا تھا، کہ اسی دوران حضرت سالم شمشیر بدست آئے ، تلوار اس کے جگر پر رکھ دی ، یہاں تک کہ اسے بستر میں گھسا دیا، اللہ کے دشمن نے ایسی زوردار چیخ ماری کہ اس کے ارد گرد کے لوگ چھلانگیں لگا کر اس کی طرف آئے اور اسے پہلے گھر میں لے گئے پھر اسے قبر میں اتار دیا اور کہنے لگے کہ اسے کس نے قتل کیا ہے؟ اللہ کی قسم! اگر ہمیں اس کے قاتل کا پتہ چل جائے تو ہم اسے قتل کر دیں گے، اس پر ایک مسلمان عورت نہدیہ نے چند اشعار کہے

تُكَذّبُ دِينَ اللهِ وَالْمَرْءَ أَحْمَدَا ... لَعَمْرُ الّذِي أَمْنَاكَ إذْ بِئْسَ مَا يُمْنَى

حَبَاك حَنِيفُ آخِرَ اللّيل طعنة ... أبا عفك خذها على كبر السّنّ
فإني وإن أعلم بقاتلك الّذي أ ... باتك حِلْسَ اللّيْلِ مِنْ إنْسٍ اوْ جِنّي

(المغازی للواقدی ج ا ص ۱۷۴)

واقعہ سے استدلال: یہ یہودی بوڑھا اپنی زندگی کے تجربات کو سامنے رکھتے ہوئے لوگوں کی ذہن سازی کرتا اور آپ ﷺ اور ان کے صحابہ کرامؓ کے خلاف لوگوں کو اکساتا اور بھڑکاتا تھا، جس کا قتل کیا جانا ضروری تھا، اسی لئے حضرت سالم نے اسے ہر صورت میں قتل کرنے کی نذر مانی تھی اس کے مذکورہ اشعار سے پتہ چلتا ہے کہ وہ کس قدر اندر سے بغض سے بھرا ہوا تھا۔

انس بن زنیم کے خون کو ہدر قرار دینے کی وجہ

انس زنیم نے نبی کریم ﷺ کی شان میں ہجو کی، جسے خزاعہ کے ایک لڑکے نے سن لیا تھا اس نے انس بن زنیم پر حملہ کر دیا جس سے اس کا سر پھٹ گیا، وہ اپنے لوگوں کی طرف گیا اور انہیں اپنا پھٹا ہوا سر دکھایا، اس پر خزاعہ اور کنانہ کے درمیاں معاملہ بگڑ گیا، بنو بکر پہلے ہی خزاعہ سے اپنے خون کا مطالبہ کر رہے تھے، واقدی نے مغازی میں ذکر کیا کہ عمرو بن سالم خزاعی قبیلہ خزاعہ کے چالیس سواروں میں نبی کریم ﷺ سے مدد طلب کرنے کے لئے نکلا، انہوں نے آپ ﷺ کو اس واقعہ کی اطلاع دی جو انہیں پیش آیا تھا، اور اس قصیدے کا بھی ذکر کیا جس کا پہلا مصرعہ یہ ہے **لا هم إني ناشد محمدا**

جب یہ لوگ یہاں سے فارغ ہوئے تو انہوں نے آپ ﷺ کو کہا: یارسول اللہ! انس بن زُنیم دیلی نے آپ ﷺ کی ہجو کی ہے، آپ ﷺ نے اس کے خون کو ہدر قرار دیا، یہ بات انس بن زنیم کو پہنچی تو وہ معذرت کرنے کے لئے آپ ﷺ کے پاس آیا اور اس میں آپ ﷺ کی یوں مدح کی

أَأَنْتَ الَّذِي تُهْدَى مَعَدٌّ بِأَمْرِهِ ... بَلْ اللّهُ يَهْدِيهِمْ وَقَالَ لَكَ اشْهَدْ
وَمَا حَمَلَتْ مِنْ نَاقَةٍ فَوْقَ رَحْلِهَا ... أَبَرَّ وَأَوْفَى ذِمَّةً مِنْ مُحَمَّدِ
أَحَثَّ عَلَى خَيْرٍ وَأَسْبَغَ نَائِلًا ... إذَا رَاحَ كَالسَّيْفِ الصَّقِيلِ الْمُهَنَّدِ
وَأَكْسَى لِبُرْدِ الْخَالِ قَبْلَ ابْتِذَالِهِ ... وَأَعْطَى لِرَأْسِ السَّابِقِ الْمُتَجَرِّدِ

تَعَلَّمْ رَسُولَ اللّٰهِ أَنَّكَ مُدْرِكِي ... وَأَنَّ وَعِيدًا مِنْكَ كَالْأَخْذِ بِالْيَدِ
تَعَلَّمْ رَسُولَ اللّٰهِ أَنَّكَ قَادِرٌ ... عَلَى كُلِّ صِرْمٍ مُتْهِمِينَ وَمُنْجِدِ
تَعَلَّمْ بِأَنَّ الرَّكْبَ رَكْبُ عُوَيْمِرٍ ... هُمْ الْكَاذِبُونَ الْمُخْلِفُو كلّ موعد
ونبئوا رَسُولَ اللّٰهِ أَنِّي هَجَوْتُهُ ... فَلَا حَمَلَتْ سَوْطِي إِلَيَّ إِذَنْ يَدِي
سِوَى أَنَّنِي قَدْ قُلْتُ وَيْلُ امِّ فِتْيَةٍ ... أُصِيبُوا بِنَحْسٍ لَا بِطَلْقٍ وَأَسْعُدِ
أَصَابَهُمْ مَنْ لَمْ يَكُنْ لِدِمَائِهِمْ ... كِفَاءً فَعَزَّتْ عَبْرَتِي وَتَبَلُّدِي
فَإِنَّكَ قَدْ أَخْفَرْتَ إِنْ كُنْتَ سَاعِيًا ... بِعَبْدِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ وَابْنَةِ مهود
ذُؤَيْب وَكُلْثُومٌ وَسَلْمَى تَتَابَعُوا ... جَمِيعًا فَإِلَّا تَدْمَعْ الْعَيْنُ اكْمَدْ
وَسَلْمَى وَسَلْمَى لَيْسَ حَيٌّ كَمِثْلِهِ ... وَإِخْوَتِهِ وَهَلْ مُلُوكٌ كَأَعْبُدِ؟
فَإِنِّي لَا دِينًا فَتَقْتُ وَلَا دَمًا ... هَرَقْتُ تَبَيَّنْ عَالِمَ الْحَقِّ وَاقْصِدْ

(سیرۃ ابن ہشام ج ۲ ص ۴۲۴)

اوراس میں اس نے یہ بھی کہا:

فإني لا عرضا خرقت و لا دما ... هرقت ففكر عالم الحق و اقصد

نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے پاس اس کا یہ قصیدہ پہنچا، اوراس کی معذرت بھی پہنچی، اورنوفل بن معاویہ الدیلی نے آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم سے بات کرتے ہوئے کہا:

يَا رَسُولَ الله أَنتَ أَولَى النَّاسِ بِالعَفوِ وَ مَن مِنَّا لَم يُعَادِكَ وَ لَم يُؤذِكَ ؟ وَ نَحنُ فِي جَاهِلِيَّةٍ لَا نَدرِي مَا نَأخُذُ وَ مَا نَدَعُ حَتىَّ هَدَانَا اللهُ بِكَ وَ أَنقَذَنَا بِكَ مِنَ المَهلَكِ وَ قَد كَذَبَ عَلَيهِ الرَّكبُ وَ أَكثَروا عِندَكَ فَقَالَ : دَعِ الرَّكبَ عَنكَ فَإِنَّا لَم نَجِد بِتِهَامَةَ أَحَدًا مِن ذِي رَحِمٍ قَرِيبٍ وَّ لَا بَعِيدٍ كَانَ أَبَرَّ مِن خُزَاعَةِ فَأَسكَتَ نَوفَلَ بنَ مُعَاوِيَةَ فَلَمَّا سَكَتَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيهِ وَ سَلَّمَ : قَد عَفَوتُ عَنهُ قَالَ نَوفَلُ : فِدَاكَ أَبِي وَ أُمِّي

یارسول اللہ! آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم سب لوگوں سے زیادہ معاف کرنے کے اہل ہیں، ہم میں سے کون ہے جس نے آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم سے دشمنی نہ رکھی ہو؟ اورآپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کوستایا نہ ہو؟ جاہلیت کے زمانے میں ہمیں کچھ علم نہیں تھا کہ

ہم کیا لیں اور کیا چھوڑیں یہاں تک کہ آپ ﷺ کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے ہمیں ہدایت دی اور آپ ﷺ کی وجہ سے ہمیں ہلاکت سے چھڑایا، قافلہ والوں نے اس پر جھوٹ باندھا ہے اور آپ ﷺ کے پاس مبالغہ آمیزی سے کام لیا، آپ ﷺ نے فرمایا: قافلے کا ذکر رہنے دیں، ہم نے تہامہ کی دھرتی پر کسی دور اور نزدیک کے رشتہ دار کو نہیں دیکھا جو خزاعہ سے زیادہ تابعدار ہو، آپ ﷺ نے نوفل بن معاویہ الدیلی کو چُپ کرا دیا، جب وہ چُپ ہو گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: میں نے اسے معاف کیا، نوفل نے کہا: میرے ماں باپ آپ ﷺ پر قربان ہوں۔

ابن اسحاق نے کہا:

أَنَس بنُ زُنَیم یَعتَذِرُ إِلٰی رَسُولِ اللهِ صَلَّی اللهُ عَلَیهِ وَ سَلَّمَ مِمَّا کَانَ قَالَ فِیهِم عَمرو بنُ سَالِم حِینَ قَدِمَ عَلٰی رَسُولِ اللهِ صَلَّی اللهُ عَلَیه وَ سَلَّم یَستَنصِرُه وَ یُذکَرُ أَنَّهُم قَد نَالُوا مِن رَسُولِ اللهِ صَلَّی اللهُ عَلَیهِ وَ سَلَّم وَ أَنشَدَ تِلكَ القَصِیدَة

انس بن زنیم نے ان باتوں سے معذرت کی جوان کے بارے میں عمرو بن سالم نے کہی تھیں، جب وہ آپ ﷺ کے پاس مدد طلب کرنے کے لئے آیا تھا، اس نے ذکر کیا کہ انہوں نے نبی کریم ﷺ کی توہین کی تھی اور پھر وہ قصیدہ پڑھا جس میں یہ مصرعہ بھی تھا۔

وَ تعلَمُ أَنَّ الرَّکبَ رَکبُ عُوَیمَر ... هُمُ الکَاذِبُونَ المُخلِّفُو کُلَّ مَوعِدِ

تو جانتا ہے کہ یہ قافلہ عویمر کا قافلہ ہے، جو جھوٹے اور وعدہ خلاف لوگ ہیں۔

<u>واقعہ سے استدلال:</u> علامہ ابن تیمیہؒ اس واقعہ کے ذیل میں لکھتے ہیں

وجہ استدلال یہ ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے حدیبیہ والے سال دس برس کے لئے قریش کے ساتھ مصالحت کر لی تھی، قبیلہ خزاعہ آپ ﷺ کا حلیف بن گیا تھا، ان میں سے اکثر مسلمان ہو چکے تھے، ان کے کافر اور مسلم رسول کریم ﷺ کے لئے ہمہ تن پیکرِ ہمدردی و خیر خواہی تھے، بنو بکر قریش کے حلیف بن گئے ، یہ سب لوگ آپ ﷺ کے معاہد بن گئے اور یہ وہ بات ہے جو نقل متواتر سے ثابت ہے اور اہل علم کے یہاں اس میں کوئی اختلاف نہیں پایا جاتا۔

انس بن زنیم کے بارے میں آپ ﷺ کو بتایا گیا تھا کہ معاہد ہونے کے باوجود اس نے آپ ﷺ کی ہجو کہی ہے، چنانچہ قبیلہ خزاعہ کے کسی آدمی نے اس کے سر پر چوٹ ماری اور رسول کریم ﷺ کو بتایا کہ اس نے آپ ﷺ کی ہجو لکھی ہے۔اس سے ان کا مقصد رسول کریم ﷺ کو بنو بکر کے خلاف بھڑکانا تھا، رسول کریم ﷺ نے اس کے خون کو ہدر (جس میں قصاص اور دیت نہ ہو) دے دیا اور کسی اور کے خون کو ہدر قرار نہ دیا، اگر انہیں یہ بات معلوم ہوتی کہ معاہد کے ہجو کہنے سے اس سے انتقام لینا واجب ہو جاتا ہے تو وہ ایسا نہ کرتے۔اسی وجہ سے رسول کریم ﷺ نے اس کے خون کو ہدر قرار دیا، حالانکہ اس نے معاہد ہوتے ہوئے ہجو گوئی کا ارتکاب کیا تھا، لہٰذا یہ اس ضمن میں نص ہے کہ ہجو گو معاہد کا خون مباح ہو جاتا ہے۔

اس کے بعد جب وہ آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تو اس نے اپنے اشعار میں اسلام لانے کا اظہار کیا، اسی لئے اسے آپ ﷺ کے صحابہ میں شمار کیا گیا ہے۔اس کے اشعار میں یہ الفاظ کہ تعلم رسول اللہ اور نبی رسول اللہ اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ وہ پہلے اسلام لا چکا تھا یا یہ کہ اس کا یوں کہنا اس کا اسلام لانا ہے، اس لئے کہ بت پرست جب محمد رسول اللہ کہے تو اسے مسلم قرار دیا جائے گا۔اس نے ہجو گوئی سے انکار بھی کیا تھا اور ان لوگوں کی شہادت کو یہ کہہ کر رد کر دیا تھا کہ وہ اس کے دشمن ہیں، اس لئے کہ دونوں قبیلوں کے درمیان عرصہ سے حرب و ضرب کا سلسلہ چلا آرہا تھا اگر اپنی اس حرکت سے وہ مباح الدم نہ ہو جاتا تو اسے اس بات کی ضرورت نہ تھی۔

پھر اسلام لانے، معذرت خواہی، مخبرین کی تردید اور رسول کریم ﷺ کی مدح گوئی کے بعد اس نے خون ہدر قرار دینے کے بارے میں رسول کریم ﷺ سے معافی طلب کی، حالانکہ معافی تب دی جاتی ہے جب جرم کی سزا دینے کا جواز ہو۔اس سے معلوم ہوا کہ اسلام لانے اور معذرت خواہی کے بعد آپ ﷺ اس کو سزا دے سکتے تھے، مگر آپ ﷺ نے تحمل و بردباری کے پیش نظر اس پر کرم نوازی فرمائی اور اسے معاف کر دیا۔

مزید برآں اس حدیث میں ہے کہ نوفل بن معاویہ نے رسول کریم ﷺ کے پاس اس کی سفارش کی تھی، حالانکہ علماء سیرت نے علی العموم ذکر کیا ہے کہ نوفل ان متکبرین میں سے تھا جنہوں نے حدود سے

تجاوز کرکے خزاعہ والوں کو قتل کیا تھا اور قریش نے ان کی مدد کی تھی۔اس طرح قریش اور بنو بکر کا معاہدہ ٹوٹ گیا۔

پھر نوفل نے فتح مکہ سے پہلے اسلام قبول کیا اور ہجو کہنے والے کی رسول کریم ﷺ سے سفارش کی۔اس سے معلوم ہوا کہ ہجو گوئی، لڑکر عہد توڑدینے سے بھی بڑا جرم ہے حتی کہ اگر ایک قوم نے لڑکر عہد شکنی کی ہو اور دوسری نے ہجو کہی ہو، پھر دونوں اسلام قبول کرلیں تو لڑنے والے کا خون معصوم ہوگا، مگر ہجو گو سے انتقام لینا جائز ہوگا، یہی وجہ ہے کہ اس نے توہین و تحقیر کو خون بہانے کے ساتھ ملادیا تھا۔اس سے معلوم ہوا کہ یہ دونوں امور قتل کے موجب ہیں بلکہ کسی کو بے آبرو کرنا ان کے نزدیک اہل اسلام اور معاہدین کا خون بہانے سے بھی بڑا جرم ہے۔

اس کی مزید توضیح اس سے ہوتی ہے کہ رسول کریم ﷺ نے عہد شکنی کرنے والے بنو بکر میں سے کسی کے خون کو بھی ہدر قرار نہ دیا، البتہ ان کے اکثر حصے میں فتح مکہ کے روز آپ ﷺ نے بنو خزاعہ کو بنو بکر سے انتقام لینے کی قدرت بخشی تھی، اور ہجو کہنے والے شخص کے خون کو ہدر ٹھہرایا حتی کہ وہ اسلام لایا اور معذرت خواہی کی، حالانکہ عہد مصالحت پر مبنی تھا اور اس میں جزیہ قبول کرنے اور ذمی بنانے کی شرط شامل نہ تھی، صلح کرنے والا کافر جو اپنے شہر میں مقیم ہو، خواہ کسی قسم کے افعال و اقوال کا ارتکاب علانیہ کرتا ہو جو اس کے دین یا دنیا سے متعلق ہوں، اس کا عہد اس وقت تک نہیں ٹوٹتا جب تک مسلمانوں کے خلاف نبرد آزما نہ ہو، اس سے معلوم ہوا کہ ہجو گوئی جنس حرب میں سے ہے بلکہ اس سے غلیظ تر ہے، اور یہ ہجو گو ذمی نہیں رہتا۔(الصارم المسلول)

ابن ابی سرح کا واقعہ

حضرت سعد بن ابی وقاص ؓ سے روایت ہے، فرمایا:

لَمَّا كَانَ يَوْمُ فَتْحِ مَكَّةَ أَمَّنَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ النَّاسَ إِلَّا أَرْبَعَةَ نَفَرٍ وَامْرَأَتَيْنِ وَسَمَّاهُمْ. وَابْنُ أَبِي سَرْحٍ، فَذَكَرَ الْحَدِيثَ قَالَ: وَأَمَّا ابْنُ أَبِي سَرْحٍ فَإِنَّهُ اخْتَبَأَ عِنْدَ عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ، فَلَمَّا دَعَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ النَّاسَ إِلَى

الْبَيْعَةِ جَاءَ بِهِ حَتَّى أَوْقَفَهُ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: يَا نَبِيَّ اللَّهِ بَايِعْ عَبْدَ اللَّهِ، فَرَفَعَ رَأْسَهُ فَنَظَرَ إِلَيْهِ ثَلَاثًا كُلُّ ذَلِكَ يَأْبَى فَبَايَعَهُ بَعْدَ ثَلَاثٍ، ثُمَّ أَقْبَلَ عَلَى أَصْحَابِهِ فَقَالَ: «أَمَا كَانَ فِيكُمْ رَجُلٌ رَشِيدٌ يَقُومُ إِلَى هَذَا حَيْثُ رَآنِي كَفَفْتُ يَدِي عَنْ بَيْعَتِهِ فَيَقْتُلُهُ؟» فَقَالُوا: مَا نَدْرِي يَا رَسُولَ اللَّهِ، مَا فِي نَفْسِكَ أَلَا أَوْمَأْتَ إِلَيْنَا بِعَيْنِكَ. قَالَ: «إِنَّهُ لَا يَنْبَغِي لِنَبِيٍّ أَنْ تَكُونَ لَهُ خَائِنَةُ الْأَعْيُنِ»(سنن ابی داود، کتاب الجهاد)

فتح مکہ کے دن نبی کریم ﷺ نے تمام لوگوں کو امان دے دی، مگر ان میں چار مرد اور دو عورتوں کو امان نہیں ملی، ان کے نام لئے اور ابن ابی سرح کا بھی نام لیا۔ ابن ابی سرح حضرت عثمان بن عفانؓ کے پاس چھپ گیا، جب آپ ﷺ نے لوگوں کو بیعت کے لئے بلایا تو حضرت عثمانؓ اسے لے کر آپ ﷺ کے پاس آئے اور اسے آپ ﷺ کے پاس کھڑا کر دیا، اور عرض کرنے لگے یا نبی اللہ! عبد اللہ کو بیعت کر لیں، آپ ﷺ نے اپنا سر اٹھایا اور اس کی طرف تین بار دیکھا، ہر بار آپ ﷺ نے انکار کیا، تیسری بار کے بعد آپ ﷺ نے اسے بیعت کر لیا، پھر اپنے صحابہ کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: کیا تم میں کوئی سمجھدار آدمی نہیں تھا، جو اس کی طرف اس کو قتل کرنے کے لئے اٹھتا جب میں نے اس کو بیعت کرنے سے ہاتھ کھینچا تھا؟ صحابہ کرامؓ نے عرض کیا: یارسول اللہ! ہمیں معلوم نہیں تھا کہ آپ ﷺ کے دل میں کیا ہے، آپ ﷺ ہمیں اپنی آنکھوں سے اشارہ کر دیتے، آپ ﷺ نے فرمایا: کسی نبی کے لئے یہ بات مناسب نہیں ہوتی کہ اس کی خیانت کرنے والی آنکھ ہو۔

امام ابو داود نے یہ روایت نقل کرنے کے بعد لکھا کہ عبد اللہ بن ابی سرح حضرت عثمان غنیؓ کا رضاعی بھائی تھا، ولید بن عقبہ ان کا ماں کی طرف سے بھائی تھا۔ شراب پینے پر حضرت عثمانؓ نے اس پر حد جاری کی تھی۔

مصنف ابن ابی شیبہ میں ایک روایت یوں ہے

فَأَمَّنَ النَّاسَ كُلَّهُمْ إِلَّا ابْنَ أَبِي سَرْحٍ، وَابْنَ خَطَلٍ وَمَقِيسَ الْكِنَانِيَّ وَامْرَأَةً أُخْرَى، ثُمَّ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنِّي لَمْ أُحَرِّمْ مَكَّةَ وَلَكِنْ حَرَّمَهَا اللَّهُ، وَإِنَّهَا لَمْ تُحَلَّلْ لِأَحَدٍ قَبْلِي، وَلَا تَحِلُّ لِأَحَدٍ بَعْدِي إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ، وَإِنَّمَا أَحَلَّهَا اللَّهُ لِي فِي

سَاعَةٍ مِنْ نَهَارٍ قَالَ: ثُمَّ جَاءَهُ عُثْمَانُ بْنُ عَفَّانَ بِابْنِ أَبِي سَرْحٍ فَقَالَ: بَايِعْهُ يَا رَسُولَ اللَّهِ فَأَعْرَضَ عَنْهُ، ثُمَّ جَاءَ مِنْ نَاحِيَةٍ أُخْرَى فَأَعْرَضَ عَنْهُ، ثُمَّ جَاءَهُ أَيْضًا فَقَالَ: بَايِعْهُ يَا رَسُولَ اللَّهِ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:لَقَدْ أَعْرَضْتَ عَنْهُ، وَإِنِّي لَأَظُنُّ بَعْضَكُمْ سَيَقْتُلُهُ فَقَالَ رَجُلٌ مِنَ الْأَنْصَارِ: فَهَلَّا أَوْمَضْتَ إِلَيَّ يَا رَسُولَ اللَّهِ قَالَ: إِنَّ النَّبِيَّ لَا يُومِضُ

آپ ﷺ نے تمام لوگوں کوامان دے دی سوائے ابن ابی سرح، ابن خطل، مِقیس کِنَانی، اور ایک اور عورت کے، پھر آپ ﷺ نے فرمایا: میں نے مکہ کو حرمت نہیں دی بلکہ اللہ تعالیٰ نے اسے حرمت دی ہے، اور یہ میرے سے پہلے کسی کے لئے حلال تھا اور نہ میرے بعد قیامت تک کسی کے لئے حلال ہو گا، میرے لئے اللہ تعالیٰ نے دن کی ایک گھڑی میں حلال کیا ہے، پھر حضرت عثمانؓ ابن ابی سرح کو لے کر آئے اور عرض کرنے لگے یارسول اللہ! اسے بیعت کرلیں، آپ ﷺ نے اس سے اپنا منہ پھیر لیا، پھر وہ دوسری طرف سے آیا تو آپ ﷺ نے دوسری طرف سے بھی منہ پھیر لیا، پھر حضرت عثمان نے عرض کیا یارسول اللہ! اسے بیعت کرلیں، آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: میں نے اس سے اپنا منہ پھیر لیا تھا اور میرا یہ خیال تھا کہ تم میں سے کوئی اسے قتل کردے گا، انصار میں سے ایک آدمی نے عرض کیا، یارسول اللہ! آپ ﷺ نے میری طرف اشارہ کیوں نہ فرمایا، آپ ﷺ نے فرمایا: نبی اشارے نہیں کرتا۔ (ابن ابی شیبہ ج۵ ص ۳۷۴)

نسائی کی روایت میں تو اس سے بھی زیادہ وضاحت کے ساتھ بات آئی ہے، جس میں یوں ہے کہ آپ ﷺ نے فتح مکہ کے دن تمام لوگوں کو امان دے دی سوائے چار آدمیوں کے اور آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اقْتُلُوهُمْ وَإِنْ وَجَدْتُمُوهُمْ مُتَعَلِّقِينَ بِأَسْتَارِ الْكَعْبَةِ» وَهُمْ عِكْرِمَةُ بْنُ أَبِي جَهْلٍ، وَعَبْدُ اللَّهِ بْنُ خطل، ومقيس بن صبابة، وعبد الله ابن سَعْدِ بْنِ أَبِي سَرْحٍ.

اگر تم ان کو پاؤ تو قتل کر ڈالو اگرچہ کعبہ کے پردوں کے ساتھ یہ لٹکے ہوئے ہی کیوں نہ ہوں، ان میں ایک عکرمہ بن ابی جہل، دوسرا عبداللہ بن خطل، تیسرا مِقْيَسُ بْنُ صُبَابَةَ، اور چوتھا عبداللہ بن سعد بن ابی سرح ہے۔ (البدایہ والنہایہ ج۴ ص ۲۹۸)

ان میں سے عبداللہ بن خطل کو کعبہ کے پردوں کے پیچھے قتل کیا گیا، مِقْیَس بن صبابہ کو بازار میں لوگوں نے پکڑ کر قتل کیا، عکرمہ بھاگ گیا، جاکر کشتی میں سوار ہوا، اس کا یمن جانے کا ارادہ تھا، اس کی بیوی ام حکیم بنت الحارث مسلمان ہوگئی تھی، جو اس کی تلاش میں یمن کی طرف نکل گئی تھی، اس نے آپ ﷺ سے امان مانگی تھی، آپ ﷺ نے اسے امان دے دی تھی، آندھی اور طوفان نے کشتی کو ہچکولے دیئے تو کشتی والوں نے کہا: خالص اللہ ہی کو پکارو، آج اس کے سوا کوئی تمہیں کام نہیں آئے گا، اس پر عکرمہ نے کہا:

وَاللّٰهِ لَئِنْ لَمْ يُنْجِ فِي الْبَحْرِ إِلَّا الْإِخْلَاصُ فَإِنَّهُ لَا يُنْجِي فِي الْبَرِّ غَيْرُهُ، اللّٰهمّ إِنَّ لَكَ عَلَيَّ عَهْدًا إِنْ أَنْتَ عَافَيْتَنِي مِمَّا أَنَا فِيهِ أَنْ آتِيَ مُحَمَّدًا حَتَّى أَضَعَ يَدِي فِي يَدِهِ فَلَأَجِدَنَّهُ عَفُوًّا كَرِيمًا، (البدایہ والنہایہ ج۴ص۲۹۸)

قسم بخدا! اگر دریا میں اخلاص ہی نجات دیتا ہے تو پھر خشکی میں بھی اخلاص ہی نجات دیتا ہے، اے اللہ! میں تجھ سے عہد کرتا ہوں کہ اگر تونے مجھے اس کیفیت سے عافیت دی تو میں محمد ﷺ کے پاس آؤں گا اور اپنا ہاتھ ان کے ہاتھ میں رکھوں گا اور میں انہیں بہت زیادہ معاف کرنے والا اور سخاوت کرنے والا پاؤں گا۔

ملاح نے کشتی ساحل کی طرف موڑدی، عکرمہ واپس آیا اور نبی اکرم ﷺ کے ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر مسلمان ہوگیا۔ چوتھا عبداللہ بن ابی سرح رہ گیا، جو فتح مکہ کے دن حضرت عثمانؓ کے ہاں چھپ گیا تھا، جس کا تذکرہ ابوداود، نسائی اور مصنف ابن ابی شیبہ میں ہے۔

ان کے علاوہ آپ ﷺ نے فَرتَنی اور الزبعری کو قتل کرنے کا حکم بھی دیا تھا۔ آپ ﷺ جب مکہ میں داخل ہوئے تو فاتحین کو ارشاد فرمایا: کہ آج کسی کو کچھ نہیں کہنا، ہاں جو لڑے اس سے لڑو، مگر کچھ لوگوں کا نام لے کر فرمایا کہ ان کو قتل کرو، ان میں عبداللہ بن ابی سرح اور عبداللہ بن خطل کا ذکر بھی تھا۔

عبداللہ بن ابی سرح پہلے کافر تھا، پھر اسلام قبول کرلیا تھا، آپ ﷺ کے حکم پر وحی لکھا کرتا تھا، پھر وہ مرتد ہوگیا، مشرک بن گیا اور مکہ چلا گیا، وہاں جاکر یہ پروپیگنڈہ شروع کردیا کہ

و الله لو أشاء لقلت كما يقول محمد و جئت بمثل ما يأتي به إنه ليقول الشيء و أصرفه إلى الشيء (البدایہ والنہایہ ج٤ص ٢٩٦)

میں محمد کو جدھر چاہوں ادھر موڑ سکتا ہوں، وہ مجھے کسی چیز کے لکھنے کا حکم دیتے ہیں تو میں کہتا ہوں کہ کیا میں فلاں فلاں طرح لکھ لوں؟ تو وہ کہتے ہیں کہ ٹھیک ہے اور وہ اس طرح کہ آپ ﷺ اسے لکھواتے کہ علیم حکیم لکھو تو وہ کہتا کیا میں عزیز حکیم لکھ دوں؟ تو آپ ﷺ فرماتے: دونوں برابر ہیں۔

قرآن حکیم کی یہ آیت اسی بارے میں نازل ہوئی تھی

وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرَى عَلَى اللَّهِ كَذِبًا أَوْ قَالَ أُوحِيَ إِلَيَّ وَلَمْ يُوحَ إِلَيْهِ شَيْءٌ وَمَنْ قَالَ سَأُنْزِلُ مِثْلَ مَا أَنْزَلَ اللَّهُ وَلَوْ تَرَى إِذِ الظَّالِمُونَ فِي غَمَرَاتِ الْمَوْتِ وَالْمَلَائِكَةُ بَاسِطُو أَيْدِيهِمْ أَخْرِجُوا أَنْفُسَكُمُ الْيَوْمَ تُجْزَوْنَ عَذَابَ الْهُونِ بِمَا كُنْتُمْ تَقُولُونَ عَلَى اللَّهِ غَيْرَ الْحَقِّ وَكُنْتُمْ عَنْ آيَاتِهِ تَسْتَكْبِرُونَ (٩٣)(الانعام)

اس شخص سے بڑا ظالم کون ہے جو اللہ پر جھوٹ باندھتا ہے، اور کہتا ہے کہ میری طرف وحی کی گئی ہے حالانکہ اس کی طرف وحی نہیں کی گئی کچھ بھی، اور جو شخص یہ کہتا ہے میں بھی اللہ کی طرح وحی نازل کر سکتا ہوں، اور اگر آپ اس وقت دیکھیں جب کہ یہ ظالم لوگ موت کی سختیوں میں ہوں گے، اور فرشتے اپنے ہاتھ بڑھا رہے ہوں گے کہ ہاں اپنی جانیں نکالو، آج تمہیں ذلت کی سزا دی جائے گی، اس سبب سے کہ تم اللہ تعالیٰ کے ذمہ جھوٹی باتیں لگاتے تھے اور تم اللہ کی آیات سے تکبر کرتے تھے۔

فتح مکہ کے دن آپ ﷺ نے اس کا خون ہدر قرار دیا تو بھاگ کر حضرت عثمانؓ کے پاس آگیا، ان کا رضاعی بھائی تھا، انہیں کہنے لگا کہ اے میرے بھائی! میں آپ کی پناہ میں آتا ہوں، مجھے یہاں روک لیجیے ، اور آپؓ محمد ﷺ کے پاس جائیے اور میرے بارے میں بات کیجیے ، اگر محمد ﷺ نے مجھے دیکھ لیا تو میرا سر کاٹ دے گا، جس میں میری دونوں آنکھیں ہیں، میں نے بہت بڑے جرم کا ارتکاب کیا ہے اور میں تائب ہو کر آیا ہوں۔ (الصارم المسلول ص ١٧٧)

حضرت عثمانؓ نے فرمایا: تم میرے ساتھ چلو، عبد اللہ نے کہا: بخدا! اگر اس نے مجھے دیکھ لیا تو میری گردن اڑا دے گا، اور مجھے مہلت نہ دے گا، کیونکہ اس نے میرے خون کو ہدر قرار دیا ہے اور اس کے صحابہ مجھے ہر جگہ تلاش کر رہے ہیں، حضرت عثمانؓ نے فرمایا: تم میرے ساتھ چلو، انشاء اللہ تجھے قتل نہیں کریں

گے، رسول اللہ ﷺ نے اچانک دیکھا کہ عثمانؓ عبد اللہ کا ہاتھ پکڑے آرہے ہیں اورآپ کے سامنے آکر ٹھہر گئے ہیں، حضرت عثمانؓ نے آپ کی طرف متوجہ ہو کر کہا: یارسول اللہ! اس کی ماں مجھے اٹھالیا کرتی اوراسے چلنے پر مجبور کرتی۔ مجھے دودھ پلاتی اوراس کا دودھ چھڑادیتی، وہ میرے ساتھ مہربانی کا سلوک کرتی اوراسے اس کے حال پر چھوڑدیتی، لہذا اسے میرے لئے بخش دیجیے۔ حضرت عثمانؓ سر جھکا کر آپ ﷺ کا سر چوم رہے تھے اور عبد اللہ بن ابی سرح کی معافی اور بیعت کی درخواست کررہے تھے۔

واقعہ سے استدلال: علامہ ابن تیمیہؒ نے الصارم المسلول میں اس واقعہ کو ذکر کرنے کے بعد وجہ استدلال یہ بیان کی ہے

أن عبد الله بن سعد بن أبي سرح افترى على النبي صلى الله عليه و سلم أنه كان يتمم له الوحي و يكتب له ما يريد فيوافقه عليه و أنه يصرفه حيث شاء و يغير ما أمره به من الوحي فيقره على ذلك و زعم أنه سينزل مثل ما أنزل الله إذ كان قد أوحي إليه في زعمه كما أوحي إلى رسول الله صلى الله عليه و سلم و هذا الطعن على رسول الله صلى الله عليه و سلم و على كتابه و الافتراء عليه بما يوجب الريب في نبوته قدر زائد على مجرد الكفر به و الردة في الدين و هو من أنواع السب (الصارم)

وجہ دلالت یہ ہے کہ عبد اللہ بن ابی سرح نے نبی کریم ﷺ پر یہ جھوٹ باندھا تھا کہ وہ آپ کی وحی کی تکمیل کرتا ہے، اور جو چاہتا ہے آپ ﷺ کو لکھ دیتا ہے، اورآپ ﷺ اسے درست قرار دیتے ہیں، بقول اس کے وہ جدھر چاہتا ہے آپ ﷺ کو پھیر دیتا ہے، جس وحی کا آپ ﷺ کو حکم دیا جاتا تھا اسے تبدیل کردیتا اورآپ ﷺ اس کی تائید فرماتے اوروہ اسی طرح رہتی جیسے اسے اللہ نے نازل کیا ہو، وہ اس زعم باطل میں مبتلا تھا کہ رسول کریم ﷺ کی طرح اس پر بھی وحی کی جاتی ہے۔ رسول کریم ﷺ اور کتاب اللہ پر اس طعن اورافتراء پردازی کا نتیجہ یہ ہوسکتا ہے کہ نبوت ورسالت مشکوک ہوکر رہ جائے اوریہ کفروارتداد سے بھی بڑا گناہ اور گالی کی ایک قسم ہے۔ (الصارم المسلول)

علامہ تقی الدین السبکی اس واقعہ کے ذیل میں لکھتے ہیں

جن لوگوں کا خون آپ ﷺ نے ہدر فرمایا، ان میں کچھ وہ تھے جو اسلام لانے کے بعد دوبارہ مرتد ہوگئے ، جیسے عبد اللہ بن ابی سرح ہے، اس کا ایک جرم تو یہ تھا کہ یہ مرتد ہو گیا تھا، دوسرا جرم یہ تھا کہ یہ

آپ ﷺ کے خلاف غلیظ زبان استعمال کرتا تھا، یہی وجہ ہے کہ آپ ﷺ نے اس کا خون ہدر قرار دیا تھا، یہاں تک کہ حضرت عثمانؓ اسے آپ ﷺ کے پاس لے کر آئے، آپ ﷺ نے حضرت عثمانؓ کے حیا کی وجہ سے بیعت کر لیا تھا، اور یہ واقعہ بغیر کسی شک وشبہ کے گستاخ رسول ﷺ کو قتل کرنے پر دلیل ہے۔ (السیف المسلول ص ۱۱۱)

جھوٹے کاتب کا عبرت ناک انجام

امام بخاری نے صحیح بخاری میں ایک نصرانی کا عبرت ناک واقعہ نقل فرمایا ہے

كَانَ رَجُلٌ نَصْرَانِيًّا فَأَسْلَمَ، وَقَرَأَ البَقَرَةَ وَآلَ عِمْرَانَ، فَكَانَ يَكْتُبُ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَعَادَ نَصْرَانِيًّا، فَكَانَ يَقُولُ: مَا يَدْرِي مُحَمَّدٌ إِلَّا مَا كَتَبْتُ لَهُ فَأَمَاتَهُ اللَّهُ فَدَفَنُوهُ، فَأَصْبَحَ وَقَدْ لَفَظَتْهُ الأَرْضُ، فَقَالُوا: هَذَا فِعْلُ مُحَمَّدٍ وَأَصْحَابِهِ لَمَّا هَرَبَ مِنْهُمْ، نَبَشُوا عَنْ صَاحِبِنَا فَأَلْقَوْهُ، فَحَفَرُوا لَهُ فَأَعْمَقُوا، فَأَصْبَحَ وَقَدْ لَفَظَتْهُ الأَرْضُ، فَقَالُوا: هَذَا فِعْلُ مُحَمَّدٍ وَأَصْحَابِهِ، نَبَشُوا عَنْ صَاحِبِنَا لَمَّا هَرَبَ مِنْهُمْ فَأَلْقَوْهُ، فَحَفَرُوا لَهُ وَأَعْمَقُوا لَهُ فِي الأَرْضِ مَا اسْتَطَاعُوا، فَأَصْبَحَ وَقَدْ لَفَظَتْهُ الأَرْضُ، فَعَلِمُوا: أَنَّهُ لَيْسَ مِنَ النَّاسِ، فَأَلْقَوْهُ(بخاری، کتاب المناقب،باب علامات النبوة)

ایک عیسائی مسلمان ہو گیا اوراس نے سورۃ البقرہ اورآل عمران پڑھی ، یہ آپ ﷺ کے لئے وحی بھی لکھا کرتا تھا، پھر دوبارہ عیسائی ہو گیا، یہ کہا کرتا تھا: محمد وہی کچھ سمجھتے ہیں جو میں انہیں لکھ کر دیتا ہوں، اللہ تعالیٰ نے اسے موت دے دی، لوگوں نے اسے دفن کر دیا، جب صبح ہوئی تو کیا دیکھا گیا کہ قبر نے اسے باہر پھینک دیا ہے، لوگوں نے کہا: یہ محمد اوران کے صحابہ کا کام ہے، کیونکہ یہ ان سے بھاگ گیا تھا، انہوں نے ہمارے آدمی کی قبر کھود کر ایسا کیا، انہوں نے اس کے لئے گہرا گڑھا کھودا جتنا وہ کھود سکتے تھے، جب صبح ہوئی تو اسے زمین نے باہر پھینکا ہوا تھا، پھر انہیں معلوم ہو گیا کہ یہ لوگوں کا کام نہیں ہے، اس کو یونہی پڑا رہنے دیا۔

مسلم شریف میں حضرت انسؓ کی روایت یوں ہے

كَانَ مِنَّا رَجُلٌ مِنْ بَنِي النَّجَّارِ قَدْ قَرَأَ الْبَقَرَةَ وَآلَ عِمْرَانَ وَكَانَ يَكْتُبُ لِرَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَانْطَلَقَ هَارِبًا حَتَّى لَحِقَ بِأَهْلِ الْكِتَابِ، قَالَ: فَرَفَعُوهُ، قَالُوا: هَذَا قَدْ كَانَ يَكْتُبُ لِمُحَمَّدٍ فَأُعْجِبُوا بِهِ، فَمَا لَبِثَ أَنْ قَصَمَ اللهُ عُنُقَهُ فِيهِمْ، فَحَفَرُوا لَهُ فَوَارَوْهُ، فَأَصْبَحَتِ الْأَرْضُ قَدْ نَبَذَتْهُ عَلَى وَجْهِهَا، ثُمَّ عَادُوا فَحَفَرُوا لَهُ، فَوَارَوْهُأَصْبَحَتِ الْأَرْضُ قَدْ نَبَذَتْهُ عَلَى وَجْهِهَا، ثُمَّ عَادُوا فَحَفَرُوا لَهُ، فَوَارَوْهُ فَأَصْبَحَتِ الْأَرْضُ قَدْ نَبَذَتْهُ عَلَى وَجْهِهَا، فَتَرَكُوهُ مَنْبُوذًا (كتاب التوبہ)

ہم میں ایک بنی نجّار کا آدمی تھا، جس نے سورۃ البقرہ اور آل عمران پڑھی، وہ رسول اللہ ﷺ کے لئے وحی لکھا کرتا تھا، وہ یہاں سے بھاگ گیا اور اہل کتاب سے مل گیا، راوی نے کہا: انہوں نے اس کو اٹھایا اور کہا: یہ محمد ﷺ کے لئے وحی لکھا کرتا تھا، وہ اس کی وجہ سے بڑے خوش ہوئے، زیادہ دیر نہیں ہوئی تھی کہ اللہ تعالیٰ نے اس کی گردن توڑ دی، انہوں نے اس کے لئے گڑھا کھود کر اسے چھپادیا، صبح ہوئی تو زمین نے اسے منہ کے بل باہر پھینکا ہوا تھا، انہوں نے اسے دوبارہ گڑھا کھود کر چھپادیا، صبح ہوئی تو زمین نے اس کی لاش کو منہ کے بل باہر پھینکا ہوا تھا، پھر انہوں نے اس کے لئے گڑھا کھود کر تیسری بار دفنایا، زمین نے تیسری بار بھی ایسا ہی کیا تو انہوں نے اسے یونہی پڑا رہنے دیا۔

علامہ ابن تیمیہؒ اس واقعہ کو نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں

اس افتراپردازی کرنے والے ملعون کو جو کہا کرتا تھا کہ محمد ﷺ کو وہی بات معلوم ہوتی ہے جو میں لکھ دیتا ہوں، توڑ پھوڑ دیا، اور اسے رسوا کر دیا اور وہ یہ کہ قبر میں دفن کرنے کے بعد قبر نے اس کو کئی مرتبہ پھینک دیا، یہ خارق عادت امر اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ یہ اس کے قول کی سزا تھی، اور یہ کہ وہ جھوٹا تھا، اس لئے کہ عام مردوں کی یہ حالت نہیں ہوتی اور یہ جرم محض ارتداد سے بہت بڑا ہے، عام مرتد مرجاتے ہیں اور ان کو ایسا واقعہ پیش نہیں آتا، نیز یہ کہ جو شخص رسول کریم ﷺ کو گالی دیتا اور آپ ﷺ پر طعن کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اپنے رسول کا انتقام لیتا اور اس کے کذب کو نمایاں کرتا ہے کیونکہ لوگوں کے لئے اس پر حد قائم کرنا ممکن نہیں ہوتا۔ (الصارم المسلول)

دو گلوکار لونڈیوں کا واقعہ

سیرت ابن ہشام میں ان دو گلوکاراؤں کا تذکرہ ہے

کہ یہ دو عبداللہ بن خطل کی لونڈیاں تھیں، ان میں ایک کا نام فرتنی اور دوسری کا نام قریبہ تھا، یہ بھی کہا گیا ہے کہ ایک اس کی لونڈی تھی جب کہ دوسری اس کی سہیلی تھی، جو نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی ہجو میں اشعار کہا کرتی تھیں، یہ بھی کہا گیا ہے کہ

و کان یقول الشعر یھجو رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم و یأمرھما تغنیان بہ فیدخل علیہ و علی قنیتیہ المشرکون فیشربون الخمر و تغني القینتان بذلك الھجاء

جب ابن خطل مرتد ہو کر اہل مکہ سے جا ملا تو یہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی شان اقدس کے خلاف اشعار بناتا تھا اور یہ گانے والیاں انہیں گاتی تھیں، ان دونوں لونڈیوں کے پاس لوگ آتے، شراب پیتے اور یہ انہیں ہجو یہ اشعار گا کر سنایا کرتی تھیں۔

جب مکہ فتح ہوا تو آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے حضرات صحابہ کرامؓ کو اپنے ہاتھوں کو روکنے کا حکم دے دیا تھا، مگر چند لوگ ایسے تھے جنہیں آج بھی امان نہیں ملی تھی، جس دن آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے اپنے دشمنوں کو عام معاف کرنے کا اعلان کر دیا تھا، اس میں عبداللہ بن خطل اور اس کی دو گلوکار لونڈیوں کو قتل کرنا بھی شامل تھا، ان میں سے فَرتنی نامی لونڈی کو قتل کر دیا گیا تھا، جب کہ دوسری کہیں روپوش ہو گئی تھی، بعد میں اس کے لئے امان طلب کی گئی تو آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے اسے امان دے دی تھی، یہ بعد میں کافی عرصہ تک زندہ رہی حضرت عثمان غنیؓ کے دور خلافت میں اس کی ایک پسلی ٹوٹ گئی تھی جس سے اس کی موت واقع ہو گئی تھی، حضرت عثمانؓ نے اس کی دیت آٹھ ہزار درہم مقرر کی اور شدت جرم کی وجہ سے اس میں دو ہزار کا اضافہ کیا۔

سارہ گلوکارہ کی گلوکاری

سارہ نامی لونڈی کو ابولہب نے آزاد کیا تھا، جو اپنی زبان سے مکہ میں آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو ایذا دیا کرتی تھی، آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے چھ آدمیوں اور چار عورتوں کو قتل کرنے کا حکم دیا تھا ان میں ایک سارہ بھی تھی، عمرو بن ہاشم کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ یہ اس کی لونڈی تھی، یہ مکہ کی نوحہ گر تھی، اسے آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی شان اقدس میں کمی کرنے والے اشعار بتائے جاتے تو یہ انہیں گا گا کر پڑھتی تھی، ایک بار یہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی

خدمت میں آئی کہ آپ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اسے کچھ بخشیش کریں اوراپنی ضرورت کا آپ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کے سامنے ذکر کیا تو آپ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے اسے فرمایا:

ما كان لك في غنائك و نياحتك ما يكفيك ؟

گلوکاری اور نوحہ گری تیرے لئے کافی نہیں ہے؟

اس نے کہا: یا محمد! جب سے بدر میں مکہ کے سردار مارے گئے ہیں، تو لوگوں نے گانا سننا چھوڑ دیا ہے، چنانچہ نبی کریم صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اس سے خوش اخلاقی سے پیش آئے اور ایک اونٹ غلے کا اسے دیا، پھر یہ قریش کی طرف لوٹ آئی، اور ان کے دین پر قائم رہی، نبی کریم صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے فتح مکہ کے دن اسے قتل کرنے کا حکم دیا تو اس دن یہ قتل کی گئی تھی۔

ان واقعات سے استدلال: مسلم شریف کی ایک روایت ہے، جس میں آپ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے عورتوں اور بچوں کے قتل کو ناپسند فرمایا

أَنَّ امْرَأَةً وُجِدَتْ فِي بَعْضِ مَغَازِي رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَقْتُولَةً، فَأَنْكَرَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَتْلَ النِّسَاءِ وَالصِّبْيَانِ(مسلم ، الجهاد،باب تحريم قتل النساء والصبيان فى الحرب)

کسی لڑائی میں ایک عورت کی لاش ملی تو آپ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے بچوں اور عورتوں کے قتل کو ناپسند کیا۔

اسی طرح بخاری میں حضرت ابن عمرؓ کی روایت ہے

فَنَهَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ قَتْلِ النِّسَاءِ وَالصِّبْيَانِ(بخارى ،كتاب الجهاد،باب قتل النساء فى الحرب)

آپ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے عورتوں اور بچوں کو قتل کرنے سے منع فرمایا۔ ابو داود کی روایت میں ہے آپ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے حضرت خالد بن ولیدؓ کی طرف پیغام بھیجا

قُلْ لِخَالِدٍ لَا يَقْتُلَنَّ امْرَأَةً وَلَا عَسِيفًا (ابوداود،باب فى قتل النساء)

خالد کو عورت اور مزدور کو قتل نہ کرے۔

مسند احمد کی روایت کے مطابق عورتوں اور بچوں کو قتل کرنے کی ممانعت بھی فرمائی ہے۔

جب آپ ﷺ نے جہادی معرکے میں عورتوں اور بچوں کو قتل کرنے سے منع فرمایا تو یہاں آپ ﷺ نے نام لے لے کر ان لونڈیوں اور کچھ لوگوں کو قتل کرنے کا حکم دیا، اس کی وجہ یہ ہے کہ صرف کفر کی وجہ سے نہیں بلکہ ان کا آپ ﷺ کی توہین کرنے اور آپ ﷺ کی ہجو کرنے پر قتل کا حکم دیا گیا۔ علامہ ابن تیمیہؒ لکھتے ہیں محض کفر اصلی کی وجہ سے عورت کو دانستہ قتل کرنا اجماعاً جائز نہیں، یہ رسول کریم ﷺ کی مشہور سنت ہے۔ ہاں حربی عورت جب لڑائی میں شریک ہو تو اسے بالاتفاق قتل کیا جائے گا۔

عورتیں عورت ہونے کی وجہ سے معصوم عن الدم تھیں، پھر آپ ﷺ نے محض ہجو کرنے کی بناء پر ان کے قتل کرنے کا حکم دیا، حالانکہ وہ دارالحرب میں تھیں، اس سے معلوم ہوا کہ جو شخص آپ ﷺ کی ہجو کرے اور گالی دے تو ہر حال میں اسے قتل کرنا جائز ہے (الصارم المسلول ص ۱۹۵)

ان عورتوں کے قتل کی وجوہات

علامہ ابن تیمیہؒ نے ان عورتوں کے قتل کی چند وجوہات ذکر فرمائی ہیں، جو کہ بالاختصار یہ ہیں۔

پہلی وجہ: ہجو گوئی اور گالی گلوچ یا تو قتال باللسان کی قسم سے ہے اور اس لئے قتال بالید میں شامل ہے، ہجو گو عورت اس خاتون کی مانند ہے، جس کی رائے سے مسلمانوں کے خلاف جنگ میں فائدہ اٹھایا جائے۔

دوسری وجہ: یہ حربی عورتیں ہیں، انہوں نے دارالحرب میں رسول کریم ﷺ کو ستایا تھا۔ لہذا گالی دینے کی وجہ سے ان کو قتل کیا گیا، جیسا کہ احادیث میں وارد ہے۔ پس ذمی عورت کو مسلمہ کی طرح قتل کرنا اولیٰ ہے اس لئے کہ ہمارے اور ذمی عورت کے درمیان عہد ہے، جو علانیہ گالی دینے سے اسے مانع ہے، علاوہ ازیں ذلت کا التزام ذمی عورت پر لازم ہے۔

تیسری وجہ: ان عورتوں نے فتح مکہ والے سال جنگ میں حصہ نہیں لیا تھا بلکہ یہ ذلیل و رسوا اور مسلمانوں کی اطاعت گزیں تھیں، اور ہجو گوئی اگر قتال شمار ہوتی ہے تو پہلے بھی موجود تھی۔ ایک حربی عورت اگر کسی جگہ میں پر امن رہے تو اسے اس بنا پر قتل نہیں کیا جاسکتا کہ قبل ازیں اس نے جنگ لڑی تھی۔ پس معلوم ہوا کہ گالی بنفسہ ان عورتوں کے خون کو مباح کرنے والی ہے نہ کہ وہ سابقہ لڑائی جو انہوں نے لڑی تھی۔

چوتھی وجہ: رسول اکرم ﷺ نے تمام اہل مکہ کو امن دیا تھا، بجز ان کے جو جنگ کریں، حالانکہ قبل ازیں وہ آپ ﷺ سے لڑ کر آپ کے صحابہ کو قتل کر چکے تھے اور انہوں نے اس معاہدہ کو توڑ دیا تھا، جو ہمارے اور ان کے درمیان تھا، مگر اس کے باوجود آپ ﷺ نے ان عورتوں کا خون ہدر قرار دیا اور استثناء کردہ لوگوں میں شامل نہ کیا اگرچہ انہوں نے جنگ نہیں کی تھی، محض اس لئے کہ یہ آپ ﷺ ایذا دیا کرتی تھیں، پس ثابت ہوا کہ گالی دے کر رسول کریم ﷺ کو ستانے والے کا جرم لڑائی سے بھی شدید تر ہے ،لہذا اس کو اسی وقت قتل کیا جائے جبکہ اسے لڑنے اور قتل کرنے سے منع کیا گیا تھا۔

پانچویں وجہ: دونوں گلوکارہ عورتیں لونڈیاں تھیں، اور ان کو ہجو گوئی کا حکم دیا گیا تھا اور لونڈی کو قتل کرنا آزاد عورت کے قتل کرنے سے بھی بعید تر ہے، اس لئے رسول کریم ﷺ نے مزدور کو قتل کرنے سے منع کیا تھا اور اس سے لونڈی کا جرم خفیف تر ہو جاتا ہے کہ اسے ہجو گوئی کا حکم دیا گیا اس لئے کہ اس نے از خود ابتداً اس کا ارتکاب نہیں کیا، اس کے باوجود آپ ﷺ نے اسے قتل کرنے کا حکم دیا، اس سے معلوم ہوا کہ موجبات قتل میں سے گالی دینا غلیظ تر جرم ہے۔

چھٹی وجہ: ان عورتوں کو یا تو ہجو گوئی کی وجہ سے قتل کیا گیا، اس لئے کہ انہوں نے عہد کے باوجود اس کا ارتکاب کیا، پس یہ ذمی کی ہجو گوئی کے قبیل سے ہے، یا محض ہجو گوئی کی وجہ سے ان کو قتل کیا گیا اور ان سے معاہدہ نہ تھا، اگر پہلی بات ہے تو مطلوب بھی وہی ہے، اور اگر دوسری بات ہے تو جب گالیاں دینے والی غیر معاہدہ کو قتل کیا جا سکتا ہے تو جس کو عہد کی بنا پر گالی دینے سے روکا گیا ہے، اس کو گالی دینے کے جرم میں قتل کرنا اولیٰ ہے، اس لئے کسی عورت کا کفرِ محض اور اس کا حربی ہونا اس کے خون کو بالاتفاق مباح نہیں کرتا۔

عبد اللہ ابن خطل کا واقعہ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ مَكَّةَ عَامَ الْفَتْحِ وَعَلَى رَأْسِهِ مِغْفَرٌ، فَلَمَّا نَزَعَهُ جَاءَهُ رَجُلٌ، فَقَالَ: ابْنُ خَطَلٍ مُتَعَلِّقٌ بِأَسْتَارِ الْكَعْبَةِ، فَقَالَ: «اقْتُلُوهُ (مسلم،باب جوازدخول مکہ بغیراحرام ابوداود،باب قتل الاسیر)

نبی اکرم ﷺ جب فتح مکہ والے سال مکہ میں داخل ہوئے تو آپ ﷺ کے سر پر لوہے کا خود تھا، جب آپ ﷺ نے لوہے کا خود اتارا تو آپ ﷺ کے پاس ایک آدمی آیا، اس نے کہا: ابن خطل کعبہ کے پردوں کے ساتھ لٹکا ہوا ہے، آپ ﷺ نے فرمایا: اسے قتل کر دو، نبی کریم ﷺ نے چونکہ اس کے خون کو مباح قرار دے رکھا تھا، جن لوگوں کو آج کے دن بھی جان بخشی نہیں تھی ان میں سے ایک یہ بھی تھا۔

علامہ ابن کثیرؒ البدایہ والنہایہ میں لکھتے ہیں کہ

حضرت سعید بن حریث اور حضرت عمار بن یاسر دونوں اس کی طرف بڑھے، مگر سعید آگے نکل گئے، وہ مضبوط آدمی تھے، اور اسے قتل کر ڈالا، جب کہ مغازی میں واقدی لکھتے ہیں کہ حضرت ابوبرزہ نے اسے کعبہ کے پردوں سے باہر نکالا اور حطیم اور مقام ابراہیم کے درمیان اس کی گردن اڑادی۔ ابن کثیر لکھتے ہیں کہ ابوبرزہ اور سعید بن حریث دونوں نے اسے مل کر قتل کیا (البدایہ والنہایہ ج ۴ ص ۲۹۸)

علامہ ابو عبداللہ الواقدی مغازی میں لکھتے ہیں کہ

عبداللہ بن خطل مکہ کی بالائی جانب سے آیا، وہ لوہے میں سر تا پاؤ ڈوبا ہوا تھا، یہاں سے نکل کر خندمہ پہاڑ کے قریب آیا، مسلمانوں کا لشکر دیکھ کر اسے خیال گزرا کہ اب مڈبھیڑ ہونے والی ہے، اس منظر کو دیکھ کر وہ اس قدر ڈرا کہ اس کے جسم پر کپکپاہٹ طاری ہوگئی، اس کے بعد وہ خانہ کعبہ میں پہنچا، اپنے گھوڑے سے اتر کر ہتھیار پھینک دیئے، سیدھا آکر بیت اللہ کے پردوں کے ساتھ لٹک گیا۔ (مغازی واقدی ج ۲ ص ۸۲۶)

تقی الدین ابو طیب مکی لکھتے ہیں

وإنما أمر بقتله إنه كان مسلما، فبعثه رسول الله صلى الله عليه وسلم مصدقا، وبعث معه رجلا من الأنصار، وكان معه مولى له يخدمه، وكان مسلما، فنزل منزلا وأمر المولى أن يذبح له تيسا فيصنع له طعاما، فنام فاستيقظ، ولم يصنع له شيئا فعدا عليه فقتله. ثم ارتد مشركا، وكانت له قينتان: فرتني وصاحبتها، وكانتا تغنيان بهجاء رسول الله صلى الله عليه وسلم؛ فأمر رسول الله صلى الله عليه وسلم بقتلهما معه.

اس کے قتل کا حکم اس لئے دیا کہ یہ مسلمان تھا، اسے نبی کریم ﷺ نے عامل زکوٰۃ بنا کر بھیجا تھا، اور اس کے ساتھ انصار کا ایک آدمی بھیجا، اور اس کے ساتھ ایک غلام بھی بھیجا جو اس کی خدمت کرتا، یہ مسلمان تھا، اس نے ایک جگہ پہ قیام کیا اور غلام کو کہا کہ اس کے لئے مینڈھا ذبح کرے اور اس سے کھانا تیار کرے، یہ

سو گیا، جب بیدار ہوا تو اس غلام نے اس کے لئے کچھ بھی تیار نہیں کیا تھا، چنانچہ اس نے اس غلام پر زیادتی کی اور اسے قتل کر ڈالا۔ پھر یہ مرتد ہو کر مشرک بن گیا، اس کی دو لونڈیاں تھیں، ایک فرتنی اور دوسری اس کی سہیلی، یہ دونوں آپ ﷺ کی ہجو میں گانے گاتی تھیں، اس پر آپ ﷺ نے اسے قتل کرنے کے ساتھ ان دو کو قتل کرنے کا بھی حکم دیا۔(شفاء الغرام بأخبار البلد الحرام ج ۲ ص ۱۴۱)

عبداللہ بن خطل یہ مسلمان تھا، بنی تیم بن غالب سے اس کا تعلق تھا، اسلام لانے سے پہلے اس کا نام عبد العزی تھا، اسلام لانے کے بعد اس کا نام عبداللہ رکھا گیا۔

واقعہ سے استدلال: جیساکہ واقعہ سے صاف ظاہر ہے کہ عبداللہ بن خطل پہلے مسلمان تھا، اسے آپ ﷺ نے زکوٰۃ کی وصولی کے لئے بھیجا تھا، اس نے ایک دوسرے مسلمان کو ناحق قتل کر دیا تھا، ایک تو اس کا یہ جرم تھا، دوسرا جرم اس نے یہ کیا کہ وہ اسلام سے باغی ہو کر مشرک بن گیا اور تیسرا جرم اور سارے جرائم پر بڑا جرم اس کا یہ تھا کہ وہ آپ ﷺ کی شان اقدس کے خلاف اپنے دل کی بھڑاس نکالتا اور اشعار بناتا تھا، پھر اپنی لونڈیوں سے انہیں پڑھواتا تھا، اور یہی اس کا ایسا جرم تھا جس کے باعث آپ ﷺ نے اس کا خون ہدر قرار دیا، حرمت والے گھر کے اندر اس کو قتل کرنے کا حکم فرمایا، اور یہ وہ موقع ہے جب آپ ﷺ ابھی ابھی مکہ میں داخل ہوئے ہیں، ابھی ابھی آپ ﷺ نے اپنے سر سے لوہے کا خود اتارا ہے اور ابھی سیاہ عمامہ آپ ﷺ کے سر کے اوپر موجود ہے، آپ ﷺ نے اسے چند لمحے مہلت دینے کی انتظار بھی نہیں کی۔

حویرث بن نقیذ کا واقعہ

علامہ ابن کثیرؒ لکھتے ہیں

والحويرث ابن نقيذ بن وهب بن عبد قصيٍّ وَكَانَ مِمَنْ يُؤْذِي رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَكَّةَ، وَلَمَّا تَحَمَّلَ الْعَبَّاسُ بِفَاطِمَةَ وَأُمِّ كُلْثُومٍ لِيَذْهَبَ بِهِمَا إِلَى الْمَدِينَةِ يُلْحِقُهُمَا بِرَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَوَّلَ الْهِجْرَةِ نَخَسَ بِهِمَا الْحُوَيْرِثُ هَذَا الْجَمَلَ الَّذِي هُمَا عَلَيْهِ فَسَقَطَتَا إِلَى الْأَرْضِ(البدايه والنهايه ۲۹۸/۴،شفاء الغرام بأخبار البلدالحرام ۲/ ۱۴۱)

حویرث بن نقید بن وھب بن عبد قصی اس کا نام تھا، یہ ان لوگوں میں سے ایک تھا جو مکہ میں آپ ﷺ کو اذیت پہنچایا کرتے تھے، جب نبی کریم ﷺ کے چچا عباس بن عبد المطلب حضرت فاطمہ اورام کلثوم کو لے کر مدینہ جانے لگے تاکہ انہیں نبی کریم ﷺ تک پہنچادیں، تو حویرث نے اس اونٹ کو ٹھونگا مارا تھا جس پر یہ دونوں سوار تھیں، چنانچہ وہ نیچے گر گئی تھیں۔ یہ ان لوگوں میں سے ایک تھا، جن کے بارے میں نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا تھا

اقْتُلُوهُمْ وَإِنْ وَجَدْتُمُوهُمْ مُتَعَلِّقِينَ بِأَسْتَارِ الْكَعْبَةِ(البدایہ والنہایہ ۴/ ۲۹۸)

ان کو قتل کر ڈالو اگرچہ یہ کعبہ کے پردوں کے ساتھ ہی کیوں نہ لٹکے ہوئے ہوں۔

علامہ ابن کثیرؒ لکھتے ہیں کہ

فَلَمَّا أُهْدِرَ دَمُهُ قَتَلَهُ عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ(البدایہ والنہایہ ۴/ ۲۹۸)

جب اس کا خون ھدر قرار دیا گیا تو حضرت علی شیر خدا نے اسے قتل کر دیا تھا۔

عزالدین بن الاثیر اپنی تاریخ میں لکھتے ہیں

وَكَانَ يُؤْذِي رَسُولَ اللَّهِ - صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - بِمَكَّةَ، وَيُنْشِدُ الْهِجَاءَ فِيهِ، فَلَمَّا كَانَ يَوْمُ الْفَتْحِ هَرَبَ مِنْ بَيْتِهِ، فَلَقِيَهُ عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ، فَقَتَلَهُ. (کامل فی التاریخ ۱۲۳/۲)

یہ شخص نبی کریم ﷺ کو ستایا کرتا تھا، آپ ﷺ کو ایذا دیا کرتا تھا، اس لئے آپ ﷺ نے اس کے خون کو ھدر قرار دیا تھا، فتح مکہ کے دن اس نے اپنے گھر کا دروازہ بند کر رکھا تھا، حضرت علی شیر خداؓ اس کے بارے میں پوچھتے ہوئے آئے تو انہیں بتایا گیا کہ حویرث تو جنگل سے لکڑیاں لینے گیا ہے، حویرث بن نقید کو پتہ چل چکا تھا کہ اس کی تلاش جاری ہے۔

حضرت علیؓ جب اس کے گھر سے الگ ہوئے تو یہ گھر سے نکل کر دوسرے گھر جانے لگا، حضرت علیؓ نے اسے مضبوطی سے پکڑا اور اس کی گردن اڑادی۔

واقعہ سے استدلال: جیسا کہ واضح ہو چکا کہ اسے نبی کریم ﷺ کو ایذا دینے کی وجہ سے قتل کیا گیا تھا، اور ہجائیہ اشعار بھی کہا کرتا تھا، جن میں نبی کریم ﷺ کی شان اقدس میں کمی کی جاتی تھی۔

مقیس بن صبابہ کا واقعہ

نبی کریم ﷺ نے فتح مکہ کے دن ارشاد فرمایا تھا

اقْتُلُوهُمْ، وَإِنْ وَجَدْتُمُوهُمْ مُتَعَلِّقِينَ بِأَسْتَارِ الْكَعْبَةِ، عِكْرِمَةُ بْنُ أَبِي جَهْلٍ وَعَبْدُ اللَّهِ بْنُ خَطَلٍ وَمَقِيسُ بْنُ صُبَابَةَ وَعَبْدُ اللَّهِ بْنُ سَعْدِ بْنِ أَبِي السَّرْحِ (سنن النسائی)

اگر تم انہیں پاؤ تو قتل کر ڈالو اگر چہ یہ کعبہ کے پردوں کے ساتھ ہی کیوں نہ لٹکے ہوئے ہوں، ان میں عکرمہ بن ابی جہل، عبد اللہ بن خطل، مقیس بن صبابہ اور عبد اللہ بن سعد بن ابی سرح ہیں۔ مصنف ابن ابی شیبہ میں اس کے بارے میں یوں لکھا ہے

وَأَمَّا مَقِيسُ بْنُ صُبَابَةَ فَوَجَدُوهُ بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ فَبَادَرَهُ نَفَرٌ مِنْ بَنِي كَعْبٍ لِيَقْتُلُوهُ ؛ فَقَالَ ابْنُ عَمِّهِ نُمَيْلَةُ: خَلُّوا عَنْهُ ، فَوَاللَّهِ لَا يَدْنُو مِنْهُ رَجُلٌ إِلَّا ضَرَبْتُهُ بِسَيْفِي هَذَا حَتَّى يَبْرُدَ ، فَتَأَخَّرُوا عَنْهُ فَحَمَلَ عَلَيْهِ بِسَيْفِهِ فَفَلَقَ بِهِ هَامَتَهُ ، وَكَرِهَ أَنْ يَفْخَرَ عَلَيْهِ أَحَدٌ(ابن ابی شیبہ ۳۹۸/۷)

بہر حال مقیس بن صبابہ: اسے صفا اور مروہ کے درمیان لوگوں نے پا لیا، بنی کعب کے کچھ لوگوں نے اسے قتل کرنے کے لئے قابو کر لیا، اس کے چچازاد نمیلہ نے کہا: اس سے ہٹ جاؤ، اللہ کی قسم! جو اس کے قریب آئے گا میں اسے اپنی تلوار کے ساتھ قتل کر ڈالوں گا اور اسے ٹھنڈا کر دوں گا، وہ لوگ اس سے پیچھے ہٹ گئے، اس کے چچازاد نے اس پر تلوار اٹھائی اور اس کی کھوپڑی کو پھاڑ کر رکھ دیا اور وہ ناپسند کرتا تھا کہ اس پر کوئی اور کریڈٹ لے جائے علامہ ابن اثیر نے اپنی التاریخ الکامل میں لکھا ہے کہ جب فتح مکہ میں اھل مکہ کو شکست ہوئی تو یہ ایک مکان میں چھپ گیا، اس کے لوگ بھی چھپ گئے اور شرابیں پینے لگے۔ نُمیلہ کے اس اقدام پر مقیس کی بہن نے یہ اشعار کہے تھے۔

لَعَمْرِي لَقَدْ أَخزَى نُمَيْلَةُ رَهْطَهُ ... وَفَجَّعَ أَضيَافَ الشِّتَاءِ بِمِقْيَسِ
فَلِلَّهِ عَيْنَا مَنْ رَأَى مِثْلَ مِقْيَسٍ ... إِذَا النُّفَسَاءُ أَصْبَحَتْ لَمْ تُخَرَّسِ!

(تاریخ طبری ج۳ص۶۰)

مصنف ابن ابی شیبہ میں ہی یوں منقول ہے

وَأَمَّا مِقْيَسُ بْنُ صُبَابَةَ فَأَدْرَكَهُ النَّاسُ فِي السُّوقِ فَقَتَلُوهُ

لوگوں نے اسے بازار میں پالیا تو اسے انہوں نے قتل کر دیا۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ج۷ ص۴۰۴)

علامہ ابو بکر البیہقی شعب الایمان میں قدرے تفصیل سے حضرت ابن عباسؓ کی روایت موجود ہے۔

إِنَّ مَقِيسَ بْنَ صُبَابَةَ وَجَدَ أَخَاهُ هِشَامَ بْنَ صُبَابَةَ مَقْتُولًا فِي بَنِي النَّجَّارِ، وَكَانَ مُسْلِمًا، فَأَتَى رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَذَكَرَ ذَلِكَ لَهُ، فَأَرْسَلَ إِلَيْهِمْ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَسُولًا مِنْ بَنِي فِهْرٍ، وَقَالَ لَهُ: " ايتِ بَنِي النَّجَّارِ فَأَقْرِئْهُمْ مِنِّي السَّلَامَ، وَقُلْ لَهُمْ: إِنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَأْمُرُكُمْ إِنْ عَلِمْتُمْ قَاتِلَ هِشَامٍ أَنْ تَدْفَعُوهُ إِلَى أَخِيهِ فَيَقْتَصَّ مِنْهُ، وَإِنْ لَمْ تَعْلَمُوا لَهُ قَاتِلًا أَنْ تَدْفَعُوا إِلَيْهِ دِيَتَهُ"، فَأَبْلَغَهُمْ الْفِهْرِيُّ ذَلِكَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالُوا: سَمْعًا وَطَاعَةً لِلَّهِ وَلِرَسُولِ اللهِ وَاللهِ مَا نَعْلَمُ لَهُ قَاتِلًا، وَلَكِنَّا نُؤَدِّي إِلَيْهِ دِيَتَهُ قَالَ: فَأَعْطَوْهُ مِائَةً مِنَ الْإِبِلِ، ثُمَّ انْصَرَفَا رَاجِعِينَ نَحْوَ الْمَدِينَةِ، وَبَيْنَهُمَا وَبَيْنَ الْمَدِينَةِ قَرِيبٌ، فَأَتَى الشَّيْطَانُ مَقِيسَ بْنَ صُبَابَةَ فَوَسْوَسَ إِلَيْهِ فَقَالَ: أَيُّ شَيْءٍ صَنَعْتَ؟ تَقْبَلُ دِيَةَ أَخِيكَ فَيَكُونُ عَلَيْكَ سُبَّةً، اقْتُلِ الَّذِي مَعَكَ فَيَكُونُ نَفْسٌ مَكَانَ نَفْسٍ، وَفَضْلٌ بِالدِّيَةِ قَالَ: فَرَمَى إِلَى الْفِهْرِيِّ بِصَخْرَةٍ فَشَدَخَ رَأْسَهُ، ثُمَّ رَكِبَ بَعِيرًا مِنْهَا وَسَاقَ بَقِيَّتَهَا رَاجِعًا إِلَى مَكَّةَ كَافِرًا فَجَعَلَ يَقُولُ فِي شِعْرِهِ:

قَتَلْتُ بِهِ فِهْرًا وَحَمَّلْتُ عَقْلَهُ ... سَرَاةَ بَنِي النَّجَّارِ أَرْبَابِ قَارِعِ
وَأَدْرَكْتُ ثَأْرِي وَاضْطَجَعْتُ مُوَسَّدًا ... وَكُنْتُ إِلَى الْأَوْثَانِ أَوَّلَ رَاجِعِ

(شعب الایمان ج۱ص۴۶۸)

مقیس بن صبابہ نے اپنے بھائی ہشام بن صبابہ کو بنی نجار میں مقتول پایا، اور وہ مسلمان تھا، یہ رسول اللہ ﷺ کے پاس مدینہ میں آیا، اور اس بات کا ذکر کیا، آپ ﷺ نے ان کی طرف بنی فہر میں سے ایک نمائندہ بھیجا،، اور اسے کہا: کہ بنی نجار کے پاس جاؤ اور انہیں میرا اسلام کہو، اور انہیں کہو، کہ رسول اللہ ﷺ تمہیں یہ حکم دیتے ہیں کہ اگر تمہیں ھشام کا قاتل معلوم ہے تو اسے اس کے بھائی کے حوالے کر دو، تا کہ یہ اس سے قصاص لے، اگر تمہیں اس کا قاتل معلوم نہیں ہے تو اس کو اس کی دیت دے دو، فہری نے ان تک رسول اللہ ﷺ کا یہ پیغام پہنچا دیا، انہوں نے یہ پیغام سننے کے بعد کہا: رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہمارے سر آنکھوں پر، اللہ کی قسم! ہمیں اس کے قاتل کا علم نہیں ہے، لیکن ہم اسے دیت دے دیتے ہیں، انہوں نے اس کی دیت سو اونٹ دے دیئے، پھر یہ مدینہ کی طرف آئے۔

ان کے اور مدینہ کے درمیان تھوڑا ہی فاصلہ تھا۔ اس کے بعد شیطان نے مقیس بن صبابہ کے دل میں وسوسہ ڈالا، اور کہا: تو کیا کرنے لگا ہے؟ تو اپنے بھائی کی دیت لے گا تو یہ تیرے لئے عار اور داغ ہو گا، جو تیرے پاس ہے اسے مار ڈال، جان کے بدلے جان ہو گی، اور دیت بھی رکھ لینا، راوی نے کہا: اس نے فہری کو بھاری چٹان دے ماری اور اس کا سر پھوڑ ڈالا، پھر اپنے اونٹ پر سوار ہو کر مکہ آ گیا، دیت بھی لے آیا۔ اور یہاں کافر ہو کر زندگی گزارتا رہا اور یہ شعر کہتا تھا۔ راوی کہتے ہیں کہ اسی کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی ہے

{وَمَنْ يَقْتُلْ مُؤْمِنًا مُتَعَمِّدًا فَجَزَاؤُهُ جَهَنَّمُ} [النساء: ۹۳]

جو جان بوجھ کر کسی مومن کو قتل کرے اس کی سزا جہنم ہے۔

تاریخ طبری میں ہے کہ مقیس بن صبابہ مکہ سے مسلمان ہو کر آیا اور اس نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں یوں عرض کیا:

يَا رَسُولَ اللَّهِ، جِئْتُكَ مُسْلِمًا وَجِئْتُ أَطْلُبُ دِيَةَ أَخِي قُتِلَ خَطَأً فَأَمَرَ لَهُ رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم بِدِيَةِ أَخِيهِ هِشَامِ بْنِ صُبَابَةَ، فَأَقَامَ عِنْدَ رسول الله ص غَيْرَ كَثِيرٍ، ثُمَّ عَدَا عَلَى قَاتِلِ أَخِيهِ فَقَتَلَهُ، ثُمَّ خَرَجَ إِلَى مَكَّةَ مُرْتَدًّا،

مقیس بن صبابہ مکہ سے مسلمان ہو کر آیا تھا، جیسا کہ ظاہر ہوتا ہے، اس نے عرض کیا، یا رسول اللہ! میں آپ ﷺ کے پاس مسلمان ہو کر آیا، میں آپ ﷺ سے اپنے بھائی کی دیت لینے آیا ہوں جسے خطاءً قتل

کیا گیا ہے، آپ ﷺ نے اس کی دیت ادا کرنے کا حکم دیا، پھر یہ ایک مدت تک حضور ﷺ کے پاس رہا، پھر اس نے اپنے بھائی کے قاتل پر زیادتی کی اور اسے قتل کر دیا، پھر مرتد ہو کر مکہ چلا گیا تھا۔ اس کے یہ اشعار تاریخ طبری میں موجود ہیں۔

شَفَى النَّفْسَ أَنْ قَدْ بَاتَ بِالْقَاعِ مُسْنِدًا ... تضرج ثَوْبَيْهِ دِمَاءُ الْأَخَادِعِ
وَكَانَتْ هُمُومُ النَّفْسِ مِنْ قَبْلِ قَتْلِهِ ... تُلِمُّ، فَتَحْمِينِي وِطَاءَ الْمَضَاجِعِ
حَلَلْتُ بِهِ وِتْرِي، وَأَدْرَكْتُ ثُؤْرَتِي ... وَكُنْتُ إِلَى الْأَوْثَانِ أول راجع
تارت به فهرا وَحَمَّلْتُ عَقْلَهُ ... سُرَاةَ بَنِي النَّجَّارِ أَرْبَابِ فَارِعِ

اور مقیس بن صبابہ نے یہ بھی کہا:

جَلَّلْتُهُ ضَرْبَةً بَاءَتْ، لَهَا وَشَلٌ ... مِنْ نَاقِعِ الْجَوْفِ يَعْلُوهُ وَيَنْصَرِمُ
فَقُلْتُ وَالْمَوْتُ تَغْشَاهُ أَسِرَّتُهُ ... لا تَأْمَنَنَّ بَنِي بَكْرٍ إِذَا ظُلِمُوا

(تاریخ طبری ج ۲ ص ۶۰۹، کامل فی التاریخ ج ۲ ص ۷۸)

اس کا خون ہدر قرار دینے کی وجہ ہجو گوئی نہیں تھی اور نہ ہی ایذارسانی تھی۔ اس کے خون کو ہدر قرار دینے کی وجہ ارتداد تھا اور نبی اکرم ﷺ کی منشاء کے خلاف فہری کو مارنا تھا۔ جس سے اس نے دیت بھی لے لی اور اس کی جان بھی لے لی۔ حالانکہ اس کا بھائی ہشام بن صبابہ مسلمان تھا جسے ایک مسلمان نے غزوہ بنی المصطلق کے دن مشرک سمجھ کر قتل کر دیا تھا (تاریخ اسلام ذہبی)

ابو جہل کے قتل کی وجہ

بخاری میں حضرت عبد الرحمن بن عوفؓ کی روایت ہے فرمایا: کہ

بَيْنَا أَنَا وَاقِفٌ فِي الصَّفِّ يَوْمَ بَدْرٍ، فَنَظَرْتُ عَنْ يَمِينِي وَعَنْ شِمَالِي، فَإِذَا أَنَا بِغُلاَمَيْنِ مِنَ الأَنْصَارِ حَدِيثَةٍ أَسْنَانُهُمَا، تَمَنَّيْتُ أَنْ أَكُونَ بَيْنَ أَضْلَعَ مِنْهُمَا فَغَمَزَنِي أَحَدُهُمَا فَقَالَ: يَا عَمِّ هَلْ تَعْرِفُ أَبَا جَهْلٍ؟ قُلْتُ: نَعَمْ، مَا حَاجَتُكَ إِلَيْهِ يَا ابْنَ أَخِي؟ قَالَ: أُخْبِرْتُ أَنَّهُ يَسُبُّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ، لَئِنْ رَأَيْتُهُ

لاَ يُفَارِقُ سَوَادِي سَوَادَهُ حَتَّى يَمُوتَ الأَعْجَلُ مِنَّا، فَتَعَجَّبْتُ لِذَلِكَ، فَغَمَزَنِي الآخَرُ، فَقَالَ لِي مِثْلَهَا، فَلَمْ أَنْشَبْ أَنْ نَظَرْتُ إِلَى أَبِي جَهْلٍ يَجُولُ فِي النَّاسِ، قُلْتُ: أَلاَ إِنَّ هَذَا صَاحِبُكُمَا الَّذِي سَأَلْتُمَانِي، فَابْتَدَرَاهُ بِسَيْفَيْهِمَا، فَضَرَبَاهُ حَتَّى قَتَلاَهُ، ثُمَّ انْصَرَفَا إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَأَخْبَرَاهُ فَقَالَ: «أَيُّكُمَا قَتَلَهُ؟» ، قَالَ كُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا: أَنَا قَتَلْتُهُ، فَقَالَ: «هَلْ مَسَحْتُمَا سَيْفَيْكُمَا؟» ، قَالاَ: لاَ، فَنَظَرَ فِي السَّيْفَيْنِ، فَقَالَ: «كِلاَكُمَا قَتَلَهُ، سَلَبُهُ لِمُعَاذِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الجَمُوحِ(بخاری،باب من لم یخمس الاسلاب،مسلم باب استحقاق القاتل سلب القتیل)

بدر کے دن میں صف میں کھڑا تھا، میں نے اپنے دائیں اور بائیں دیکھا، اچانک دو انصاری بچے دکھائی دیئے، میری خواہش تھی کہ میں ان میں سے جو طاقت ور ہے اس کے پاس ٹھہروں، ان دو میں سے ایک نے میری طرف اشارہ کیا اور پوچھا: اے چچا! کیا آپ ابوجہل کو پہچانتے ہیں؟ میں نے کہا: ہاں، اے بھتیجے آپ کا اس سے کیا کام ہے؟ اس نے کہا: مجھے بتایا گیا ہے کہ وہ رسول اللہ ﷺ کو گالیاں دیتا ہے، قسم اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے اگر میں نے اسے دیکھ لیا تو اسے زندہ نہیں چھوڑوں گا، یہاں تک کہ جس کی تقدیر پہلے آئی ہے وہ مر جائے۔ مجھے اس کی گفتگو سن کر بہت تعجب ہوا۔

پھر دوسرے نے میری طرف اشارہ کیا، اس نے بھی پہلے والے کی طرح کہا: جلدی ہی میں نے ابوجہل کو لوگوں میں گھومتے دیکھا، میں نے دونوں سے کہا: کیا تم اسے دیکھتے نہیں؟ یہ وہی شخص ہے جس کے بارے میں تم مجھ سے پوچھتے ہو، پھر وہ دونوں اپنی تلواریں لے کر آگے بڑھے، پھر اسے مارا یہاں تک کہ اسے قتل کر دیا، پھر رسول اللہ ﷺ کی طرف پلٹے، اور آپ ﷺ کو واقعہ کی اطلاع دی، آپ ﷺ نے پوچھا: تم میں سے کس نے اسے قتل کیا ہے؟ ان دو میں سے ہر ایک نے کہا: میں نے اسے قتل کیا ہے۔ آپ ﷺ نے پوچھا: کیا تم دونوں نے اپنی تلواریں پونچھ لی ہیں؟ ان دونوں نے کہا: نہیں، آپ ﷺ نے دونوں کی تلواروں کو دیکھا، پھر فرمایا: تم دونوں نے اسے قتل کیا، رسول اللہ ﷺ نے ابوجہل کا سامان معاذ بن عمرو بن جموح کو دے دیا۔

بخاری ہی میں عبد الرحمن بن عوفؓ کی یہ روایت ہے

إِنِّي لَفِي الصَّفِّ يَوْمَ بَدْرٍ إِذِ التَفَتُّ فَإِذَا عَنْ يَمِينِي وَعَنْ يَسَارِي فَتَيَانِ حَدِيثَا السِّنِّ، فَكَأَنِّي لَمْ آمَنْ بِمَكَانِهِمَا، إِذْ قَالَ لِي أَحَدُهُمَا سِرًّا مِنْ صَاحِبِهِ: يَا عَمِّ أَرِنِي أَبَا جَهْلٍ، فَقُلْتُ: يَا ابْنَ أَخِي، وَمَا تَصْنَعُ بِهِ؟ قَالَ: عَاهَدْتُ اللَّهَ إِنْ رَأَيْتُهُ أَنْ أَقْتُلَهُ أَوْ أَمُوتَ دُونَهُ، فَقَالَ لِي الآخَرُ سِرًّا مِنْ صَاحِبِهِ مِثْلَهُ، قَالَ: فَمَا سَرَّنِي أَنِّي بَيْنَ رَجُلَيْنِ مَكَانَهُمَا، فَأَشَرْتُ لَهُمَا إِلَيْهِ، فَشَدَّا عَلَيْهِ مِثْلَ الصَّقْرَيْنِ حَتَّى ضَرَبَاهُ، وَهُمَا ابْنَا عَفْرَاءَ (بخاری)

میں بدر کے روز صف میں تھا، اچانک میں نے دیکھا تو میرے دائیں اور بائیں دو نوجوان تھے، ان میں سے ایک نے مجھے چپکے سے کہا: اے چچا! مجھے دکھائیں ابو جہل کون ہے؟ میں نے کہا: اے بھتیجے! تجھے اس سے کیا کام ہے؟ اس نے کہا: میں نے اللہ تعالیٰ سے عہد کیا ہے کہ اگر میں نے اسے دیکھ لیا تو اسے قتل کر ڈالوں گا، یا خود مر جاؤں گا، دوسرے نے اپنے ساتھی سے بھی زیادہ آہستگی کے ساتھ مجھ سے پوچھا: مجھے یہ خوشی تھی کہ میں ان دونوں کے درمیان میں تھا، میں نے ان دونوں کو اس کی طرف اشارہ کیا، وہ دونوں شکروں کی طرح اس پر جھپٹے اور اسے مار ڈالا، یہ دونوں عفراء کے بیٹے تھے۔

حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ

أَنَّ أَبَا جَهْلٍ، قَالَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّا لَا نُكَذِّبُكَ، وَلَكِنْ نُكَذِّبُ بِمَا جِئْتَ بِهِ، فَأَنْزَلَ اللَّهُ: {فَإِنَّهُمْ لَا يُكَذِّبُونَكَ وَلَكِنَّ الظَّالِمِينَ بِآيَاتِ اللَّهِ يَجْحَدُونَ} [الأنعام: ٣٣](سنن ترمذی ،باب من سورة الانعام)

یہ ابو جہل ہی تھا جس نے نبی کریم ﷺ کو کہا تھا کہ ہم آپ کو نہیں جھٹلاتے لیکن جو کچھ آپ لائے ہیں اسے جھٹلاتے ہیں، اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت مبارکہ نازل فرمائی۔

مسند البزار میں ایک روایت ہے جس سے ابو جہل کی دشمنی جھلکتی ہے

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ: بَيْنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْمَسْجِدِ وَأَبُو جَهْلِ بْنُ هِشَامٍ، وَشَيْبَةُ، وَعُتْبَةُ، ابْنَا رَبِيعَةَ، وَعُقْبَةُ بْنُ أَبِي مُعَيْطٍ، وَأُمَيَّةُ بْنُ خَلَفٍ، قَالَ أَبُو إِسْحَاقَ: وَرَجُلَانِ

آخَرَانِ لَا أَحْفَظُ أَسْمَاءَهُمَا كَانُوا سَبْعَةً وَهُمْ فِي الْحِجْرِ وَرَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي، فَلَمَّا سَجَدَ أَطَالَ السُّجُودَ فَقَالَ أَبُو جَهْلٍ: أَيُّكُمْ يَأْتِي جَزُورَ بَنِي فُلَانٍ فَيَأْتِينَا بِفَرْثِهَا فَيُلْقِيَهُ عَلَى مُحَمَّدٍ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ فَانْطَلَقَ أَشْقَاهُمْ عُقْبَةُ بْنُ أَبِي مُعَيْطٍ فَأَتَى بِهِ، فَأَلْقَاهُ عَلَى كَتِفَيْهِ وَرَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَاجِدٌ، قَالَ ابْنُ مَسْعُودٍ: وَأَنَا قَائِمٌ لَا أَسْتَطِيعُ أَنْ أَتَكَلَّمَ لَيْسَ عِنْدِي عَشِيرَةٌ تَمْنَعُنِي فَأَنَا أَرْهَبُ إِذْ سَمِعْتُ فَاطِمَةَ بِنْتَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَقْبَلَتْ حَتَّى أَلْقَتْ ذَلِكَ عَنْ عَاتِقِهِ، ثُمَّ اسْتَقْبَلَتْ قُرَيْشًا فَسَبَّتْهُمْ فَلَمْ يَرْجِعُوا إِلَيْهَا شَيْئًا، وَرَفَعَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَأْسَهُ كَمَا كَانَ يَرْفَعُهُ عِنْدَ تَمَامِ سُجُودِهِ، فَلَمَّا قَضَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَاتَهُ قَالَ: «اللَّهُمَّ عَلَيْكَ بِقُرَيْشٍ، ثَلَاثًا عَلَيْكَ بِعُتْبَةَ، وَعُقْبَةَ، وَأَبِي جَهْلٍ، وَشَيْبَةَ» ، ثُمَّ خَرَجَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الْمَسْجِدِ فَلَقِيَهُ أَبُو الْبَخْتَرِيِّ، وَمَعَ أَبِي الْبَخْتَرِيِّ سَوْطٌ يَتَخَصَّرُ بِهِ، فَلَمَّا رَأَى النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْكَرَ وَجْهَهُ فَقَالَ: مَا لَكَ؟ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «خَلِّ عَنِّي» ، قَالَ: عَلِمَ اللَّهُ لَا أُخَلِّي عَنْكَ، أَوْ تُخْبِرُنِي مَا شَأْنُكَ فَلَقَدْ أَصَابَكَ شَيْءٌ، فَلَمَّا عَلِمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ غَيْرُ مُخَلٍّ عَنْهُ أَخْبَرَهُ فَقَالَ: «إِنَّ أَبَا جَهْلٍ أَمَرَ فَطُرِحَ عَلَيَّ فَرْثٌ» ، فَقَالَ أَبُو الْبَخْتَرِيِّ: هَلُمَّ إِلَى الْمَسْجِدِ، فَأَتَى النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَبُو الْبَخْتَرِيِّ فَدَخَلَا الْمَسْجِدَ، ثُمَّ أَقْبَلَ أَبُو الْبَخْتَرِيِّ إِلَى أَبِي جَهْلٍ فَقَالَ: يَا أَبَا الْحَكَمِ، أَنْتَ الَّذِي أَمَرْتَ بِمُحَمَّدٍ فَطُرِحَ عَلَيْهِ الْفَرْثُ؟ قَالَ: نَعَمْ، قَالَ: فَرَفَعَ السَّوْطَ فَضَرَبَ بِهِ رَأْسَهُ، قَالَ: فَثَارَتِ الرِّجَالُ بَعْضُهَا إِلَى بَعْضٍ، قَالَ: وَصَاحَ أَبُو جَهْلٍ: وَيْحَكُمْ هِيَ لَهُ إِنَّمَا أَرَادَ مُحَمَّدٌ أَنْ يُلْقِيَ بَيْنَنَا الْعَدَاوَةَ وَيَنْجُو هُوَ وَأَصْحَابُهُ(مسندالبزارج ۵ص ۲۴۰)

حضرت عبد اللہ کہتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ مسجد میں تھے، ابو جہل بن ہشام، شیبہ، عتبہ، ربیعہ کے دو بیٹے، عقبہ بن ابی معیط اورامیہ بن خلف اور دو دوسرے لوگ بھی تھے، یہ سات لوگ حطیم میں تھے، آپ ﷺ مسجد میں نماز ادا کر رہے تھے، جب آپ ﷺ نے سجدہ کیا تو سجدہ چونکہ آپ ﷺ لمبا کیا کرتے تھے تو ابو جہل بن ہشام نے کہا: تم میں کون ہے جو بنی فلاں کے اونٹوں کے باڑے میں جائے اور وہاں سے اونٹ کی لید بھری او جھڑی لا کر محمد ﷺ پر ڈال دے؟ ان میں سب سے بڑا بد بخت عقبہ بن

ابی معیط گیا اوراونٹ کی لید بھری او جھڑی لایا،اور اس نے آپ ﷺ کے کاندھے پرڈال دی اس حال میں کہ آپ ﷺ سجدے میں تھے۔

حضرت ابن مسعودؓ فرماتے ہیں میں کھڑا تھا،بات کرنے کی بھی ہمت نہیں ہوئی،نہ ہی میرے خاندان کے لوگ تھے جو مجھے روکتے،میں ڈر رہا تھا،اچانک میں نے حضرت فاطمہ بنت رسول اللہ ﷺ کوسنا،وہ آئیں اورانہوں نے آکر یہ لید بھری او جھڑی آپ ﷺ کے کاندھے سے ہٹائی،پھر قریش سے مخاطب ہوئیں اورانہیں برا بھلا کہا،مگران لوگوں نے انہیں کوئی جواب نہیں دیا۔

اس کے بعد آپ ﷺ نے اپنا سر مبارک اٹھایا،جیسے آپ ﷺ سجدہ مکمل کرنے کے بعد آپ ﷺ سر اٹھایا کرتے تھے،جب آپ ﷺ نے اپنی نماز مکمل کی تو آپ ﷺ نے تین باران قریش جن میں عتبہ ، عقبہ،ابو جہل اورشیبہ شامل تھے کے خلاف بددعا کی،پھر آپ ﷺ مسجد سے باہر تشریف لائے ۔ آپ ﷺ سے ابو البختری نے ملاقات کی،وہ چمڑے کا کوڑا اپنی کوکھ پر رکھے ہوئے تھا،جب اس نے نبی کریم ﷺ کو دیکھا تو آپ ﷺ کو پہچان نہیں پایا،اس نے آپ ﷺ سے پوچھا:آپ ﷺ کو کیا ہوا؟

آپ ﷺ نے اسے فرمایا:میرے سے دور ہٹ جاؤ، اس نے کہا:اللہ جانتاہے میں آپ ﷺ سے دور نہیں ہٹوں گا تاوقتیکہ آپ ﷺ مجھے بتادیں کہ آپ ﷺ کو کیا ہوا؟ آپ ﷺ کو کوئی تکلیف پہنچی ہے،ابوالبختری نے کہا:مسجد کی طرف آیئے،آپ ﷺ اورابو لبختری مسجد کی طرف آئے۔

دونوں مسجد میں داخل ہوئے،پھرابوالبختری ابوجہل کی طرف متوجہ ہوااور کہا:اے ابوالحکم (ابوجہل کی کنیت)کیاتو نے محمد پراونٹ کی گندی او جھڑی پھینکنے کا حکم دیا؟اس نے کہا:ہاں!راوی نے کہا:ابوالبختری نے کوڑا اٹھایا اورابوجہل کے سرپردے مارا،راوی نے کہا:کہ ابوجہل نے چیخ ماری،اور کہا:تمہاری بربادی محمد ہمارے درمیان دشمنی ڈالتاہے وہ اوراس کے صحابہ بچ جاتے ہیں۔

معجم طبرانی میں ہے

أَنَّ أَبَا جَهْلٍ اعْتَرَضَ لِرَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالصَّفَا فَآذَاهُ(طبرانی ۳/۱۴۰)

ابوجہل نے نبی اکرم ﷺ کوصفاپہ اذیت دی تھی۔

وَكَانَ حَمْزَةُ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ صَاحِبَ قَنْصٍ وَصَيْدٍ، وَكَانَ يَوْمَئِذٍ فِي قَنْصِهِ، فَلَمَّا رَجَعَ قَالَتْ لَهُ امْرَأَتُهُ، وَكَانَتْ قَدْ رَأَتْ مَا صَنَعَ أَبُو جَهْلٍ لِرَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يَا أَبَا عُمَارَةَ، لَوْ رَأَيْتَ مَا صَنَعَ تَعْنِي أَبَا جَهْلٍ بِابْنِ أَخِيكَ؟ فَغَضِبَ حَمْزَةُ، وَمَضَى كَمَا هُوَ قَبْلَ أَنْ يَدْخُلَ بَيْتَهُ، وَهُوَ مُعَلِّقٌ قَوْسَهُ فِي عُنُقِهِ حَتَّى دَخَلَ الْمَسْجِدَ، فَوَجَدَ أَبَا جَهْلٍ فِي مَجْلِسٍ مِنْ مَجَالِسِ قُرَيْشٍ، فَلَمْ يُكَلِّمْهُ حَتَّى عَلَا رَأْسَهُ بِقَوْسِهِ فَشَجَّهُ، فَقَامَ رِجَالٌ مِنْ قُرَيْشٍ إِلَى حَمْزَةَ يُمْسِكُونَهُ عَنْهُ، فَقَالَ حَمْزَةُ: «دِينِي دِينُ مُحَمَّدٍ، أَشْهَدُ أَنَّهُ رَسُولُ اللهِ، فَوَاللهِ لَا أَنْثَنِي عَنْ ذَلِكَ، فَامْنَعُونِي مِنْ ذَلِكَ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ» . فَلَمَّا أَسْلَمَ حَمْزَةُ عَزَّ بِهِ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالْمُسْلِمُونَ، وَثَبَتَ لَهُمْ بَعْضُ أَمْرِهِمْ وهابَتْهُ قُرَيْشٌ، وَعَلِمُوا أَنَّ حَمْزَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ سَيَمْنَعُهُ(المعجم الکبیر للطبرانی ج۳ص۱۴۰)

آپ ﷺ کے چچا حضرت امیر حمزہؓ کے بارے میں مسند البزار میں ہے کہ وہ شکاری آدمی تھے، اس دن آپ شکار پر گئے ہوئے تھے، جب واپس آئے تو ان کی بیوی نے انہیں بتایا، جو ابو جہل کی اس بری حرکت کو دیکھ رہی تھیں، کہنے لگیں: اے ابو عمارہ! اے کاش آپ ابو جہل کی اس حرکت کو دیکھ لیتے جو اس نے آپ کے بھتیجے کے ساتھ کی؟ حضرت امیر حمزہ سخت غصے میں آئے اور گھر میں داخل ہونے کے بجائے سیدھا مسجد میں گئے، کمان ابھی ان کے گلے میں لٹکی ہوئی ہی تھی، کیا دیکھتے ہیں کہ ابو جہل مسجد میں قریش کی ایک مجلس میں بیٹھا ہوا تھا، اس کے ساتھ کوئی بات نہیں کی۔

آپ نے اس کا سر اپنی کمان کے ساتھ اوپر اٹھایا اور اس کا سر پھاڑ دیا، قریش کے لوگ امیر حمزہ کی طرف اٹھے تاکہ انہیں ایسا کرنے سے روکیں، حضرت حمزہؓ نے فرمایا: میرا اور محمد ﷺ کا دین ایک ہے، میں گواہی دیتا ہوں کہ وہ اللہ کے رسول ہیں، اللہ کی قسم میں اس سے نہیں پھروں گا، اگر تم سچے ہو تو مجھے روک کر دکھاؤ، جب حضرت حمزہ مسلمان ہوگئے تو اسے آپ ﷺ اور مسلمانوں کو تقویت ملی، ان کے بعض معاملات کو استحکام ملا اور قریش پر رعب چھا گیا۔

مستدرک حاکم میں یہی واقعہ تھوڑے سے الفاظ کی تبدیلی کے ساتھ ہے ،اس میں ایذا کے ساتھ آپ ﷺ کو گالی دینے کا بھی ذکر ہے، آپ ﷺ کے دین میں عیب نکالنے کا بھی ذکر ہے۔

أَنَّ أَبَا جَهْلٍ اعْتَرَضَ لِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عِنْدَ الصَّفَا، فَآذَاهُ وَشَتَمَهُ وَقَالَ فِيهِ مَا يُكْرَهُ مِنَ الْعَيْبِ لِدِينِهِ، وَالتَّضْعِيفِ لَهُ(مستدرک حاکم ،تاریخ طبری ج۲ ص۳۳۳،البدایہ والنہایہ ج۳ص۳۳)

امام بیہقی کی سنن کبریٰ میں ہے

أَنَّ أَبَا جَهْلٍ لَعَنَهُ اللهُ كَانَ يُؤْذِي النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَهُ مُبْغِضًا يَكْرَهُهُ وَيَكْرَهُ رُؤْيَتَهُ(السنن للبیہقی ج۷ص۷۱)

ابو جہل پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو وہ نبی ﷺ کو ایذا دیا کرتا تھا، اور نبی ﷺ کو اس پر بہت غصہ تھا، آپ ﷺ اسے ناپسند کرتے تھے بلکہ اسے دیکھنا بھی نہیں چاہتے تھے۔

ابن اسحاق کی روایت ہے

إِنَّ أَبَا جَهْلٍ مَرَّ بِرَسُولِ اللَّهِ - صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - وَهُوَ جَالِسٌ عِنْدَ الصَّفَا، فَآذَاهُ وَشَتَمَهُ وَنَالَ مِنْهُ وَعَابَ دِينَهُ،

(المنتظم فی التاریخ الملوک والامم ج۲ص۳۸۴،تاریخ الکامل ابن اثیرج۱ص۶۷۸)

آپ ﷺ صفاء پہاڑی پر تشریف فرماتھے، ابو جہل آپ ﷺ کے پاس سے گزرا تو آپ ﷺ کو اذیت دی اور گالیاں دیں اور آپ ﷺ کی شان اقدس کے منافی کلمات کہے۔

علامہ ابن کثیرؒ لکھتے ہیں

إِنَّهُ أَوَّلُ مَنْ ضَرَبَ مُشْرِكًا، وَذَلِكَ أَنَّ أَبَا جَهْلٍ سَبَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَضَرَبَهُ طُلَيْبٌ بَلَحْيِ جَمَلٍ فَشَجَّهُ (البدایہ والنہایہ ج۷ص۴۱)

کہا جاتا ہے کہ سب سے پہلے جس نے کسی مشرک کو مارا وہ طلیب تھے، اور یہ اس لئے کہ ابو جہل نے نبی ﷺ کو گالی دی تو طلیب نے اسے اونٹ کے جبڑے کی ہڈی مار کر اس کا سر پھاڑ دیا تھا۔

واقعہ سے استدلال: ان واقعات سے اندازہ لگانا بہت ہی آسان ہے کہ ابو جہل رسول کریم ﷺ کے ساتھ کس قدر دشمنی رکھتا تھا، وہ کوئی موقع ایسا نہیں جانے دیتا تھا جس میں آپ ﷺ کو پریشان نہ کرتا ہو، اس نے راہ گزرتے وقت جب وہ خانہ کعبہ کی طرف آرہا تھا نبی ﷺ کو گالیوں اور اذیت سے نوازا، آپ ﷺ کے مرتبے اور مقام کو کم کرنے کی ناکام کوشش کی، آپ ﷺ کے دین میں نقائص نکالتا تھا۔

آپ ﷺ پر حالت نماز میں اونٹ کی لید بھری گندی اوجھڑی پھنکوائی، اس کے خلاف اسی لئے آپ ﷺ نے بددعا کی تھی، واقعہ معراج کے بعد اس نے نبی ﷺ کو پوچھا: کہ آج کوئی نئی خبر ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: کہ آج رات مجھے معراج ہوئی ہے، یہ حیران ہو کر کہتا ہے کہ کیا میں برادری کے لوگوں کو جمع کروں تو ان کے سامنے یہی بات دہرائے گا، آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں! اس کا مقصد آپ ﷺ کو جھوٹا ثابت کرنا تھا۔

وَحمل عبد اللَّهِ بن مَسْعُود رَأس أبي جهل إِلَيْهِ فَسجدَ النَّبِي - صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شكرا لله تَعَالَى (تاریخ وردی، ج۱ص۱۱۰)

عبد اللہ بن مسعودؓ اس کی گردن کاٹ کر لائے تو آپ ﷺ نے کس قدر خوشی کا اظہار کیا، آپ ﷺ نے اسی خوشی کے عالم میں اسے اس امت کا فرعون کہا، آپ ﷺ کے پاس جب عبد اللہ بن مسعودؓ ستر سالہ ابو جہل کا سر کاٹ کر لائے تو آپ ﷺ نے سجدہ شکر ادا کیا۔ پھر اسے جن دو نوجوانوں معاذ اور معوذ نے بدر میں ڈھیر کیا۔

ان نوجوانوں نے اسے تلاش کرنے سے پہلے صاف صاف اس بات کا اظہار کیا کہ وہ رسول کریم ﷺ کو گالیاں دیتا ہے ہم نے اللہ تعالیٰ سے عہد و پیمان کیا ہے کہ اسے قتل کریں گے یا خود مر جائیں گے۔

ابو جہل نے آپ ﷺ کو صفا پہاڑی پر گزرتے ہوئے گالی دی تو اسے حضرت امیر حمزہؓ نے کمان ماری، کمان کے ساتھ اس کے سر کو اوپر اٹھایا، طلیب نے آپ ﷺ کو گالی دینے کی وجہ سے اسے اونٹ کے جبڑے کی ہڈی ماری، جس سے معلوم ہوا کہ حضرات صحابہ کرامؓ آپ ﷺ کی شان اقدس میں گستاخی کرنے والے کو کسی صورت میں چھوٹ دینے کے لئے تیار نہیں تھے۔

ابو لہب کا واقعہ

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ

أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ إِلَى الْبَطْحَاءِ، فَصَعِدَ الجَبَلَ فَنَادَى يَا صَبَاحَاهَ. فَاجْتَمَعَتْ إِلَيْهِ قُرَيْشٌ، فَقَالَ: أَرَأَيْتُمْ إِنْ حَدثتكم أَنَّ الْعَدُوَّ مُصبحكم أَوْ مُمْسيكم، أَكُنْتُمْ تُصَدِّقُونِي؟. قَالُوا: نَعَمْ. قَالَ: فَإِنِّي نذيرٌ لَكُمْ بَيْنَ يَدَيْ عَذَابٌ شَدِيدٍ. فَقَالَ أَبُو لَهَبٍ: أَلِهَذَا جَمَعْتَنَا؟ تَبًّا لَكَ. فَأَنْزَلَ اللَّهُ: {تَبَّتْ يَدَا أَبِي لَهَبٍ وَتَبَّ (بخاری ،تفسیرابن کثیر، تفسیر بغوی ج۵ص۳۲۷)

نبی کریم ﷺ بطحاء کی طرف نکلے اور پہاڑی پر چڑھ کر آواز دی "یاصباحاہ" یہ سن کر قریش آپ ﷺ کے پاس جمع ہو گئے ، آپ ﷺ نے پوچھا: مجھے بتاؤ کہ اگر میں تمہیں یہ کہوں کہ تم پر صبح یا شام کو ایک لشکر حملہ کرنے والا ہے تو کیا تم میری بات کو سچا قرار دو گے؟ انہوں نے کہا: ہاں! آپ ﷺ نے فرمایا: میں تمہیں سخت عذاب سے پہلے ڈرانے والا ہوں، پس ابو لہب نے کہا: تیری بربادی (نعوذ باللہ) کیا تو نے اسی لئے ہمیں جمع کیا تھا؟ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔

تفسیر قرطبی میں ہے، حضرت عبد الرحمن بن زید کہتے ہیں کہ ایک بار ابو لہب نبی کریم ﷺ کے پاس آیا اور کہنے لگا

مَاذَا أُعْطَى إِنْ آمَنْتُ بِكَ يَا مُحَمَّدُ؟ فَقَالَ: [كَمَا يُعْطَى الْمُسْلِمُونَ [قَالَ مَا لِي عَلَيْهِمْ فَضْلٌ؟!. قَالَ: [وأي شي تَبْغِي [؟ قَالَ: تَبًّا لِهَذَا مِنْ دِينٍ، أَنْ أَكُونَ أَنَا وَهَؤُلَاءِ سَوَاءً، فَأَنْزَلَ اللَّهُ تَعَالَى فِيهِ. تَبَّتْ يَدَا أَبِي لَهَبٍ وَتَبَّ (قرطبی ج۲۰ص۲۳۵)

اے محمد! اگر میں آپ پر ایمان لاؤں تو مجھے کیا دیا جائے گا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: جو دوسرے مسلمانوں کو دیا جائے گا، اس نے کہا: مجھے ان پر کوئی فضیلت نہیں ہو گی؟ آپ ﷺ نے فرمایا: آپ کیا چاہتے ہیں؟ اس نے کہا: اس دین کی بربادی ہو، جس میں میں اور یہ لوگ برابر ہوں، اس پر اللہ تعالیٰ نے اس کے بارے میں یہ سورت اتاری۔

علامہ ابن کثیرؒ لکھتے ہیں

فَأَبو لَهَبٍ هَذَا هُوَ أَحَدُ أَعْمَامِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاسْمُهُ: عَبْدُ الْعُزّى بْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ، وَكُنْيَتُهُ أَبُو عُتبة. وَإِنَّمَا سُمِّيَ "أَبَا لَهَبٍ" لِإِشْرَاقِ وَجْهِهِ، وَكَانَ كَثِيرَ الْأَذِيَّةِ لِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالْبُغْضَةِ لَهُ، وَالِازْدِرَاءِ بِهِ، وَالتَّنَقُّصِ لَهُ وَلِدِينِهِ(تفسیرابن کثیرؒ ٨/٥١٤)

ابولہب آپ ﷺ کے چچاؤں میں سے ایک تھا، اس کا نام عبد العزی بن عبد المطلب تھا، اس کی کنیت ابو عتبہ تھی، اس کا نام ابو لہب رکھنے کی وجہ یہ تھی کہ اس کا چہرہ چمکتا تھا، یہ وہ شخص تھا جو نبی کریم ﷺ کو بہت زیادہ اذیت دیتا تھا، آپ ﷺ کے ساتھ بغض رکھتا تھا، آپ ﷺ کی تحقیر کرتا اور آپ ﷺ اور آپ ﷺ کے دین کی توہین کرتا تھا۔

مسند احمد میں ایک روایت ہے کہ

رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْجَاهِلِيَّةِ فِي سُوقِ ذِي الْمَجَازِ وَهُوَ يَقُولُ: يَا أَيُّهَا النَّاسُ، قُولُوا لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ تُفْلِحُوا وَالنَّاسُ مُجْتَمِعُونَ عَلَيْهِ، وَوَرَاءَهُ رَجُلٌ وَضِيءُ الْوَجْهِ أحول ذُو غَدِيرَتَيْنِ، يَقُولُ: إِنَّهُ صَابِئٌ كَاذِبٌ. يَتْبَعُهُ حَيْثُ ذَهَبَ، فَسَأَلْتُ عَنْهُ فَقَالُوا: هَذَا عَمُّهُ أَبُو لَهَبٍ (مسنداحمد،تفسیرابن کثیرؒ ج٨ص٥١٤)

بنی دیل سے تعلق رکھنے والا ایک شخص ربیعہ بن عبادہ جو اھل جاہلیت میں سے تھا، پھر بعد میں مسلمان ہو گیا تھا، وہ کہتا ہے کہ میں نے نبی کریم ﷺ کو بازار ذی المجاز میں دیکھا، وہ فرماتے جاتے تھے، اے لوگو! لا الہ الا اللہ کہو: کامیاب ہو جاؤ گے، لوگ آپ ﷺ کے گرد جمع ہوتے جاتے تھے، آپ ﷺ کے پیچھے پیچھے ایک خوبصورت، بھینگا اور دو چوٹیوں والا ایک آدمی تھا، جو کہتا: یہ بے دین ہے، یہ جھوٹا ہے، جہاں آپ ﷺ جاتے یہ آپ ﷺ کے پیچھے پیچھے جاتا تھا، میں نے اس کے بارے میں پوچھا: یہ کون ہے؟ تو لوگوں نے بتایا: یہ اس آدمی کا چچا ابو لہب ہے۔

ربیعہ بن عبادہ الدیلی ہی کی ایک روایت دوسرے الفاظ کے ساتھ یوں مسند احمد میں ہے

رَأَيْتُ أَبَا لَهَبٍ بِعُكَاظٍ، وَهُوَ يَتْبَعُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يَقُولُ: يَا أَيُّهَا النَّاسُ، إِنَّ هَذَا قَدْ غَوَى، فَلَا يُغْوِيَنَّكُمْ عَنْ آلِهَةِ آبَائِكُمْ، وَرَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَفِرُّ مِنْهُ،

وَهُوَ عَلَى أَثَرِهِ، وَنَحْنُ نَتْبَعُهُ، وَنَحْنُ غِلْمَانٌ، كَأَنِّي أَنْظُرُ إِلَيْهِ أَحْوَلُ ذُو غَدِيرَتَيْنِ أَبْيَضَ النَّاسِ، وَأَجْمَلَهُمْ

میں نے ابولہب کو عُکاظ میں دیکھا، وہ رسول اللہ ﷺ کے پیچھے تھا، اور وہ کہہ رہا تھا، اے لوگو! یہ شخص بہک گیا ہے، تمہیں تمہارے معبودوں سے نہ بہکائے، اور رسول اللہ ﷺ اس سے دور بھاگ رہے تھے، اور یہ آپ ﷺ کے پیچھے پیچھے تھا، اور ہم بھی آپ ﷺ کے پیچھے تھے اور ہم اس وقت لڑکے تھے، گویا کہ میں اسے دیکھ رہا ہوں وہ بھینگا اور دو چوٹیوں والا ہے لوگوں میں سب سے زیادہ گورا اور ان میں سب سے زیادہ خوبصورت تھا۔

الطبقات الکبریٰ میں حضرت عائشہؓ کی ایک روایت ہے کہ نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا:

كُنْتُ بَيْنَ شَرِّ جَارَيْنِ بَيْنَ أَبِي لَهَبٍ وَعُقْبَةَ بْنِ أَبِي مُعَيْطٍ إِنْ كَانَا لَيَأْتِيَانِ بِالْفُرُوثِ فَيَطْرَحَانِهَا عَلَى بَابِي حَتَّى إِنَّهُمْ لَيَأْتُونَ بِبَعْضِ مَا يَطْرَحُونَ مِنَ الْأَذَى فَيَطْرَحُونَهُ عَلَى بَابِي» فَيَخْرُجُ بِهِ رَسُولُ اللَّهِ صلّى الله عليه وسلم فَيَقُولُ: «يَا بَنِي عَبْدِ مَنَافٍ أَيُّ جِوَارٍ هَذَا؟» ثُمَّ يُلْقِيهِ بِالطَّرِيقِ

میں دو پڑوسیوں کے شر کے درمیان تھا، ابولہب اور عقبہ بن ابی معیط، دونوں پاخانہ لاتے تھے اور میرے دروازے پر ڈالتے تھے، بعض مرتبہ ایسی ناپاک چیزیں ہوتی تھیں جو لوگ پھینک دیتے تھے تو یہ انہیں میرے دروازے پر ڈال جاتے تھے، آپ ﷺ باہر تشریف لاتے اور فرماتے: اے بنی عبد مناف! یہ کونسا پڑوس کا حق ہے؟ پھر اسے راستے میں ڈال دیتے تھے۔ (الطبقات الکبریٰ ۱/۲۰۱)

طبقات الکبریٰ میں علامہ سعدؒ نے اسلام دشمنوں کی ایک فہرست ذکر کی ہے، جن میں

(۱) ابوجہل (۲) ابولہب (۳) اسود بن عبدیغوث (۴) حارث بن قیس (۵) ولید بن مغیرہ (۶) امیہ بن خلف (۷) ابوفرزندان خلف (۸) ابوقیس بن الفاکہ (۹) نضر بن الحارث (۱۰) منبہ بن الحجاج (۱۱) عاص بن وائل (۱۲) زہیر بن ابی امیہ (۱۳) سائب بن صیفی (۱۴) اسود بن عبد الاسد (۱۵) عاص بن سعد (۱۶) عاص بن ہاشم (۱۷) عقبہ بن ابی معیط (۱۸) ابن الاصدی (۱۹) حکم بن ابی العاص (۲۰) عدی بن الحمرا (الطبقات الکبریٰ

ان سب میں علامہ سعد کہتے ہیں کہ سب سے زیادہ دشمن اسلام اور دشمن پیغمبر ابو جہل ابو لہب، عقبہ بن ابی معیط اور عتبہ اور شیبہ تھے، مخالفین اسلام، دشمنان پیغمبر میں سے صرف ابو سفیان اور حکم نے اسلام قبول کیا۔

مکہ کے لوگ بدر میں حضرت نبی کریم ﷺ کے خلاف یا تو خود لڑنے کے لئے گئے تھے یا انہوں نے اپنی جگہ کسی دوسرے کو بھیجا تھا، ابو لہب ان لوگوں میں سے ایک ہے جو بدر میں خود نہیں گیا تھا، اس نے اپنی جگہ ایک دوسرے آدمی کو اجرت پر بھیجا تھا، اسے ڈر تھا کہ بدر میں جاؤں گا تو مارا جاؤں گا، اس کے مرنے کا عبرت ناک منظر کتابوں میں موجود ہے، مستدرک حاکم اور معجم الکبیر للطبرانی میں قدرے تفصیل سے مذکور ہے، مستدرک میں یوں مذکور ہے۔

عبرت ناک موت کا منظر

حضرت عکرمہؓ، حضرت عباسؓ اور نبی کریم ﷺ کے غلام حضرت رافعؓ سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں کہ

كُنْتُ غُلَامًا لِلْعَبَّاسِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ، وَكُنْتُ قَدْ أَسْلَمْتُ، وَأَسْلَمَتْ أُمُّ الْفَضْلِ، وَأَسْلَمَ الْعَبَّاسُ، وَكَانَ يَكْتُمُ إِسْلَامَهُ مَخَافَةَ قَوْمِهِ، وَكَانَ أَبُو لَهَبٍ قَدْ تَخَلَّفَ عَنْ بَدْرٍ، وَبَعَثَ مَكَانَهُ الْعَاصَ بْنَ هِشَامٍ، وَكَانَ لَهُ عَلَيْهِ دَيْنٌ، فَقَالَ لَهُ: اكْفِنِي هَذَا الْغَزْوَ، وَأَتْرُكُ لَكَ مَا عَلَيْكَ، فَفَعَلَ، فَلَمَّا جَاءَ الْخَبَرُ، وَكَبَتَ اللَّهُ أَبَا لَهَبٍ، وَكُنْتُ رَجُلًا ضَعِيفًا أَنْحِتُ هَذِهِ الْأَقْدَاحَ فِي حُجْرَةٍ، فَوَاللَّهِ إِنِّي لَجَالِسٌ فِي الْحُجْرَةِ أَنْحِتُ أَقْدَاحِي، وَعِنْدِي أُمُّ الْفَضْلِ إِذِ الْفَاسِقُ أَبُو لَهَبٍ يَجُرُّ رِجْلَيْهِ أُرَاهُ، قَالَ: عِنْدَ طُنُبِ الْحُجْرَةِ وَكَانَ ظَهْرُهُ إِلَى ظَهْرِي، فَقَالَ النَّاسُ: هَذَا أَبُو سُفْيَانَ بْنُ الْحَارِثِ، فَقَالَ أَبُو لَهَبٍ: هَلُمَّ إِلَيَّ يَا ابْنَ أَخِي، فَجَاءَ أَبُو سُفْيَانَ حَتَّى جَلَسَ عِنْدَهُ، فَجَاءَ النَّاسُ، فَقَامُوا عَلَيْهِمَا، فَقَالَ: يَا ابْنَ أَخِي، كَيْفَ كَانَ أَمْرُ النَّاسِ؟ فَقَالَ: لَا شَيْءَ، فَوَاللَّهِ إِنْ لَقِينَاهُمْ فَمَنَحْنَاهُمْ أَكْتَافَنَا يَقْتُلُونَنَا كَيْفَ شَاءُوا، وَيَأْسِرُونَنَا كَيْفَ شَاءُوا، وَايْمُ اللَّهِ مَا لُمْتُ النَّاسَ، قَالَ: وَلِمَ، قَالَ: رَأَيْتُ رِجَالًا بِيضًا عَلَى خَيْلٍ بُلْقٍ لَا وَاللَّهِ مَا تَلِيقُ شَيْئًا، وَلَا يَقُومُ لَهَا شَيْءٌ، قَالَ: فَرَفَعْتُ طُنُبَ الْحُجْرَةِ، فَقُلْتُ: وَاللَّهِ تِلْكَ الْمَلَائِكَةُ، فَرَفَعَ أَبُو لَهَبٍ يَدَهُ، فَضَرَبَ وَجْهِي وَثَاوَرْتُهُ، فَاحْتَمَلَنِي فَضَرَبَ بِي الْأَرْضَ حَتَّى بَرَكَ عَلَى صَدْرِي، فَقَامَتْ أُمُّ الْفَضْلِ فَاحْتَجَزَتْ، وَرَفَعَتْ عَمُودًا مِنْ

عُمَدِ الْحُجْرَةِ فَضَرَبَتْهُ بِهِ، فَعَلَّقَتْ فِي رَأْسِهِ شَجَّةً مُنْكَرَةً، وَقَالَتْ: يَا عَدُوَّ اللَّهِ، اسْتَضْعَفْتَهُ، إِنْ رَأَيْتَ سَيِّدَهُ غَائِبًا عَنْهُ فَقَامَ ذَلِيلًا، فَوَاللَّهِ مَا عَاشَ إِلَّا سَبْعَ لَيَالٍ حَتَّى ضَرَبَهُ اللَّهُ بِالْعَدَسَةِ فَقَتَلَتْهُ فَلَقَدْ تَرَكَهُ ابْنَاهُ لَيْلَتَيْنِ أَوْ ثَلَاثَةً مَا يَدْفِنَانِهِ حَتَّى أَنْتَنَ، فَقَالَ رَجُلٌ مِنْ قُرَيْشٍ لِابْنَيْهِ: أَلَا تَسْتَحِيَانِ إِنَّ أَبَاكُمَا قَدْ أَنْتَنَ فِي بَيْتِهِ؟ فَقَالَا: إِنَّا نَخْشَى هَذِهِ الْقُرْحَةَ، وَكَانَتْ قُرَيْشٌ تَتَّقِي الْعَدَسَةَ كَمَا تَتَّقِي الطَّاعُونَ، فَقَالَ رَجُلٌ: انْطَلِقَا فَأَنَا مَعَكُمَا، قَالَ: فَوَاللَّهِ مَا غَسَّلُوهُ إِلَّا قَذْفًا بِالْمَاءِ عَلَيْهِ مِنْ بَعِيدٍ، ثُمَّ احْتَمَلُوهُ فَقَذَفُوهُ فِي أَعْلَى مَكَّةَ إِلَى جِدَارٍ، وَقَذَفُوا عَلَيْهِ الْحِجَارَةَ (معجم الكبير ۳۰۸/۱، مستدرک حاکم ۳/ ۳۶۳)

میں حضرت عباسؓ بن عبدالمطلب کا غلام تھا، میں اسلام لے آیا تھا، ام فضل بھی اسلام لے آئی تھیں، حضرت عباسؓ بھی اسلام لے آئے تھے، مگر وہ اپنی قوم سے ڈر کی وجہ سے اپنا اسلام چھپا رہے تھے، ابولہب بدر میں پیچھے رہ گیا تھا، اپنی جگہ اس نے عاص بن ہشام کو بھیجا تھا، اس نے اس کا قرض دینا تھا، ابولہب نے اسے کہا: تو اس جنگ میں میری کفایت کر، میں وہ چھوڑ دوں گا جو میرا تیرے ذمے ہے، اس نے ایسا کیا، جب واقعہ کی خبر آگئی تو اللہ تعالیٰ نے ابولہب کو رسوا کر دیا، میں ایک کمزور آدمی تھا، حجرے میں تیر بنایا کرتا تھا، قسم بخدا! میں حجرے میں بیٹھا اپنے تیر چھیل رہا تھا، میرے پاس ام فضل بھی بیٹھی ہوئی تھی، اچانک ابولہب فاسق اپنی ٹانگیں گھسیٹتا ہوا آیا، راوی کہتے ہیں کہ حجرے کے کنارے بیٹھ گیا تھا اور اس کی پیٹھ میری پیٹھ کی طرف تھی، وہ بیٹھا ہی تھا کہ لوگوں نے کہا: یہ لو ابوسفیان بن حارث آگیا ہے، ابولہب نے کہا: اے بھتیجے! میرے پاس آ، ابوسفیان بن حارث اس کے پاس آیا، یہاں تک کہ اس کے پاس بیٹھ گیا، لوگ آئے اور ان دونوں کے پاس کھڑے ہوگئے، اس نے کہا: اے بھتیجے! لوگوں کا معاملہ کیا ہے؟ اس نے کہا: کچھ نہیں ہے، قسم بخدا! ہم ان لوگوں کے مقابل ہوئے تو ہم نے انہیں اپنے کاندے پیش کئے کہ وہ ہمیں قتل کریں، اور وہ وہ ہماری مشکیں کسیں اور ہمیں قید کریں جیسے چاہیں، قسم بخدا! میں لوگوں کو ملامت نہیں کرتا، اس نے کہا: یہ کیوں؟ اس نے کہا: اللہ کی قسم! میں نے ایسے لوگوں کو دیکھا ہے جو گورے گورے تھے، جو سیاہ و سفید گھوڑوں پر سوار ہیں، اور وہ زمین و آسمان کے درمیان ہیں، اللہ کی قسم! وہ کسی چیز کو نہیں چھوڑ رہے تھے۔

ابورافع نے کہا: میں نے حجرے کی طنابیں اٹھائیں،، پھر میں نے کہا: اللہ کی قسم! یہ فرشتے تھے، ابو لہب نے اپنا ہاتھ بلند کیا اور میرے چہرے پر زور سے تھپڑ مارا، میں نے اس پر حملہ کر دیا، اس نے مجھے اٹھا کر زمین پر پٹخ دیا اور میرے سینے پر پاؤں رکھ دیا، اتنے میں ام فضل اٹھی، اپنے کو سنبھالا، اور حجرے کی لکڑیوں میں سے ایک لکڑی اٹھا کر اسے ماری، جس نے اس کا سر پھاڑ ڈالا، اور کہنے لگیں: اے اللہ کے دشمن! تو نے اس کے آقا کی عدم موجودگی میں اسے کمزور سمجھا ہے؟

اس پر وہ ذلیل ہو کر اٹھا اور اللہ کی قسم! وہ سات راتیں بھی زندہ نہ رہا کہ اللہ تعالیٰ نے اس کے جسم میں ایک گلٹی پیدا کر دی جس نے اسے مار ڈالا، اس کی اولاد نے اسے دو یا تین دن تک یونہی پڑا رہنے دیا، اسے دفنایا نہیں، یہاں تک کہ اس کی لاش سے بدبو اٹھنے لگی، قریش کے ایک آدمی نے اس کے بیٹوں کو کہا: کیا تمہیں شرم نہیں آتی کہ تمہارا باپ اپنے ہی گھر میں بدبو دار پڑا ہوا ہے؟

اس کے بیٹوں نے کہا: ہمیں اس پھوڑے سے ڈر لگتا ہے، قریش چونکہ رسولی و گلٹی سے ڈرتے تھے جیسے طاعون سے ڈرتے تھے۔ ایک آدمی نے کہا: تم چلو، میں تمہارے ساتھ چلتا ہوں، راوی نے کہا: اللہ کی قسم! انہوں نے اسے غسل نہیں دیا، صرف دور سے ہی پانی اس پر پھینکا، پھر اسے انہوں نے اٹھایا اور مکہ کے بالائی علاقے سے دیوار کی طرف پھینک دیا اور اوپر سے اس پر پتھر پھینکے۔

مؤرخین نے یہاں تک لکھا ہے کہ

فوَاللَّه مَا عَاشَ سبع لَيَال حَتَّى رَمَاه الله بالعدسة وَهِي قرحَة كَانَت الْعَرَب تتشاءم بهَا وَأَنَّهَا تعدى أَشد الْعَدْوى فتباعد عَنهُ بنوه حَتَّى قَتله الله بهَا وَبَقِي بعد مَوته ثَلَاثًا لَا تقرب جنَازَته وَلَا تدفن فَلَمَّا خَافُوا السبة فِي تَركه حفروا لَهُ ثمَّ دفعوه بِعُود فِي حفرته ثمَّ قذفوا عَلَيْهِ بِالْحِجَارَةِ من بعيد(سمط النجوم العوالی فی أنباء الاوائل والتوالی ج۱ص۳۷۸)

قسم بخدا! وہ سات راتیں بھی زندہ نہیں رہا، اللہ تعالیٰ نے اسے ایک پھوڑے کے ذریعے مارا، عرب اس پھوڑے کو بہت منحوس سمجھتے ہیں (بدفالی لیتے ہیں) اس بہت دور رہا جاتا ہے اس کے بیٹے اس کے باعث اس سے دور رہنے لگے، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے اسے ہلاک کر دیا، مرنے کے تین دن بعد تک اس کی لاش پڑی رہی، اس کے جنازے کے قریب کوئی جاتا تھا اور نہ ہی اسے دفن کیا جاتا تھا، جب اس کی لاش پڑے رہنے کی

وجہ سے بدبو اٹھنے کا خطرہ ہوا تو انہوں نے اس کے لئے گڑھا کھودا، پھر اسے لکڑیوں کے ساتھ اس گڑھے میں رگیدا، پھر اوپر سے، دور کھڑے ہو کر پتھر پھینکے۔

واقعہ سے استدلال: قرابت داری بھی تھی، آپ ﷺ سے رشتہ داری بھی تھی، مگر اس نے بغض وعداوت میں انتہاء کر دی تھی، اللہ تعالیٰ نے اسے خود انتقام کا نشانہ بنایا اور عبرت ناک موت دے کر اسے دنیا سے چلتا کیا۔ اس کو وہ سزا ملی جو شاید کسی دوسرے معاند، مخالف اور دشمن کو نہیں ملی، اس کے خلاف ایک پوری سورت اتاری گئی جو قیامت کی صبح تک اس کی مذمت بیان کرتی رہے گی۔

سلاّم بن ابی الحقیق کا واقعہ

سلاّم بن ابی الحقیق یہودی تھا، اس کی کنیت ابو رافع تھی، یہ خیبر میں رہتا تھا، اس نے بھی دیگر موذیوں کی طرح نبی کریم ﷺ کو سخت پریشان کر رکھا تھا، یہ ہمہ وقت آپ ﷺ کے خلاف سازشوں میں مصروف رہتا تھا، جب جنگ خندق سے مسلمان فارغ ہوئے تو اسے اس کے کئے کی سزا کے لئے آپ ﷺ نے حکم جاری کر دیا۔

بخاری شریف میں حضرت براء بن عازب کی روایت ہے

بَعَثَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَهْطًا إِلَى أَبِي رَافِعٍ، فَدَخَلَ عَلَيْهِ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَتِيكٍ بَيْتَهُ لَيْلًا وَهُوَ نَائِمٌ فَقَتَلَهُ (بخاری باب قتل ابی رافع)

آپ ﷺ نے ابو رافع کی طرف ایک چھوٹی سی جماعت روانہ کی، عبد اللہ بن عتیک اس کے گھر میں رات کے وقت داخل ہو گئے، وہ سویا ہوا تھا، اسی حال میں اسے قتل کر دیا۔

سیرت ابن ہشام میں محمد بن اسحاق سے مروی ہے کہ

وَلَمَّا انْقَضَى شَأْنُ الْخَنْدَقِ، وَأَمْرُ بَنِي قُرَيْظَةَ، وَكَانَ سَلَّامُ بْنُ أَبِي الْحُقَيْقِ، وَهُوَ أَبُو رَافِعٍ فِيمَنْ حَزَّبَ الْأَحْزَابَ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَكَانَتْ الْأَوْسُ قَبْلَ أُحُدٍ قَدْ قَتَلَتْ كَعْبَ بْنَ الْأَشْرَفِ، فِي عَدَاوَتِهِ لِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَتَحْرِيضِهِ عَلَيْهِ، اسْتَأْذَنَتْ الْخَزْرَجُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي قَتْلِ سَلَّامِ

بْنِ أَبِي الْحُقَيْقِ، وَهُوَ بِخَيْبَرِ، فَأَذِنَ لَهُمْ(سیرۃ ابن ہشام ج۲ص۲۷۳،تاریخ طبری ج۲ص۴۹۵،

جب غزوۂ خندق اور بنو قریظہ کا معاملہ ختم ہو گیا تو اس کے بعد سلام بن ابی الحقیق کا معاملہ ہوا، یہ شخص سلام بن ابی الحقیق تھا، جس کی کنیت ابورافع تھی، یہ ان لوگوں میں سے ایک تھا جو رسول اللہ ﷺ کے خلاف لشکر سازی کرتا تھا، اوس والوں نے غزوۂ احد سے پہلے کعب بن الاشرف یہودی کو رسول اللہ ﷺ سے دشمنی رکھنے اور ان کے خلاف لوگوں کو اکسانے کی وجہ سے مار ڈالا تھا، اب خزرج نے آپ ﷺ سے اجازت مانگی کہ وہ سلاّم بن ابی الحقیق کو قتل کرنے کی اجازت دیں، یہ خیبر میں مقیم تھا، چنانچہ آپ ﷺ نے اسے قتل کرنے کی اجازت دے دی۔

علامہ محمد بن جریر طبری سلام بن ابی الحقیق کی شر انگیزی کے احوال یوں بیان کرتے ہیں

أَنَّهُ كَانَ مِنْ حَدِيثِ الْخَنْدَقِ أَنَّ نَفَرًا مِنَ الْيَهُودِ مِنهُمْ سَلامُ بْنُ أَبِي الْحُقَيْقِ النَّضْرِيُّ وَحُيَيُّ بْنُ أَخْطَبَ النَّضْرِيُّ، وَكِنَانَةُ بْنُ الرَّبِيعِ بْنِ أَبِي الْحُقَيْقِ النَّضْرِيُّ، وَهَوْذَةُ بْنُ قَيْسٍ الْوَائِلِيُّ، وَأَبُو عَمَّارٍ الْوَائِلِيُّ، فِي نَفَرٍ مِنْ بَنِي النَّضِيرِ وَنَفَرٍ مِنْ بَنِي وَائِلٍ، هُمُ الَّذِينَ حَزَّبُوا الأَحْزَابَ عَلَى رسول الله ﷺ، خَرَجُوا حَتَّى قَدِمُوا عَلَى قُرَيْشٍ بِمَكَّةَ، فَدَعَوْهُمْ الى حرب رسول الله ﷺ وَقَالُوا: إِنَّا سَنَكُونُ مَعَكُمْ عَلَيْهِ حَتَّى نَسْتَأْصِلَهُ، فَقَالَتْ لَهُمْ قُرَيْشٌ: يَا مَعْشَرَ يَهُودَ، إِنَّكُمْ أَهْلُ الْكِتَابِ الأَوَّلِ، وَالْعِلْمِ بِمَا أَصْبَحْنَا نَخْتَلِفُ فِيهِ نَحْنُ وَمُحَمَّدٌ، أَفَدِينُنَا خَيْرٌ أَمْ دِينُهُ؟ قَالُوا:بَلْ دِينُكُمْ خَيْرٌ مِنْ دِينِهِ، وَأَنْتُمْ أَوْلَى بِالْحَقِّ مِنْهُ قَالَ: فَهُمُ الَّذِينَ أَنْزَلَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ فِيهِمْ: «أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ أُوتُوا نَصِيباً مِنَ الْكِتَابِ يُؤْمِنُونَ بِالْجِبْتِ وَالطَّاغُوتِ وَيَقُولُونَ لِلَّذِينَ كَفَرُوا هؤُلاءِ أَهْدى مِنَ الَّذِينَ آمَنُوا سَبِيلًا (تاریخ طبری ۲/ ۵۶۵،البدایہ والنہایہ ۴/ ۱۰۸)

غزوۂ خندق کا قصہ یہ ہے کہ یہود میں سے سلام بن ابی الحقیق نضری، حیّ بن اخطب نضری، کنانہ بن ربیع بن ابی الحقیق نضری، ہوذہ بن قیس وائلی، ابو عمار وائلی، بنی نضیر اور بنی وائل سے کچھ لوگ ایسے تھے، جنہوں نے

نبی کریم ﷺ کے خلاف ایک لشکر تشکیل دیا، یہ لوگ نکل کر قریش کے پاس مکہ میں آئے، ان کو رسول اللہ ﷺ کے خلاف جنگ کرنے لئے دعوت دی، اور انہیں یہ کہا: کہ ہم تمہارے ساتھ ہوں گے یہاں تک کہ ہم اس کو جڑ سے اکھاڑ پھینکیں گے، انہیں قریش نے کہا: اے گروہ یہود! تم اھل کتاب ہو، اور صاحب علم لوگ ہو، اس بارے میں جس میں ہمارا اور محمد کا اختلاف ہے، کیا ہمارا دین بہتر ہے یا اس کا؟ انہوں نے کہا: بلکہ تمہارا دین اس کے دین سے بہتر ہے، اور تم اس سے زیادہ حق کے حقدار ہو، راوی کہتے ہیں یہی وہ لوگ ہیں جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔

علامہ عبد الرحمن بن خلدون اپنی تاریخ میں لکھتے ہیں

وكان يؤذي رسول الله صلى الله عليه وسلم وأصحابه ويحزب عليهم الأحزاب(تاريخ ابن خلدون ج٢ص٤٣٣)

یہ رسول اللہ ﷺ اور ان کے صحابہ کرام کو ایذا پہنچاتا اور ان کے خلاف لوگوں کو جمع کرتا تھا۔

یہی شرانگیزیاں تھیں جو آپ ﷺ اور صحابہ کرامؓ کو ناگوار تھیں، یہود کو انہی کے باعث یہاں سے جلاوطن کیا گیا تھا، کچھ شام کی طرف جلاوطن کئے گئے تھے، مگر یہ لوگ خیبر میں قیام پذیر ہو گئے تھے، مگر ان کی سازشیں اور شرارتیں یہاں بھی ختم نہیں ہوتی تھیں، اسی لئے حضرات صحابہ کرامؓ نے آپ ﷺ سے اجازت چاہی اور اس کا کام تمام کرنے اندھیری رات میں اس کے گھر پہنچ گئے، جہاں اسے قتل کر کے دو دن بعد واپس آئے تو رسول اللہ ﷺ نے انہیں دیکھ کر خوشی کا اظہار کیا۔

علامہ واقدی نے مغازی میں یوں ذکر فرمایا ہے کہ

حضرت عبد اللہ بن عتیک کی والدہ خیبر میں رہتی تھی، وہ یہودیہ تھیں، جنہوں نے انہیں دودھ پلایا تھا، راوی کہتے ہیں کہ ہم پانچ آدمیوں کو نبی کریم ﷺ نے بھیجا، ان میں عبد اللہ بن عتیک، عبد اللہ بن اُنیس، ابو قتادہ، اسود بن خزاعی، اور مسعود بن سنان شامل تھے، ہم مدینہ سے چلے اور خیبر میں پہنچ گئے، عبد اللہ بن عتیک نے اپنی والدہ کو پیغام بھیجا اور اپنے رہنے کی جگہ کی اطلاع دی، اتنے میں وہ چمڑے کے ایک تھیلے میں کھجوروں کے گچھے اور روٹی لائی، ہم نے اس میں سے کھایا، پھر انہوں نے انہیں کہا: اے امّاں جان! ہم رات یہاں آپ کے ہاں ہی گزاریں گے، آپ ہمیں خیبر میں داخل کر دیں۔

ان کی ماں نے کہا: تم خیبر میں کیسے داخل ہوگے، کیونکہ اس میں چار ہزار جنگجو ہیں؟ تم وہاں کس کا ارادہ رکھتے ہو؟ انہوں نے کہا: ابورافع کا، اس نے کہا: تم اس پر قدرت نہیں رکھتے، انہوں نے کہا:

وَاللهِ لَأَقْتُلَنهُ أَوْ لَأُقْتَلَن دُونَهُ قَبْلَ ذلك. قالت: فادخلوا عليّ ليلا.

قسم بخدا! میں اسے ضرور ضرور قتل کروں گا یا اس سے پہلے خود کو ماردوں گا، اس پر ماں نے کہا: پھر رات کو میرے پاس آجانا۔

چنانچہ یہ رات کو اس کے پاس اس وقت پہنچے جب خیبر والے لوگ سوچکے تھے، رات کو یہ لوگ عبد اللہ کی والدہ کے پاس آئے تو اس نے انہیں کہا: کہ یہود مہمانوں کے ڈر کی وجہ سے دروازے بند کرکے سوتے ہیں۔

حضرت عبد اللہ بن عتیک کی قیادت میں یہ لوگ سورج غروب ہونے کے بعد پہنچے، لوگ اپنے جانوروں کو گھروں کی طرف لارہے تھے، عبد اللہ نے اپنے ساتھیوں کو کہا: کہ آپ لوگ یہاں بیٹھیں، میں دربان کے پاس جاکر نرم انداز میں بات کروں گا، یہ یہودیوں کی بولی بھی جانتے تھے، ہوسکتا ہے کہ وہ مجھے اندر جانے دے، حضرت عبد اللہ دروازے کے پاس آئے اور کپڑا اوڑھ لیا، جیسے کوئی قضائے حاجت کے لئے بیٹھا ہو۔

لوگ اندر داخل ہو گئے۔ دربان نے اسے آواز دے کر کہا: اے اللہ کے بندے! اگر تم اندر داخل ہونا چاہتے ہو تو ہو جاؤ، میں دروازہ بند کرنے والا ہوں، عبد اللہ بن عتیک کہتے ہیں کہ میں اندر داخل ہو کر چھپ گیا، جب لوگ داخل ہوچکے تو اس نے دروازہ بند کر دیا، اور دروازے کی چابیاں ایک کیل کے ساتھ ٹانک دیں۔

میں نے اٹھ کر چابیاں قابو کرلیں، اور دروازہ کھولا، ابورافع اپنے بالاخانے میں تھا، میں بالاخانے پر چڑھا، جب کوئی دروازہ کھولتا تو میں اسے اندر سے بند کر دیتا تھا، میں نے سوچا اگر لوگوں کو میرے یہاں آنے کا پتا چل بھی گیا تو میں ان کے آنے تک اسے قتل کرچکا ہوں گا، جب میں اس کی طرف گیا تو وہ ایک تاریک کمرے میں اپنے کنبے کے درمیان پڑا ہوا تھا، اور کچھ پتا نہیں چل رہا تھا کہ وہ کہاں ہے؟ میں نے کہا: یہاں ابورافع ہے؟ اس نے پوچھا کون ہے؟ جہاں سے آواز آئی تھی میں ادھر جھکا، اور اسے تلوار ماری، مگر میں خوف زدہ تھا کہ اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکا، اس نے چیخ ماری تو میں دروازے سے نکل گیا، اور قریب ہی ٹھہرا رہا۔

میں پھر اس کی طرف گیا اور کہا: ابورافع یہ آواز کیسی ہے؟ اس نے کہا: تیری ماں مرے، ایک شخص نے مجھے میرے گھر میں تلوار ماری ہے، یہ سنتے ہی میں نے تلوار مار کر اسے لہولہان کر دیا، مگر وہ مرا نہیں، پھر میں نے تلوار کی نوک اس کے پیٹ میں رکھی یہاں تک کہ اس کی پیٹھ تک پہنچ گئی۔

میں نے سمجھا کہ میں نے اسے قتل کر دیا ہے، میں ایک ایک کر کے دروازے کھولتا گیا، یہاں تک کہ میں ایک سیڑھی کے پاس پہنچا اور اس پر پاؤں رکھ دیا، میں یہ سمجھا کہ میں زمین پر ہوں، میں چاندنی رات میں گر پڑا، میری پنڈلی ٹوٹ گئی، میں نے اسے اپنی پگڑی سے باندھا اور دروازے پر جا کر بیٹھ گیا۔

میں نے کہا: کہ میں رات بھر یہاں سے نہیں جاؤں گا، جب تک مجھے اس بات کا پتہ نہ چل جائے کہ میں نے اسے قتل کر دیا ہے، جب مرغ نے اذان دی تو موت کی خبر دینے والا دیوار پر چڑھ کر ابورافع کی موت کی اطلاع دے رہا تھا، یہ سن کر میں اپنے ساتھیوں کے پاس گیا اور انہیں کہا: کہ اب بچاؤ کی کوئی صورت نکالو، اللہ نے ابورافع کا کام تمام کروا دیا ہے۔

میں نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں پیش ہو کر سارا واقعہ سنایا، آپ ﷺ نے میری ٹوٹی ہوئی پنڈلی پر اپنا ہاتھ مبارک پھیرا تو وہ بالکل ٹھیک ہو گئی۔

عبد اللہ بن عتیک کی ماں نے انہیں ایک یہ تدبیر بتائی تھی کہ ابورافع کا دروازہ کھلوانے کے لئے تم یہ کہنا کہ «إِنَّا جِئْنَا لِأَبِي رَافِعٍ بِهَدِيَّةٍ»

ہم ابورافع کے لئے ہدیہ لائے ہیں، اس پر وہ لوگ تمہیں دروازہ کھول دیں گے۔

مغازی میں علامہ واقدی لکھتے ہیں کہ عبد اللہ بن عتیک کے ساتھیوں نے عبد اللہ کو آگے کیا، کیونکہ وہ یہودیوں کی زبان جانتے تھے، انہوں نے ہی آگے بڑھ کر دروازہ کھلوایا تھا، دروازہ جب کھلا تو ابورافع کی بیوی دروازے پر تھی، اس نے کہا: تمہیں کیا کام ہے؟ عبد اللہ بن عتیک نے یہودیوں کی زبان بولتے ہوئے کہا کہ میں ابورافع کے لئے ہدیہ لایا ہوں۔ (مغازی للواقدی)

علامہ واقدی لکھتے ہیں کہ جب ابورافع کی بیوی نے ان کے پاس اسلحہ دیکھا تو اس نے چیخنا چاہا۔ حضرت عبد اللہ بن انیس کہتے ہیں کہ ہم نے دروازے پر رش لگا دیا کہ ہم میں سے کون پہلے اس پر حملہ کرے، تو میں

نے اس کی بیوی کو تلوار سے اشارہ کیا کہ وہ چیخے نہیں، عبد اللہ بن انیس کہتے ہیں کہ میں اس بات کو پسند نہیں کرتا تھا کہ میرے ساتھیوں میں مجھ سے پہلے کوئی اس کی طرف بڑھے۔

ابورافع کی بیوی کچھ دیر سکون میں آگئی پھر میں نے اسے کہا: ابورافع کہاں ہے؟ اگر نہیں بتائے گی تو تجھے تلوار سے ماردوں گا، اس نے کہا: وہ گھر میں ہے، ہم اس کے پاس پہنچ گئے، مگر اسے صرف اس کی سفیدی کی وجہ سے پہچان سکے گویا کہ وہ دُھنی ہوئی رُوئی ہے

(ایک مقام پر لفظ قطنیہ ہے ایک جگہ قبطیہ ہے، روئی سفید ہوتی ہے اس لئے اسے قطن کہا جاتا ہے، اسی طرح مصر کے علاقے قبطیہ کی بنی ہوئی چادریں بھی سفید ہوتی ہیں، اس لئے کہا گیا کہ وہ قبطیہ کی طرح تھا یا قطنیہ کی طرح۔ حدوٹی)

جب ہم نے اپنی تلواروں کے ساتھ اس پر حملہ کیا تو اس کی بیوی نے چیخ ماری، تو ہم میں سے بعض نے ارادہ کیا کہ اس کا کام بھی تمام کردے مگر رسول کریم ﷺ کا وہ فرمان یاد آگیا، جس میں آپ ﷺ نے ہمیں عورتوں کو قتل کرنے سے منع کیا تھا۔

عبد اللہ بن انیس کہتے ہیں میں رات کی تاریکی میں زیادہ نہیں دیکھ سکتا تھا، میں نے تھوڑا غور کیا تو ایسا لگا جیسا چاند ہے، چھت چھوٹی ہونے کی وجہ سے جب میں اسے تلوار مارتا تھا تو وہ واپس آجاتی تھی پھر میں نے اپنی تلوار اس کے پیٹ پر رکھی یہاں تک کہ میں نے تلوار اس کے بستر تک گھس جانے کی آواز سن لی تو مجھے معلوم ہوگیا کہ اس کا کام تمام ہوگیا ہے۔ سب نے اسے مارنا شروع کردیا، پھر ہم قلعے سے نیچے اترے، ابوقتادہ اپنی کمان وہاں ہی بھول آئے تھے، اترنے کے بعد انہیں یاد آئی۔ ساتھیوں نے کہا: چھوڑ کمان کو رہنے دے۔ مگر وہ نہیں مانے واپس جاکر کمان لے کر آئے، ابورافع کی بیوی نے چیخ ماری اور گھر میں جتنے لوگ تھے انہوں نے چیخنا شروع کردیا۔

ساتھی خیبر کے پانی کی نالیوں میں روپوش ہوگئے، اتنے میں یہودی اور حارث ابوزینب بھی آگیا، ابورافع کی بیوی نے انہیں بتایا کہ اب لوگ تو چلے گئے ہیں، حارث تین ہزار لوگوں کے ہمراہ ہماری تلاش میں نکلا، کھجور کی ٹہنیاں اور لکڑیاں جلا کر وہ ہماری تلاش کرنے لگے، بہت دفعہ انہیں خیال گزرا کہ ہم

نہر میں ہیں، حالانکہ صرف اتنی بات تھی کہ وہ نہر کے اوپر تھے اور ہم نہر کے اندر تھے، وہ ہمیں دیکھ نہیں سکتے تھے، جب وہ لوگ ہماری تلاش میں تھک ہار کر واپس اس کی بیوی کے پاس پہنچے۔

تو انہوں نے اس سے پوچھا: کیا تو ان میں سے کسی ایک کو جانتی ہے؟ اس نے کہا: ان میں سے میں نے عبداللہ بن عتیک کی بات سنی ہے، اگر وہ ہمارے شہر میں ہے تو انہی کے ساتھ ہوگا، انہوں نے دوبارہ تلاش کرنے پر غور وفکر کیا۔

ساتھیوں نے کہا: ہم میں سے اگر کوئی اس کے پاس جائے تو اتنا پتا چلائے کہ ابورافع مر چکا ہے یا کہ نہیں؟ اس پر اسود بن خزاعی ان لوگوں میں شامل ہوگئے اور ان میں گھل مل گئے، ان کے ہاتھ میں بھی ایک شعلہ اسی طرح کا تھا جس طرح ان لوگوں کے ہاتھ میں تھا، لوگوں نے دوسری بار تلاش شروع کی تو اسود بن خزاعی ان کے ساتھ تلاش میں شریک ہوگئے، انہوں نے دیکھا کہ گھر لوگوں سے بھر چکا ہے۔

مغازی کے مطابق جب ابورافع کے مکان پر لوگوں کا ہجوم ہوا تو یہ لوگ بھی وہاں پھر سے آگئے، جو دیکھ رہے ہیں کہ ابورافع کو کیا ہوا؟

فرمایا: اس کی بیوی آئی اور اس کے ہاتھ میں آگ کا ایک شعلہ تھا، وہ ابورافع پر جھکی یہ دیکھنے کے لئے کہ آیا وہ زندہ ہے یا کہ نہیں؟ تو کہنے لگی۔ رب موسیٰ کی قسم! وہ تو مر چکا ہے۔ پھر میں نے یہ بات ناپسند کی کہ معاملے کے واضح ہونے کے بغیر واپس چلا جاؤں۔

فرمایا: کہ پھر میں دوسری بار ان لوگوں کے ساتھ داخل ہوا تو ابورافع حرکت نہیں کر رہا تھا، اس کے بعد یہود باہر نکلے اور انہوں نے اس کے کفن دفن کا انتظام کیا اور اس کی تدفین عمل میں آئی۔ میں بھی ان کے ساتھ نکلا، میں اپنے ساتھیوں سے پیچھے رہ گیا، میں نہر میں اترا اور ان کو اطلاع دی، پھر ہم اسی جگہ دو دن تک ٹھہرے رہے، یہاں تک کہ ہماری تلاش رک گئی، پھر ہم وہاں سے نکل کر مدینہ کی طرف رخ کر کے آگئے، ہم میں سے ہر شخص یہ دعویٰ کر رہا تھا کہ ابورافع کو اس نے قتل کیا ہے۔ ہم نبی کریم ﷺ کی خدمت حاضر ہوئے، آپ ﷺ منبر پر تشریف فرما تھے، جب آپ ﷺ نے ہمیں دیکھا تو فرمانے لگے،

أَفْلَحَتْ الْوُجُوهُ! فَقُلْنَا أَفْلَحَ وَجْهُكَ يَا رَسُولَ اللهِ! قَالَ: أَقَتَلْتُمُوهُ؟ قُلْنَا: نَعَمْ، وَكُلَّنَا يَدَّعِي قَتْلَهُ.

چہرے کامیاب ہوگئے، ہم نے کہا: آپ ﷺ کا چہرہ کامیاب ہوگیا۔ آپ ﷺ نے پوچھا کیا تم نے اسے قتل کر دیا ہے؟ ہم نے کہا: جی ہاں! ہم میں سے ہر ایک اس کو قتل کرنے کا دعویٰ کر رہا تھا۔

آپ ﷺ نے انہیں فرمایا: کہ

قَالَ: عَجّلُوا عَلَيّ بِأَسْيَافِكُمْ. فَأَتَيْنَا بِأَسْيَافِنَا ثُمّ قَالَ: هَذَا قَتَلَهُ، هَذَا أَثَرُ الطّعَامِ فِي سَيْفِ عَبْدِ اللهِ بْنِ أُنَيْسٍ.

اپنی تلواریں مجھے دکھاؤ! ہم نے آپ ﷺ کو اپنی تلواریں دے دیں، پھر آپ ﷺ نے فرمایا: اس نے اسے قتل کیا ہے، یہ کھانے کا نشان عبد اللہ بن انیس کی تلوار میں ہے۔

واقعہ سے استدلال: اس واقعہ کے مطالعہ سے اندازہ ہوتا ہے کہ حضرات صحابہ کرامؓ ناموس رسالت کے سچے اور حقیقی پاسبان تھے، جنہوں کتنی سخت مشقت برداشت کی اور گستاخ رسول کو جہنم میں پہنچا کر سکون کا سانس لیا، اس کارروائی میں چونکہ صحابہ کی ایک مختصر سی جماعت نے حصہ لیا تھا، جن کے اسماء ہم نے اوپر ذکر کئے ہیں، اس لئے ان میں سے ہر ایک کو واقعۃً یہ دعویٰ کرنا چاہیے تھا کہ اس نے اس گستاخ کو قتل کیا ہے، علامہ واقدی نے یہ بات لکھی ہے کہ یہ حضرات جب ابورافع کے پاس پہنچے تو ان کا آپس میں اس بات پر اختلاف ہوگیا کہ اسے کون قتل کرے گا؟ اس پر پھر انہیں قرعہ اندازی کرنا پڑی، یوں قرعہ حضرت عبد اللہ بن انیسؓ کے نام پر نکلا۔

اس جماعت میں عبد اللہ نام کے دو صحابی تھے اس لئے بعض اوقات نام کے اشتباہ کی وجہ سے واقعہ خلط ملط دکھائی دیتا ہے، لیکن معمولی سے غور و حوض کے بعد یہ التباس بھی رفع ہو جاتا ہے۔ اس کے جرائم کی ایک فہرست ہم نے اوپر ذکر کی ہے، علامہ واقدی میں مغازی میں تفصیلی واقعہ ذکر کرنے کے بعد یہ بات بھی لکھ دی ہے کہ ابورافع وہ شخص تھا

وَكَانَ ابْنُ أَبِي الْحُقَيْقِ قَدْ أَجْلَبَ فِي غَطَفَانَ وَمَنْ حَوْلَهُ مِنْ مُشْرِكِي الْعَرَبِ، وَجَعَلَ لَهُمْ الْجُعْلَ الْعَظِيمَ لِحَرْبِ رَسُولِ اللهِ صَلّى اللّهُ عَلَيْهِ وَسَلّمَ، فَبَعَثَ النّبِيّ صَلّى اللّهُ عَلَيْهِ وَسَلّمَ إِلَيْهِ هَؤُلَاءِ النّفَرَ (مغازی واقدی ۱/۳۹۱تا۳۹۵)

جس نے غطفان میں اور جو اس کے مضافات میں تھے عرب کے مشرکوں کو کھینچا تھا، ان کے لئے بڑے بڑے وظیفے اس لئے مقرر کئے تھے کہ وہ نبی ﷺ کے ساتھ لڑائی لڑیں، اس پر پھر نبی کریم ﷺ نے ان لوگوں کو اس کے خلاف کارروائی کرنے کے لئے بھیجا تھا۔

اس واقعہ میں اہم ترین بات جو ہمارے موضوع سے متعلق ہے وہ یہ ہے کہ ان لوگوں کو نبی کریم ﷺ نے ابورافع کو قتل کرنے کے لئے بھیجا تھا، انہیں آپ ﷺ نے اجازت دی تھی، پھر ان کے واپس آنے کے بعد اپنے منبر پر ان کا استقبال کیا، ان کو کامیاب چہرے قرار دیا، ان کی تلواروں کو ان کی دلجوئی کے لئے دیکھا، آپ ﷺ نے اس واقعہ پر خوشی کا اظہار کیا۔

عبداللہ بن الزبعری کا واقعہ

عبداللہ بن زبعری بن عفی بن سعد بن سہم الساعدی کے بارے میں المنتظم فی التاریخ الملوک والامم میں ہے کہ وہ

كَانَ يَهجُو أَصحاب رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيهِ وَآله وَسَلَّمَ وَيُحرِّضُ المُشرِكينَ عَلَى المُسلِمِينَ فِي شِعرِه، وَيُهَاجِي حَسَّانَ بنَ ثَابِت وَغَيرَه مِن شُعَرَاءِ المُسلِمِينَ، وَيَسِيرُ مَعَ قُرَيش حَيثُ سَارَت لِحَربِ رَسُولِ اللهِ صَلى اللهُ عَلَيه وآله وَسَلَّمَ، فَلَمَّا دَخَلَ رَسُولُ الله صَلَّى اللَّهُ عَلَيهِ وآله وَسَلَّمَ مَكَّةَ عَامَ الفَتحِ هَرَبَ حَتىَّ اِنتَهٰى إِلىٰ نَجرَانَ، فَدَخَلَ حِصنَهَا، وَقَالَ لِأَهلِهَا: أَمَّا قُرَيش فَقَد قُتِلَت وَدَخَلَ مُحَمَّدٌ مَكَّةَ، وَنَحنُ نَرَى أَنَّ مُحَمَّدًا سَائِر إِلى حِصنِكُم، فَجَعَلُوا يُصلِحُونَ مَا رَثَّ مِن حِصنِهِم، وَيَجمَعُونَ مَاشِيَتَه (المنتظم فی التاریخ الملوک والامم ج۴ ص ۲۰۰)

رسول اکرم ﷺ کے صحابہ کرامؓ کی توہین کیا کرتا تھا، مشرکوں کو مسلمانوں کے خلاف اپنے شعروں میں اکساتا تھا، حضرت حسّان بن ثابت اور دوسرے مسلمان شعراء کی ہجو کہتا تھا، جہاں قریش رسول اللہ ﷺ کے خلاف جنگ کے لئے جاتے تو یہ ان کے ساتھ جاتا تھا، جب نبی کریم ﷺ فتح مکہ کے دن مکہ میں داخل ہوئے تو یہ بھاگ کر نجران چلا گیا، وہاں ایک قلعہ میں داخل ہو گیا، ان قلعہ والوں کو اس نے یہ کہا: کہ قریش تو مارے گئے، محمد ﷺ مکہ میں داخل ہو چکے ہیں، ہم دیکھ رہے ہیں کہ محمد ﷺ تمہارے قلعوں کی

طرف بھی چلنے والے ہیں، انہوں نے اس کی یہ بات سن کر اپنے قلعے کی صفائی اور ستھرائی شروع کر دی ،اور اپنے مال مویشی جمع کرنا شروع کر دیئے۔

اس میں کوئی خفا نہیں کہ ابن الزبعری کا گناہ یہ تھا کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ حد درجہ دشمنی رکھتا تھا، اور اپنی زبان سے اس دشمنی کو ظاہر بھی کرتا تھا، یہ بہت بڑا شاعر تھا، آپ ﷺ نے اس کا خون ہدر اسی لئے قرار دیا تھا کہ یہ دشمنی رکھتا تھا اور گالیاں دیتا تھا، یہ جب بھاگ کر نجران پہنچا تو حضرت حسان بن ثابت نے ایک ہی شعر میں اس کے جذبات، خیالات اور احساسات کو ڈھیر کر دیا تھا، حضرت حسان نے اس کے بارے میں کہا تھا

لا تَعْدَمَنْ رَجُلا أَحَلَّكَ بُغْضَهُ ... نَجْرَانَ فِي عَيْشٍ أَحَذَّ لَئِيمِ

یہی وہ شعر تھا، جس سے عبد اللہ بن الزبعری کے دل کی دنیا پلٹ گئی اور اسلام اس کے دل میں داخل ہوا، پھر یہ اسلام قبول کر کے آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا، اس نے توبہ کی اور سابقہ زندگی پر ندامت کے ساتھ ساتھ آپ ﷺ کی شان میں مدحیہ کلمات کہے:

يَا رَسُولَ الْمَلِيكِ إِنَّ لِسَانِي ... رَاتِقٌ مَا فَتَقْتُ إِذْ أَنَا بُورُ
إِذْ أُبَارِي الشَّيْطَانَ فِي سَنَنِ الرِّيحِ ... وَمَنْ مَالَ مَيْلَهُ مَثْبُورُ
آمَنَ اللَّحْمُ وَالْعِظَامُ لِرَبِّي ... ثُمَّ نَفْسِي الشَّهِيدُ أَنْتَ النَّذِيرُ
إِنَّنِي عَنْكَ زَاجِرٌ ثَمَّ حَيًّ ... مِنْ لُؤَيٍّ فَكُلُّهُمْ مَغْرُورُ

تاریخ طبری ج ۳ ص ۶۴)

المنتظم فی التاریخ الملوک والامم میں مزید اشعار بھی ہیں، جو ابن الزبعری نے آپ ﷺ کی مدح میں کہے

يشهد السمع والفؤاد بما قلت ... ونفسي الشهيد وهي الخبير
إن ما جئتنا به حق صدق ... ساطع نوره مضيء منير
جئتنا باليقين والصدق والبر ... وفي الصدق والسرور السرور
أذهب الله ظلمة الجهل عنا ... وأتانا الرخاء والميسور

اسی طرح وہ رسول اللہ ﷺ سے معذرت کرتے ہوئے کہتا ہے

منع الرقاد بلابل وهموم ... والليل معتلج الرواق بهيم
مما أتاني أن أحمد لا مني ... فيه فبت كأنني محموم

ابوسفیان بن حارث

ابوسفیان بن حارث بن عبدالمطلب بھی ان لوگوں میں سے ایک تھا جو آپ ﷺ کی ہجو کہتا تھا، اس کا خون بھی آپ ﷺ نے ہدر قرار دیا تھا، یہ نبی کریم ﷺ کا رضاعی بھائی تھا، حضرت حلیمہ سعدیہ نے اسے بھی چند روز دودھ پلایا تھا، یہ آپ ﷺ کا ہم عمر تھا، اس کی شکل آپ ﷺ کے ساتھ کافی ملتی جلتی تھی، آپ ﷺ سے بہت ہی محبت رکھتا تھا، لیکن جب آپ ﷺ کو تاج نبوت سے نوازا گیا تو یہ آپ ﷺ کے ساتھ دشمنی رکھنے لگا اور ایسی دشمنی جو کسی اور نے نہیں کی ہوگی، اس نے آپ ﷺ اور آپ ﷺ کے صحابہ کرامؓ کی ہجو کہی تھی، پھر اللہ تعالیٰ نے اسے دولت اسلام سے مالا مال کیا، اس کی بیوی نے اسے رسول اللہ ﷺ کی مدد کرنے اور اسلام قبول کرنے کی ترغیب دی تھی، یہ سازوسامان اور بچوں کو لے کر مکہ سے نکلا، یہاں تک کہ وہ رسول اللہ ﷺ اور ان کے صحابہ کرامؓ کو ابواء میں ملا۔

یہاں جب یہ شخص آپ ﷺ کے سامنے گیا تو آپ ﷺ نے اسے منہ نہیں لگایا، حضرت صدیق اکبرؓ نے اسے منہ نہیں لگایا، حضرت عمرؓ تو اس کے خلاف صحابہ کی ذہن سازی کر رہے تھے، ایک صحابی اس سے چمٹ گئے اور اسے کہنے لگے، او دشمن خدا! تو ہی وہ آدمی ہے جو آپ ﷺ اور آپ ﷺ کے صحابہ کرام کو ایذا دیتا ہے۔

آپ ﷺ کی دشمنی میں تو مشرق اور مغرب پہنچ گیا تھا، اس صحابی نے اسے ایسا رگیدا کہ کافی سارے لوگ اس کے ارد گرد جمع ہو گئے تھے، پھر یہ اپنے چچا حضرت عباسؓ کے پاس گیا، انہیں کہا: کہ آپؓ میری نبی ﷺ سے سفارش کر دیں۔

حضرت عباسؓ نے ایک کلمہ تک اس کے بارے میں کہنے سے صاف انکار کر دیا تھا، اس کے بعد یہ حضرت علیؓ سے ملا تو انہوں نے بھی یہی جواب دیا، مگر یہ شخص تھا کہ اب اس نے ٹھان لیا تھا کہ آپ ﷺ

کو منا کر دم لوں گا، آپ ﷺ جہاں جاتے یہ وہاں پہنچ جاتا، آپ ﷺ اسے دیکھ کر منہ دوسری طرف کر لیتے تھے۔

یہ شخص ابواء سے جعرانہ، جعرانہ سے جعفہ اور جعفہ سے اذاخر تک، وہاں سے وادی ابطح تک ساتھ آیا، ہر جگہ آپ ﷺ نے اس کو دیکھ کر منہ دوسری طرف پھیر لیا، مگر وادی ابطح میں پہنچ کر آپ ﷺ کی نگاہ اس پر پڑی تو اسے محسوس ہوا کہ اب کچھ کچھ نرمی آچکی ہے۔

یہاں اس کی بیوی رسول اللہ ﷺ سے مل کر اس کے بارے میں آپ ﷺ کو نرم کرتی ہے، اس موقع پہ بنو عبد المطلب کی اور عورتیں بھی آپ ﷺ سے ملی تھیں، یہاں پہنچ کر جب آپ ﷺ مسجد کی طرف گئے تو یہ شخص آپ ﷺ کے ساتھ ساتھ تھا کسی جگہ بھی جدا نہیں ہوا۔

علامہ واقدی نے اپنے مغازی میں ذکر کیا کہ یہ شخص ثنیہ العقاب میں رسول اللہ ﷺ سے ملا تھا، جو مکہ اور مدینہ کے درمیان ہے، حضرت سلمہؓ نے آپ ﷺ کی خدمت میں اس کی بھرپور سفارش کی تھی، کہ

يَا رَسُولَ اللَّهِ، ابْنُ عَمِّكَ وَابْنُ عَمَّتِكَ وَصِهْرُكَ (تاریخ طبری ج۳ص۵۰)

انہوں نے آپ ﷺ سے عرض کیا تھا کہ یارسول اللہ! یہ آپ ﷺ کے چچا اور آپ ﷺ کی پھوپھی کا بیٹا اور آپ ﷺ کا خسر ہے، آپ ﷺ نے فرمایا:

أَمَّا ابْنُ عَمِّي فَهَتَكَ عِرْضِي، وَأَمَّا ابْنُ عَمَّتِي وَصِهْرِي فَهُوَ الَّذِي قَالَ بِمَكَّةَ مَا قَالَ. (تاریخ طبری ج۳ص۵۰)

مجھے ان دونوں کی ضرورت نہیں ہے، میرے چچا کے بیٹے نے میری بے عزتی کی اس نے مکہ میں مجھے کیا کچھ نہیں کہا تھا۔

جب دونوں تک یہ خبر پہنچی تو ابوسفیان کے ساتھ اس کا بیٹا بھی تھا، اس نے کہا:

وَاللَّهِ لَيَأْذَنَنَّ لِي أَوْ لآخُذَنَّ بِيَدِ بُنَيَّ هَذَا، ثُمَّ لَنَذْهَبَنَّ فِي الأَرْضِ، حَتَّى نَمُوتَ عَطَشًا وَجُوعًا فَلَمَّا بَلَغَ ذَلِكَ رسول الله ص رَقَّ لَهُمَا، ثُمَّ أَذِنَ لَهُمَا،(تاريخ طبرى ج۳ص۵۰)

اللہ کی قسم! یا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مجھے اجازت دیں گے یا میں بیٹے کے ساتھ جدھر چاہوں گا چلا جاؤں گا، چاہے ہم بھوک پیاس کی حالت میں مر جائیں، جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس بات کی اطلاع ملی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا دل نرم ہو گیا، دونوں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو ابوسفیان نے اسلام لانے اور سابقہ خطاؤں پر معافی مانگتے ہوئے اشعار کہے۔

لَعَمْرِيَ إِنِّي يَوْمَ أَحْمِلُ رَايَةً ... لِتَغْلِبَ خَيْلُ اللَّاتِ خَيْلَ مُحَمَّدِ
لَكَالْمُدْلِجِ الْحَيْرَانِ أَظْلَمَ لَيْلُهُ ... فَهَذَا أَوَانِي حِينَ أُهْدَى وَأَهْتَدِي
وَهَادٍ هَدَانِي غَيْرَ نَفْسِي وَنَالَنِي ... مَعَ اللَّهِ مَنْ طَرَّدْتُ كُلَّ مُطَرَّدِ
أَصُدُّ وَأَنْأَى جَاهِدًا عَنْ مُحَمَّدٍ ... وَأُدْعَى وَلَوْ لَمْ أَنْتَسِبْ مِنْ مُحَمَّدِ
هُمُ مَا هُمُ مَنْ لَمْ يَقُلْ بِهَوَاهُمُ ... وَإِنْ كَانَ ذَا رَأْيٍ يُلَمُّ وَيُفْنَدِ
أُرِيدُ لأُرْضِيهِمْ وَلَسْتُ بِلائِطٍ ... مَعَ الْقَوْمِ مَا لَمْ أُهْدَ فِي كُلِّ مَقْعَدِ
فَقُلْ لِثَقِيفٍ لا أُرِيدُ قِتَالَهَا ... وقل لثقيف تلك غيرى او عدى
وَمَا كُنْتُ فِي الْجَيْشِ الَّذِي نَالَ عَامِرًا .. وَمَا كَانَ عَنْ جَرَّى لِسَانِي وَلا يَدِي
قَبَائِلُ جَاءَتْ مِنْ بِلادٍ بَعِيدَةٍ ... نَزَائِعُ جَاءَتْ مِنْ سِهَامٍ وَسُرْدَدِ

(تاریخ طبری ج۳ص۵۰)

علامہ ابن کثیرؒ نے ابوسفیان بن حارث کے اسلام لانے سے پہلے کے بارے میں لکھا ہے کہ

وَكَانَ قَبْلَ ذَلِكَ مِنْ أَشَدِّ النَّاسِ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَعَلَى دِينِهِ وَمَنْ تَبِعَهُ،وَكَانَ شَاعِرًا مطيقا يَهْجُو الْإِسْلَامَ وَأَهْلَهُ، (البدايه)

اسلام سے پہلے یہ رسول اللہ ﷺ ، آپ ﷺ کے دین اور آپ ﷺ کے صحابہ کرامؓ کے بہت سخت خلاف تھا، یہ قادر الکلام شاعر تھا، جو اسلام اور اہل اسلام کی ہجو کہتا تھا۔ اس کی ہجو گوئی کے جواب میں حضرت حسان بن ثابت نے کہا تھا

أَلَا أَبْلِغْ أَبَا سُفْيَانَ عَنِّي ... مُغَلْغَلَةً فَقَدْ بَرِحَ الْخَفَاءُ
هَجَوْتَ مُحَمَّدًا وَأَجَبْتُ عَنْهُ ... وَعِنْدَ اللَّهِ فِي ذَاكَ الْجَزَاءُ
أَتَهْجُوهُ وَلَسْتَ لَهُ بِكُفْءٍ ... فَشَرُّكُمَا لِخَيْرِكُمَا الْفِدَاءُ

(البدایہ والنہایہ ج۷ ص۱۰۳)

مؤرخ طبری ابوسفیان بن حارث کے اسلام کے بارے لکھتے ہیں

وَكَانَ حَسَنَ الإِسْلامِ حِينَ أَسْلَمَ، وَهُوَ آخِذٌ بِثَفَرِ بَغْلَتِهِ(تاریخ طبری ج۳ص۷۵)

جب آپؓ اسلام لائے تو اسلام میں بھی اچھے تھے، حنین کی لڑائی میں ابوسفیان بن حارث ہی نے آپ ﷺ کی خچر کی لگام تھامی ہوئی تھی۔ آپ ﷺ نے ابوسفیان بن حارث کے بارے میں فرمایا:

أبو سفيان سيد فتيان أهل الجنة.(المعارف ج۱ص۱۲۶)

ابوسفیان جنتی جوانوں کا سردار ہے۔

اسی طرح آپ ﷺ کا فرمان ہے

وَشهد لَهُ بِالْجنَّةِ فَقَالَ لَهُ أَبُو سُفْيَان بن الْحَارِث من شُبَّان الْجنَّة وَقَالَ أَبُو سُفْيَان خير أَهلِي أَو من خير أَهلِي(سمط النجوم العوالى فى أنباء الاوائل والتوالى ۱/ ۴۰۵)

آپ ﷺ نے اس کے لئے جنت کی گواہی دی اور اس کے لئے فرمایا: ابوسفیان بن حارث جنت کے جوانوں میں سے ہے اور فرمایا: ابوسفیان میرے بہترین لوگوں میں سے ہے۔

ابوسفیان بن حارث آپ ﷺ کے بعد بھی زندہ رہے، آپؓ کے سر میں ایک پھنسی نکلی، جسے حجام نے سر مونڈھتے وقت کاٹ دیا تھا، جس کے باعث ان کی موت ہوئی، آپؓ نے مرنے سے پہلے اپنے گھر والوں کو وصیت کی تھی کہ وہ

لا تبكوا عليّ فإنّي لم أتنطّف بخطيئة منذ أسلمت.(المعارف ج١ص ١٢٦)

میرے اوپر تم نے رونا نہیں ہے، کیونکہ جب سے میں مسلمان ہوا ہوں میں نے اپنے کو بدی کے ساتھ ملوث نہیں کیا۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ خلافت میں ان کا انتقال ہوا اور انہیں جنت البقیع میں دفن کیا گیا۔

واقعہ سے استدلال: علامہ ابن تیمیہؒ نے اس واقعہ کو نقل کرنے کے بعد اپنی کتاب الصارم المسلول میں واقعہ سے استدلال یوں کیا ہے "ابوسفیان کے واقعہ سے اس طرح احتجاج کیا گیا ہے کہ رسول کریم ﷺ نے بڑے بڑے رؤسا کو چھوڑ کر صرف ابوسفیان کے خون کو ھدر قرار دیا تھا، حالانکہ ان کی وجہ سے جہاد بالید والمال کی زیادہ ضرورت پیش آئی، جبکہ رسول اللہ ﷺ مدینہ سے مکہ تشریف لائے تھے، اھلیان مکہ کی خون ریزی آپ ﷺ کا مقصود نہیں تھا، بلکہ آپ ﷺ نرمی سے ان کو دعوت اسلام دیتے تھے، ابوسفیان میں پایا جانے والا مخصوص سبب ہجو گوئی کے سوا دوسرا کوئی نہیں تھا، پھر وہ اسلام لانے کے لئے آیا، مگر آپ ﷺ اعراض فرماتے رہے، حالانکہ آپ ﷺ دور کے لوگوں کی اسلام کے لئے تالیف قلب فرماتے تھے، پھر قریبی رشتہ داروں کی دلجوئی تو اور بھی ضروری ہے، اس کی وجہ صرف یہ تھی کہ ابوسفیان آپ ﷺ کی تحقیر اور تنقیص کرتا تھا۔(الصارم المسلول)

نضر بن حارث

آپ ﷺ بدر سے واپس مدینہ کی طرف تشریف لا رہے تھے، مسلمان آپ ﷺ کو روحا نامی جگہ میں پہنچ کر جنگ بدر کی فتح پر مبارک بادیں دے رہے تھے، جب آپ ﷺ صفراء میں پہنچے تو حضرت علیؓ نے یہاں نضر بن حارث کو قتل کر ڈالا، (طبری ج٢ص ٤٥٩) بدر میں مکہ والوں کو گرفتار کر کے لایا گیا تھا، ان میں نضر بن حارث نام کا ایک شخص بھی تھا، یہ آپ ﷺ کی خالہ کا بیٹا تھا (سیرت ابن ہشام ج٢ص٣٤٨)

موٴرخین اس کے بارے میں کہتے ہیں

وكان النضر قد سافر البلاد أيضًا كأبيه، واجتمع بالأفاضل والعلماء بمكة وغيرها، وعاشر الأخبار والكهنة، واشتغل وحصل من العلوم القديمة، واطلع على علوم الفلسفة وأجزاء الحكمة، وتعلم من أبيه ما كان يعلمه من الطب وغيره وكان يؤاتي أبا سفيان في عداوة النبي، ويحسده، ويكثر الأذى له، ويتكلم فيه بأشياء كثيرة، ويحط من قدره عند أهل مكة. فلما كانت وقعة بدر، كان على رأس(المفصل فی تاریخ العرب قبل الاسلام ج۱٦ص۱۷)

نضر اپنے باپ کی طرح شہروں کے سفر کرتا تھا، علماء اور فضلاء کو مکہ میں جمع کرتا تھا، علوم قدیمہ کی تحصیل میں مشغول رہتا تھا، علوم فلسفہ اور حکمت سے بھی شناسا تھا، اپنے باپ سے طب وغیرہ سیکھتا تھا، یہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ عداوت اور دشمنی میں ابوسفیان کی طرح تھا، یہ آپ ﷺ کے ساتھ حسد کرتا اور آپ ﷺ کو بہت زیادہ اذیت دیتا تھا، آپ ﷺ کے بارے میں بہت سی اوٹ پٹانگ باتیں کہتا تھا، اس کی مکے والوں میں حیثیت ختم ہوتی جا رہی تھی، لیکن جب بدر کا واقعہ ہوا تو انہوں نے اسے سرپر رکھ لیا۔

موٴرخین لکھتے ہیں

وأن "النضر بن الحارث" الذي كان يعارض الرسول، تعلّم منهم، وكان يحدّث أهل مكة بأخبارهم معارضًا رسول الله، ويقول: أينا أحسن حديثًا؟ أنا أم محمد؟ (المفصل فی تاریخ العرب قبل الاسلام ج۱ص۷۸)

نضر بن حارث جو نبی کریم ﷺ کی مخالفت کرتا تھا، یہ عیسائیوں سے سیکھتا تھا، پھر مکے والوں کو ان کی رسول اللہ ﷺ کے خلاف باتیں سناتا تھا، اور پھر یہ کہتا تھا، خبریں سنانے کے لحاظ سے میں بہتر ہوں یا محمد؟

علامہ ابن کثیر عقبہ بن ابی معیط اور نضر بن حارث کے واقعہ میں لکھتے ہیں

كَانَ هَذَانِ الرَّجُلَانِ مِنْ شَرِّ عِبَادِ اللَّهِ، وَأَكْثَرِهِمْ كُفْرًا، وَعِنَادًا، وَبَغْيًا، وَحَسَدًا، وَهِجَاءً لِلْإِسْلَامِ وَأَهْلِهِ، لَعَنَهُمَا اللَّهُ، وَقَدْ فَعَلَ(البدایہ والنهایہ

یہ دونوں اللہ کے شرارتی بندوں میں سے تھے،ان میں کفر کے لحاظ سے سب سے زیادہ، عناد اور سرکشی کے لحاظ سے بڑھے ہوئے، حسد کرنے والے، اسلام اور مسلمانوں کی ہجو گوئی کرنے والے، اللہ تعالیٰ ان دونوں پر لعنت کرے، سو اللہ نے کر دی۔

نضر بن حارث کی اس سے بڑھ کر بدبختی اور کیا ہوگی کہ اس کے خلاف رسول اللہ ﷺ نے بد دعا کی تھی، جس کی بدولت اس کی کچھ انگلیاں شل ہوگئی تھیں، البدایہ میں ہے

النَّضْرُ بْنُ الْحَارِثِ فَدَعَا عَلَيْهِ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَشُلَّ بَعْضُ أَصَابِعِهِ

(البدایہ والنہایہ ج٤ص٢١٣)

نضر بن حارث اور عقبہ بن ابی معیط دونوں کو قریش مکہ نے مدینہ میں موجود یہودی علماء کی طرف بھیجا، انہوں نے ان دونوں کو یہ کہا: ان سے جا کر محمد کے بارے میں دریافت کرو اور انہیں اس کی باتیں بتاؤ، کیونکہ وہ اہل کتاب ہیں، ان کے پاس انبیاء کا علم ہے جو ہمارے پاس نہیں ہے، دونوں نکل کر مدینہ چلے گئے، انہوں نے جا کر یہود کے علماء سے نبی ﷺ کے بارے میں پوچھا، ان کی صفات اور ان کی بعض باتیں بتائیں، ان دونوں نے انہیں کہا: کہ تم تورات والے ہو، ہم تمہارے پاس اس لئے آئے ہیں کہ ہمیں ہمارے اس آدمی کے بارے میں بتائیں۔

راوی کہتے ہیں: انہیں یہودی علماء نے کہا: تم اسے تین چیزوں کے بارے میں پوچھو! وہ ہم تمہیں بتا دیتے ہیں، اگر وہ تمہیں ان کی خبر دے دیتا ہے تو پھر وہ بھیجا ہوا نبی ہے، اور اگر وہ ایسا جواب نہیں دے سکتا تو پھر وہ قصہ گو ہے، پھر تم اس میں اپنی رائے قائم کر لینا، اس سے اصحاب کہف کے جوانوں کے بارے میں پوچھو، کہ ان کا معاملہ کیا تھا؟ ذی القرنین کے بارے میں اس سے سوال کرو، اور روح کے بارے میں اس سے سوال کرو۔ (البدایہ والنہایہ ج۴ ص ۱۳۲)

ابن اسحاق کے مطابق نضر بن حارث قریش کے شیطانوں میں سے ایک تھا، جو نبی کریم ﷺ کو ایذا دیتا تھا (البدایہ ج۲ ص ۱۳۴)

تاریخ ابن الوردی میں ہے

فَضرب عنق النَّضر بن الْحَارِث وَكَانَ من عداوته إِذْ تَلا النَّبِي صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُول لقريش مَا يأتيكم مُحَمَّد إِلَّا بأساطير الْأَوَّلين

آپ ﷺ کے حکم پر حضرت علیؓ نے اس کی گردن اڑائی، اس کی رسول اللہ ﷺ کے ساتھ دشمنی میں سے ایک یہ بات تھی کہ جب آپ ﷺ تلاوت کرتے تو یہ کہتا تھا لوگو! محمد تم پر پہلے لوگوں کے قصے اور کہانیاں لایا ہے۔ (تاریخ الوردی ۱/۱۱)

علامہ ابن اثیر اپنی تاریخ کامل میں نضر کے بارے میں لکھتے ہیں

يُكَنَّى أَبَا قَائِدٍ، وَكَانَ أَشَدَّ قُرَيْشٍ فِي تَكْذِيبِ النَّبِيِّ - صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - وَالْأَذَى لَهُ وَلِأَصْحَابِهِ.(الكامل فی التاريخ ج۱ص۶۷۰)

اس کی کنیت ابو قائد تھی، یہ قریش میں نبی ﷺ کو جھٹلانے میں سخت تھا، آپ ﷺ اور آپ ﷺ کے صحابہ کو سخت اذیت دیتا تھا۔

مؤرخین لکھتے ہیں

وكان مع المشركين ثلاثة ألوية: لواء مع أبي عزيز بن عمير، ولواء مع النضر بن الحارث، ولواء مع طلحة بن أبي طلحة، كلهم من بني عبد الدار(المنتظم فی التاريخ الملوك والامم ج۳ص۱۰۶)

مشرکین کے تین علمبر دار تھے،

(۱) ایک جھنڈا ابو عزیز بن عمیر کے پاس تھا۔

(۲) دوسرا جھنڈا نضر بن حارث کے پاس تھا۔

(۳) تیسرا جھنڈا طلحہ بن ابی طلحہ کے پاس تھا۔ نضر کے قتل ہونے کے بعد جھنڈا ابو عزیز بن عمیر کے پاس تھا۔

واقعہ سے استدلال: دو آدمی بدر کے قیدیوں میں قتل کئے گئے تھے، باقی فدیہ لے کر چھوڑ دیئے گئے تھے، ان دو میں ایک نضر بن حارث تھا، اور مذکورہ تاریخی حوالہ جات کی روشنی میں یہ بات اب پردہ خفا میں نہیں رہ

سکتی کہ نضر کا اتنا بڑا کیا قصور تھا کہ سب کو خلاصی مل گئی جب کہ اسے قابل گردن زدنی سمجھا گیا، اس کی وجہ یہی ہے کہ یہ آپ ﷺ اور آپ ﷺ کے صحابہ کرام کو اذیت دیتا اور ان کو گالیاں دیتا اور آپ ﷺ کی علی الاعلان مخالفت کرتا تھا۔ اسے حضرت مقداد بن الاسود نے قید کیا تھا، نضر نے حضرت مصعب بن عمیرؓ کو جو اس کے قریبی رشتہ دار تھے سے عرض کیا تھا کہ محمد ﷺ میرے ساتھ میرے ساتھیوں جیسا سلوک کریں، حضرت مصعب نے اسے کہا: کہ تو آپ ﷺ اور آپ ﷺ کے ساتھیوں کو دکھ دیا کرتا تھا، اس پر ذرا ترس نہیں کھایا گیا، حضرت علیؓ نے اسے باندھ کر قتل کر دیا تھا۔

عقبہ بن ابی معیط

بدر کے قیدیوں میں جس بدنصیب کو باندھ کر قتل کیا گیا وہ عقبہ بن ابی معیط ہی تھا، جسے بنی عجلان کے عبد اللہ بن سلمہ نے قید کیا تھا، اور بنی عمرو بن عوف کے عاصم بن ثابت نے قتل کیا تھا، جب عقبہ بن ابی معیط نے اسے آتے دیکھا تو عقبہ نے قریش کے نام کی دہائی دی، اور کہا: اے گروہ قریش! کیا وجہ ہے کہ سب لوگوں میں مجھے ہی قتل کیا جا رہا ہے؟ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

بِكُفْرِكَ وَفُجُورِكَ وَعُتُوِّكَ عَلَى اللَّهِ وَرَسُولِهِ (مصنف عبد الرزّاق ج۵ ص ۳۵۵)

تیرے کفر، تیرے گناہ اور اللہ اور تیری اللہ رسول اللہ کی نافرمانی کی وجہ سے۔

عقبہ بن ابی معیط کی دشمنی کسی سے ڈھکی چھپی نہیں ہے، علامہ ابن کثیرؒ لکھتے ہیں

بَيْنَمَا النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي فِي حِجرِ الْكَعْبَةِ، إِذْ أَقْبَلَ عُقْبَةُ بْنُ أَبِي مُعَيْطٍ فَوَضَعَ ثَوْبَهُ عَلَى عُنُقِهِ، فَخَنَقَهُ خَنقًا شَدِيدًا، فَأَقْبَلَ أَبُو بَكْرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ حَتَّى أَخَذَ بِمَنْكِبِهِ وَدَفعَهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَالَ: {أَتَقْتُلُونَ رَجُلًا أَنْ يَقُولَ رَبِّيَ اللَّهُ وَقَدْ جَاءَكُمْ بِالْبَيِّنَاتِ مِنْ رَبِّكُمْ} [غافر: ۲۸](البدایہ والنهایہ ج٤ ص۱۱۷، بخاری)

جس دوران کہ نبی کریم ﷺ حطیم میں نماز ادا کر رہے تھے، اچانک عقبہ بن ابی معیط آیا، اس نے آپ ﷺ کی گردن میں کپڑا ڈالا اور بہت زور سے کھینچا، پھر حضرت ابو بکرؓ آئے تو انہوں نے اسے کاندھے

سے پکڑ کر ہٹایا اور یہ آیت پڑھی "کیا تم ایسے آدمی کو مارتے ہو جو کہتا ہے میرا رب اللہ ہے اور تمہارے پاس واضح دلائل لے کر آیا ہے۔

سرداران قریش ایک بار بیٹھے ہوئے تھے، آپ ﷺ نماز پڑھ رہے تھے، ان سرداروں نے کہا: کون اونٹ کی گندی اوجھڑی لاکر اس کی گردن پر ڈالے گا، چنانچہ یہی بدبخت اٹھا اور جاکر اونٹ کی گندی اوجھڑی لایا اور رسول اللہ ﷺ پر ڈال دی، جسے حضرت فاطمہ ؓ نے آکر ہٹایا، تو آپ ﷺ نے اپنی گردن اٹھائی اور قریش کے خلاف آج ایسی بددعا کی کہ شاید اس سے پہلے نہیں کی تھی (البدایہ ج ۴ ص ۱۱۳)

عقبہ بن ابی معیط اور امیہ بن خلف کی آپس میں زمانہ جاہلیت سے دوستی تھی، ایک دن امیہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں آیا، آپ ﷺ نے اسے اسلام کی دعوت دی، جب اس بات کا عقبہ کو پتہ چلا تو اس نے اپنے دوست امیہ کو کہا:

لَا أَرْضَى عَنْكَ حَتَّى تَأْتِي مُحَمَّدًا فَتَتْفُلَ فِي وَجْهِهِ، وَتَشْتُمُهُ وَتُكَذِّبُهُ

میں تجھ سے اس وقت تک راضی نہیں ہوں گا تاوقتیکہ تو محمد کے پاس جا، اس کے منہ پر تھوک، اسے گالی دے اور اسے کہہ کہ تو جھوٹا ہے۔ (مصنف عبدالرزّاق ۵ / ۳۵۵)

چچا ابو طالب کے انتقال کے بعد قریش ابولہب کے دروازے پر پہنچے، اس نے کہا: کہ میں عبدالمطلب کے دین کو نہیں چھوڑوں گا، لیکن میرے بھتیجے تو اپنی مرضی سے کام کرتا رہ، ایک شخص نے آپ ﷺ کے ساتھ زیادتی کی تو ابولہب نے اسے سخت جواب دیا، اس کے بعد سب ابولہب کے ڈر کی وجہ سے رسول اللہ ﷺ کو کچھ نہیں کہتے تھے، مگر ایک دن ابوجہل اور عقبہ بن ابی معیط ابولہب کے پاس آکر کہتے ہیں کہ تیرا بھتیجا کہتا ہے کہ عبدا لمطلب دوزخی ہے، اس پر آپ ﷺ اور ابولہب میں سوال جواب ہوا، جس پر ابولہب کو سخت غصہ آگیا، پھر اس کے اور آپ ﷺ کے درمیان دوری پیدا ہوگئی، تو یہ شرارت بھی اسی بدبخت کی تھی۔

الصارم المسلول میں علامہ ابن تیمیہ ؒ ایک روایت لائے ہیں، جس میں آپ ﷺ عقبہ کو مخاطب ہو کر فرما رہے ہیں تو بہت برا آدمی تھا، بخدا! میں نے اللہ، اس کی کتاب اور اس کے رسول کا انکار کرتے کسی

شخص کو نہیں دیکھا جو اس کے نبی کو ایذا دیتا ہو، میں اللہ کی تعریف کرتا ہوں، جس نے تجھے قتل کر کے میری آنکھیں ٹھنڈی کیں۔

واقعہ سے استدلال: عقبہ کے احوال دیکھنے سے اندازہ ہوتا ہے کہ اس کی خباثتیں سب سے زیادہ تھیں، آپ ﷺ کے خلاف باقاعدہ ایک محاذ پر کام کرنا، پروپیگنڈہ مشین کو حرکت میں رکھنا، زبان کے ساتھ ساتھ ہاتھ سے بھی اس نے آپ ﷺ کو اذیت دی ، جیسے بیت اللہ میں آپ ﷺ پر اونٹ کی گندی اوجھڑی لا کر ڈالنا، آپ ﷺ کی گردن میں کپڑا ڈال کر آپ ﷺ کو قتل کرنے کی سازش کرنا، احادیث کی کتابوں میں ہے کہ رؤسائے کفار اس دن آپ ﷺ کو قتل کرنے کا مشورہ ہی کر رہے تھے، جب اس نے ان کے اشارے کو سمجھ کر آپ ﷺ کے ساتھ یہ گستاخی کی، تو ایسے شخص کو آپ ﷺ کے ارشاد پر قتل کیا گیا، اوپر ہم نے اس کے قاتل کا نام عاصم لکھا ہے، جب کہ روایات میں آتا ہے کہ آپ ﷺ نے حضرت علیؓ کو ہی حکم دیا تھا کہ اسے قتل کرو۔ پھر اس کی واہی تباہی اور دہائی پر آپ ﷺ نے اسے تسلی بخش جواب دیا کہ تیرے ساتھ باقیوں سے الگ سلوک کرنے کی وجہ تیری ایذا رسانیاں تھیں۔

کعب بن زہیر بن ابی سلمیٰ کا واقعہ

جن لوگوں کی ہجو گوئی کی وجہ سے آپ ﷺ نے ان کا خون ہدر قرار دیا تھا ان میں سے ایک کعب بن زہیر بن ابی سلمیٰ بھی تھے، مگر آپ نے نبی کریم ﷺ کی شان اقدس میں مدحیہ اشعار کہے، پھر مدینہ تشریف لائے ، فجر کی نماز میں آپ نے نبی کریم ﷺ سے ملاقات کی اور دائرہ اسلام میں داخل ہو گئے، آپ کے اشعار یہ ہیں

(أنبئت أن رسول الله أوعدني ... و العفو عند رسول الله مأمول)

(مهلا هداك الذي أعطاك نافلة الـ ... فرقان فيه مواعيظ و تفصيل)

(لا تأخذي بأقوال الوشاة و لم ... أذنب و لو كثرت في الأقاويل)

مجھے معلوم ہوا ہے کہ آپ ﷺ نے مجھے وعید دی ہے، حالانکہ آپ ﷺ سے معافی کی امید کی جاتی ہے، ذرا ٹھہریئے ! آپ کو اللہ نے قرآن کا انعام دیا ہے، جس میں نصیحت کی باتیں اور بڑی تفصیل ہے، مجھے

چغل خوروں کے کہنے پر نہ پکڑیئے، جب کہ میں نے کوئی گناہ نہیں کیا، اگرچہ میرے بارے میں بہت کچھ کہا گیا ہے۔

یاسر کا واقعہ

حضرت عکرمہ اور حضرت ابن عباس کے غلام روایت کرتے ہیں کہ

عَنْ عِكْرِمَةَ، مَوْلَى ابْنِ عَبَّاسٍ: أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَبَّهُ رَجُلٌ مِنَ الْمُشْرِكِينَ فَقَالَ: «مَنْ يَكْفِينِي عَدُوِّي؟» فَقَالَ الزُّبَيْرُ: أَنَا، فَبَارَزَهُ الزُّبَيْرُ فَقَتَلَهُ، فَأَعْطَاهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَلَبَهُ (مصنف عبدالرزّاق ج۵ص ۳۰۷)

کہ مشرکین میں سے ایک آدمی نے نبی ﷺ کو گالی دی، تو آپ ﷺ نے فرمایا: مجھے میرے دشمن سے کون بچائے گا؟ حضرت زبیرؓ نے عرض کیا: میں بچاؤں گا، پھر میدان میں نکل کر اسے قتل کر دیا، نبی کریم ﷺ نے مقتول کا سامان حضرت زبیرؓ کو دے دیا، علامہ ابن تیمیہؒ الصارم میں کہتے ہیں کہ میرا خیال ہے اس آدمی کا نام یاسر تھا، جسے زبیر نے خیبر میں قتل کر دیا تھا۔

گالی دینے والی عورت

ایک بدبخت، حرماں نصیب عورت حضرت نبی کریم ﷺ کو برا بھلا کہا کرتی تھی، آپ ﷺ کو گالیاں دیا کرتی تھی، حضرت نبی کریم ﷺ نے اس کی شر انگیزیوں سے نجات کے لیے اپنے صحابہ کرام کی طرف اشارہ فرمایا تو حضرت خالد بن ولید اٹھے اور انہوں نے اس بدبخت، حرماں نصیب کا کام تمام کر ڈالا، مصنف عبد الرزاق میں روایت ہے کہ

أَنَّ امْرَأَةً كَانَتْ تَسُبُّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «مَنْ يَكْفِينِي عَدُوِّي؟» فَخَرَجَ إِلَيْهَا خَالِدُ بْنُ الْوَلِيدِ فَقَتَلَهَا(مصنف عبدالرزّاق ج۵ص۳۰۷)

ایک عورت نبی کریم ﷺ کو گالی دیا کرتی تھی، آپ ﷺ نے فرمایا: مجھے میرے دشمن سے کون بچائے گا؟ حضرت خالد بن ولیدؓ اس کی طرف گئے اور اسے قتل کر دیا۔

یہاں علامہ ابن تیمیہؒ کی الصارم المسلول میں یہ لکھا ہے کہ گالی دینے والا مرد تھا، حالانکہ مصنف عبدالرزّاق میں اس روایت میں مرد کا نہیں عورت کا ذکر ہے، کیونکہ الیھا اور فقتلھا دونوں مؤنث کی ضمیریں ہیں، پھر امرأۃ کا لفظ صاف موجود ہے، پھر تسب واحد مؤنث کا صیغہ بھی اسی پر دلالت کرتا ہے۔

یہ بھی ہو سکتا ہے کہ کوئی بدبخت مرد بھی اس طرح کی شرارت اور گستاخی کا مرتکب ہوا ہو گا، جس کی شرانگیزی سے نمٹنے کے لیے نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہو کہ مجھے میرے دشمن سے کون بچائے گا؟

☆☆☆☆

شاتمِ رسول ﷺ اور اجماع امت

حضرت ابو بکر صدیقؓ

حضرت ابو برزہ اسلمیؓ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں

كُنْتُ عِنْدَ أَبِي بَكْرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، فَتَغَيَّظَ عَلَى رَجُلٍ، فَاشْتَدَّ عَلَيْهِ، فَقُلْتُ: تَأْذَنُ لِي يَا خَلِيفَةَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَضْرِبُ عُنُقَهُ؟ قَالَ: فَأَذْهَبَتْ كَلِمَتِي غَضَبَهُ، فَقَامَ، فَدَخَلَ، فَأَرْسَلَ إِلَيَّ، فَقَالَ: مَا الَّذِي قُلْتَ آنِفًا؟ قُلْتُ: ائْذَنْ لِي أَضْرِبُ

عُنُقَهُ، قَالَ: أَكُنْتَ فَاعِلًا لَوْ أَمَرْتُكَ؟ قُلْتُ: نَعَمْ، قَالَ: «لَا وَاللَّهِ، مَا كَانَتْ لِبَشَرٍ بَعْدَ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ» (جمع الفوائد،بحوالہ ابوداود كتاب الحدود،نسائی كتاب تحريم الدم،المحلى لابن حزم)

میں حضرت ابو بکر صدیقؓ کے پاس تھا، آپؓ کسی آدمی پر کسی وجہ سے غصہ میں آگئے، اس آدمی نے حضرت ابو بکر صدیقؓ کو جواباً سخت باتیں کہیں، میں نے عرض کیا، اے خلیفۂ رسول اللہ! اگر آپؓ مجھے اجازت دیں تو میں اس گستاخ کی گردن اُڑادوں۔

میرا اتنا کہنا تھا کہ حضرت ابو بکر صدیقؓ کا غصہ ختم ہو گیا، آپؓ اندر چلے گئے، پھر مجھے پیغام بھیج کر اندر بُلایا، میں حاضر ہوا تو فرمایا: تم نے ابھی کیا کہا تھا؟ میں نے عرض کیا کہ میں نے کہا تھا کہ اگر آپ اجازت دیں تو میں اس کی گردن اُڑادوں؟

حضرت ابو بکرؓ نے پوچھا: اگر میں اجازت دے دیتا تو کیا تم یہ کر گزرتے؟ میں نے عرض کیا: جی ہاں! حضرت ابو بکر صدیقؓ نے فرمایا: آپ ﷺ کے بعد اب یہ کسی دوسرے کے لئے نہیں ہے۔

حضرت عمرؓ

امیر المومنین حضرت عمر فاروقؓ کے بارے میں حضرت مجاہد روایت کرتے ہیں

أُتِي عُمَرُ بِرَجُل يَسُبُّ رَسُولَ الله صَلَّى الله عَلَيهِ وَسَلَّمَ فَقَتَلَه ثُمَّ قَالَ عُمَرُ مَن سَبَّ اللهَ أوسَبَّ اَحداً مِنَ الاَنبِيَاءِ فَاقتُلُوه (الصارم المسلول)

حضرت عمر فاروقؓ کے پاس ایک شخص کو لایا گیا جو حضور ﷺ کو گالیاں دیتا تھا، اسے حضرت عمرؓ نے قتل کرتے ہوئے فرمایا: جس نے اللہ کو گالی دی، یا انبیاء میں سے کسی ایک کو گالی دی تو اسے قتل کر دو۔

حضرت علیؓ

حضرت علیؓ نبی اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہیں، کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

من سب نبيا قتل و من سب أصحابه جلد(رواه أبو محمد الخلال و أبو القاسم الأزرجي و رواه أبو ذر الهروي و لفظه (من سب نبيا فاقتلوه و من سب أصحابي فاجلدوه)

جس نے کسی نبی کو گالی دی اسے قتل کیا جائے اور جس نے آپ ﷺ کے اصحاب کو گالی دی اسے کوڑے مارے جائیں، دوسری روایت کے الفاظ یہ ہیں، جس نے نبی کو گالی دی اسے قتل کردواور جس نے میرے صحابی کو گالی دی اسے کوڑے مارو۔

حضرت عبد اللہ ابن عباسؓ

حضرت عکرمہؓ سے روایت ہے کہ حضرت علی المرتضیٰؓ کے پاس کچھ زندیقوں کو لایا گیا، تو حضرت علیؓ نے انہیں آگ میں جلوادیا، جب اس بات کی اطلاع حضرت عبد اللہ بن عباسؓ کو پہنچی تو فرمایا: اگر میں ہوتا تو ان کو آگ میں نہ جلواتا، اس لئے کہ نبی کریم ﷺ نے اس بات سے منع فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے عذاب کی طرح کسی کو عذاب دیا جائے، اس کے بعد حضرت عبد اللہ بن عباسؓ نے ارشاد فرمایا:

وَلَقَتَلتهم لِقَولِهِ صَلَّى اللهُ تَعَالىٰ عَلَيهِ وَسَلَّم مَن بَدَّلَ دِينَہ فَاقتُلُوهُ

کہ میں اسے قتل کر دیتا، اس لئے کہ نبی کریم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے جو اپنے دین کو بدل دے اسے قتل کرڈالو۔ (جمع الفوائد ج ا ص ۴۸۴، اصحاب السنن)

حضرت عبد اللہ ابن عمرؓ

حضرت حصین کی روایت میں ہے کہ حضرت ابن عمرؓ نے ارشاد فرمایا:

[مَن شَتَمَ النَّبيَ صلى الله عليه و سلم قُتِلَ]

جس نے نبی ﷺ کو گالی دی اسے قتل کیا جائے گا۔ {المطالب العالیہ ج۹ص ۴۴۸)

حضرت عمر بن عبد العزیزؒ

حضرت عمر بن عبد العزیزؒ فرمایا کرتے تھے کہ

يقتل و ذلك أنه من شتم النبي صلى الله عليه و سلم فهو مرتد عن الإسلام و لا يشتم مسلم النبي صلى الله عليه و سلم {الطبقات الكبرىٰ ج۵ص۳۶۹)

اسے قتل کیا جائے گا، اور یہ اس لئے کہ اس نے حضور ﷺ کو گالی دی ہے، اس وجہ سے وہ اسلام سے مرتد ہو گیا ہے، مسلمان تو حضور ﷺ کو گالی نہیں دیتا۔

عبداللہ (بن احمد) نے یہاں یہ اضافہ کیا ہے کہ میں نے اپنے والد سے اُس شخص کے بارے میں سوال کیا کہ جو شخص رسول کریم ﷺ کو گالی دیتا ہو کیا اُس سے توبہ کا مطالبہ کیا جائے گا؟ تو انہوں نے جواب دیا

قد وجب عليه القتل و لا يستتاب ۔(رواه ابوبكر فی الشافی،بحواله)

شاتم رسول ﷺ واجب القتل ہے اس سے توبہ کا مطالبہ نہیں کیا جائے گا، حضرت خالد بن ولیدؓ نے ایک ایسے آدمی کو قتل کر دیا تھا جس نے آپ ﷺ کو گالی دی تھی اور اس سے توبہ کرنے کا مطالبہ بھی نہیں کیا تھا۔ (الصارم المسلول علی شاتم الرسول)

امام حمد بن حنبلؒ

امام حمد بن حنبلؒ سے شاتم رسول ﷺ کے بارے میں دریافت کیا گیا تو آپؒ نے فرمایا کہ

يقتل إذا شتم النبي صلى الله عليه و سلم }

اسے قتل کیا جائے گا کیونکہ اس نے عہد و پیمان کو توڑا ہے۔ امام احمد بن حنبلؒ کے بہت سے ارشادات کی روشنی میں شاتم رسول ﷺ واجب القتل ہے۔ (الصارم المسلول)

اسی طرح آپؒ نے ارشاد فرمایا:

مَن شَتَمَ النَّبِیَ ﷺ قُتِلَ وَذٰلِک أَنَّہ اِذَاشَتَمَ فَقَدارِتَدَّعَنِ الِاسلَامِ وَلَایَشتِمُ مُسلِمُ النَّبِی ﷺ (السیف المسلول ص۱۰۲)

جو شخص نبی کریم ﷺ کو گالی دے اسے قتل کیا جائے گا اور یہ اس لئے کہ جب اس نے گالی دی تو مرتد ہو گیا اور مسلمان نبی کریم ﷺ کو گالی نہیں دیتا۔

علامہ ابو بکر بن منذر نیشاپوریؒ کا فرمان

علامہ ابن تیمیہؒ نے الصارم المسلول میں لکھا ہے کہ عام اھل علم کا اس بات پر اتفاق ہے کہ نبی ﷺ کو گالی دینے والا خواہ مسلمان ہو یا کافر اسے قتل کیا جائے گا،اس پر انہوں نے علامہ ابو بکر بن منذر نیشاپوریؒ کا قول نقل کیا

أَجمَعَ عَوَامُ أَهلِ العِلمِ عَلى أَنَّ حَدَّمَن سَبَّ النَّبِيَ صلى الله عليه و سلم اَلقَتلُ

یعنی عام اھل علم کا اس پر اتفاق ہے نبی ﷺ کو گالی دینے والے کی حد قتل ہے،امام مالک، حضرت لیث،امام احمد بن حنبل اور امام شافعی بھی یہی کہتے ہیں(الصارم المسلول ج۱ص۹ الاوسط لابن المنذر ج۲ص ۶۸۲،الاجماع لابن المنذر ص۱۵۳)

علامہ ابو بکر فارسیؒ کا فرمان

امام شافعیؒ کے ساتھیوں میں سے حضرت ابو بکر فارسی گزرے ہیں،انہوں نے اس بات پر مسلمانوں کا اجماع نقل کیا ہے کہ نبی ﷺ کو گالی دینے والے کی حد قتل ہے،جس طرح آپ ﷺ کے علاوہ کسی کو گالی دینے والے کی حد کوڑوں کی سزا ہے۔(فتح الباری ج ۱۲ ص ۲۹۲)

اور جس اجماع کی یہاں بات کی جارہی ہے وہ کوئی عام لوگوں کا اجماع نہیں بلکہ صدر اول میں سے حضرات صحابہ کرام،تابعین کا اجماع ہے،کہ نبی ﷺ کو گالی دینے والے مسلمان کو قتل کیا جائے گا۔

امام اسحاق بن راھویہ

رئیس المحدثین حضرت امام بخاریؒ کے استاذ حضرت امام اسحاق بن راھویہ مشہور ائمہ میں سے ایک ہیں، ان کا فرمان ہے

[أجمع المسلمون على أن من سب رسول الله صلى الله عليه و سلم أو دفع شيئا مما أنزل الله عز و جل أو قتل نبيا من أنبياء الله عز و جل : أنه كافر بذلك و إن مقرا بكل ما أنزل الله

مسلمانوں کا اس پر اجماع ہے کہ جس نے رسول اللہ ﷺ کو گالی دی یا جو کچھ اللہ تعالیٰ نے اتارا اس کو رد کیا، یا انبیاء میں سے کسی نبی کو قتل کیا، تو وہ اس وجہ سے کافر ہو گیا، اگرچہ وہ تمام ما انزل اللہ کا اقرار کرے (الصارم المسلول علی شاتم الرسول ﷺ)

علامہ ابو سلیمان خطابیؒ

علامہ ابو سلیمان خطابیؒ نے کہا

[لا أعلم أحدا من المسلمين اختلف في وجوب قتله]

مجھے معلوم نہیں کہ مسلمانوں میں سے اس کے وجوب قتل کا کسی نے انکار کیا ہو۔ (معالم السنن مع سنن ابو داود ج ۶ ص ۱۹۹، الصارم المسلول ج ا ص ۹، الشفاء ج ۲ ص ۱۳۴)

امام مالکؒ

امام دار الہجرہ امام مالکؒ کا ارشاد ہے

مَن سَبَّ النَّبی صَلَّی اللہ تَعَالیٰ عَلَیہ وَسَلَّم اَوغَیرَہ مِنَ النَّبِیینَ مِن مُسلِم اَوکَافِرقُتِلَ وَلَم یُستَتَب (السیف المسلول ص۱۰۱)

جو آدمی آپ ﷺ یا دوسرے انبیاء کرام میں سے کسی نبی کو گالی دے تو اسے قتل کیا جائے گا، خواہ وہ گالی دینے والا مسلمان ہو یا کافر اسے قتل کیا جائے گا اور اس سے توبہ کا مطالبہ بھی نہیں کیا جائے گا۔

امام مالکؒ کے بارے میں الشفاء بتعریف حقوق المصطفے ﷺ میں قاضی عیاضؒ نے یہ قول بھی نقل فرمایا ہے

من قال : إن رداء النبي صلى الله عليه و سلم ـ و يروى زر النبي صلى الله عليه و سلم ـ وسخ ، أراد عيبه ـ قتل .

جس آدمی نے نبی اکرم ﷺ کی چادر کو عیب کے ارادے سے میلا کہا تو اسے قتل کیا جائے گا۔

قاضی عیاض نے الشفاء میں ایک روایت یہ بیان فرمائی ہے

وَ سَأل الرَّشِيدُ مَالِكاً فِي رَجُل شَتَمَ النَّبِيَ صَلَّى اللهُ عَلَيهِ وَ سَلَّم ، وَ ذَكَرَ له أَنَّ فُقَهَاءَ العِرَاقِ أَفتوه بِجلدِهِ ، فَغَضِبَ مَالِكُ ، وَ قَالَ : يَا أَمِيرَ المُؤمِنِينَ ، مَا بَقَاءُ الأُمَّةِ بعد

شَتمِ نَبیها ! مَن شَتَم الأَنبِیاءَ قُتِلَ ، وَ مَن شَتَمَ أَصحَابَ النَّبِيَ صَلیَّ اللہ عَلَیهِ وَ سَلَّم جُلِدَ .(الشفاء بتعریف حقوق المصطفیٰ ﷺ)

ہارون الرشید نے امام مالک سے ایسے شخص کے بارے میں سوال کیا جس نے آپ ﷺ کو گالی دی تھی اورانہیں یہ بھی بتایا کہ عراقی فقہاء کرام تواسے کوڑے مارنے کا فتویٰ دے رہے ہیں،اس پر امام مالک غصے میں آ گئے اور فرمانے لگے اے امیر المومنین!اس امت کو اپنے نبی کو گالی دینے کے بعد باقی رہنے کا کیا حق رہ جاتا ہے؟جس نے انبیاء کو گالی دی اسے قتل کیا جائے گا اور جس نے حضرات صحابہ کرام کو گالی دی اسے کوڑے مارے جائیں گے۔

علامہ محمد بن سخنون مالکیؒ

علامہ محمد بن سخنون مالکیؒ نے کہا:

أَجمَعَ العُلَمَاءُ عَلی أَنَّ شَاتِمَ النَّبِي صَلی اللہ عَلَیهِ وَ سَلَّمَ وَ المُتَنَقِّص لَه کَافِرٌ وَ الوَعِیدُ جَار عَلَیهِ بِعَذَابِ اللہِ لَه وَ حُکمُه عِندَ الأُمَّةِ اَلقَتلُ وَ مَن شَكَّ فِي کُفرِہِ وَ عَذَابِهِ کَفَرَ] {الصارم ص۹،الشفاء ج۲ص۱۳۴)

علماء کا اس بات پر اجماع ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو گالی دینے والا اور آپ ﷺ کی شان میں کمی کرنے والا کافر ہے،اس پر اللہ کے عذاب کی وعید آئی ہے،ائمہ امت کے نزدیک اس کے قتل کا حکم ہے،جو شخص اس کے کفر اور اس کی سزا میں شک کرے وہ کافر ہے۔

علامہ ابن عتاب مالکیؒ

علامہ ابن عتاب مالکیؒ نے کہا:

اَلکِتَابُ وَالسُّنۃ مُوجِبَانِ أَنَّ مَن قَصَدَالنَّبی صَلَّی اللہ تَعَالیٰ عَلَیهِ وَسَلَّمَ بِأذی أونَقص مُعرِضًا أومُصَرِّحًاوَاِن قَلَّ فَقَتلُه وَاجِبٌ(السیف المسلول ص۱۰۲)

قرآن اور سنت دونوں اس چیز کو واجب کرتے ہیں کہ جو شخص نبی اکرم ﷺ کو ایذا دینے کا ارادہ کرے یا آپ ﷺ کی شان اقدس میں کمی کا ارتکاب کرے خواہ اشارے میں کرے یا کنائے میں کرے، اگرچہ وہ تھوڑی سی ہی ہو تو ایسے شخص کو قتل کرنا واجب ہے۔

ائمہ اربعہ کا مذہب یہ ہے کہ اگر کسی مسلمان نے گالی دی تو اسے کافر قرار دیا جائے گا، اور بلا اختلاف اسے قتل کیا جائے گا، البتہ امام مالکؒ کے نزدیک اگر ذمی بھی یہ کام کرے تو اسے بھی قتل کیا جائے گا۔ امام احمد بن حنبلؒ کے ہاں تو اس پر متعدد مقامات پر نص آئی ہے، امام احمدؒ نے فرمایا: کہ میں نے ابو عبد اللہ سے سنا، وہ فرماتے تھے،

[كُلُّ مَن شَتَمَ النَّبِي صَلَّى اللهُ عَلَيهِ وَ سَلَّمَ أَو تَنَقَّصَهُ مُسلِمًا كَانَ أَو كَافِرًا۔ فَعَلَيهِ القَتلُ وَ أَرىٰ أَن يُّقتَلَ وَ لَا يُستَتَابُ

ہر وہ شخص جو آپ ﷺ کو سب و شتم کرے یا آپ ﷺ کی شان میں گستاخی کا ارتکاب کرے، وہ مسلمان ہو یا کافر اسے قتل کرنا لازم ہے، اور میرا بھی یہی خیال ہے کہ اس سے توبہ کا مطالبہ کیے بغیر اسے قتل کیا جائے گا، امام احمد نے تو یہاں تک فرمایا کہ میں نے ابو عبد اللہ سے سنا وہ فرماتے تھے،

[كُلُّ مَن نَقَضَ العَهدَ وَ أَحدَثَ فِي الإِسلَامِ حَدَثاً مِثلُ هٰذَا رَأَيتُ عَلَيهِ القَتلُ لَيسَ عَلٰى هٰذَا أُعطُوا العَهدُ و الذِّمَّةُ {الصارم المسلول ص١٠}

جو شخص عہد و پیمان کو توڑے اور اسلام میں کوئی بدعت ایجاد کرے، تو میرے خیال میں اسے قتل کر دینا چاہیے، اسے اس وجہ سے عہد و پیمان تو نہیں دیا گیا تھا۔

ابو صفراء نے بھی اسی طرح کہا ہے کہ میں نے ابو عبد اللہ سے ایک ایسے آدمی کے بارے میں پوچھا جو اھل ذمہ میں سے ہو اور حضور ﷺ کو گالی دے تو اس کا کیا حکم ہے؟ تو انہوں نے کہا:

إِذَا قَامَتِ البَيِّنَةُ عَلَيهِ يُقتَلُ مِن شَتِمِ النَّبِي صَلَّى اللهُ عَلَيهِ وَ سَلَّمَ مُسلِمًا كَانَ أَو كَافِرًا {الصارم المسلول ص١٠}

جب اس کے اس فعل پر گواہی مل جائے تو نبی ﷺ کو گالی دینے کی وجہ سے اسے قتل کیا جائے گا، خواہ وہ مسلمان ہو یا کافر۔

ذخیرۂ حدیث میں اس طرح کے بے شمار واقعات ملتے ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ شاتم (حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو گالی دینے والے) کو قتل کیا جائے گا، جیسے ایک نابینا صحابی نے آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو گالی دینے والی ایک عورت کو قتل کر دیا تھا، اس نے کہا: کہ

سَمِعتُهَا تَشتِمُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيهِ وَ سَلَّمَ{السنن الکبریٰ للبیہقی ۶۰/۷، الصارم المسلول ص۱۰}

قاضی عیاض مالکیؒ کا فرمان

قاضی عیاضؒ نے تو یہاں تک فرمایا کہ

أَجمَعَتِ الأُمَّةُ عَلى قَتلِ مُتَنَقِّصِهِ مِنَ المُسلِمِينَ وَ سَابِّه وَ كَذٰلِكَ حُكِيَ عَن غَيرِ وَاحِدِ الإِجمَاعُ عَلى قَتلِه وَ تَكفِيرِهِ

مسلمانوں میں سے کوئی شخص آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی شان میں کمی کرے اور آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو گالی دے تو امت کا اس پر اجماع ہے کہ اسے قتل کیا جائے گا، اسی طرح دوسرے علماء سے بھی آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی توہین کرنے والے کے واجب القتل اور کافر ہونے کے بارے میں اجماع نقل کیا گیا ہے۔(الشفاء بتعریف حقوق المصطفے صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم للقاضی عیاض ج ۲ ص ۲۹۳، الصارم المسلول علی شاتم الرسول ج ا ص ۹)

قاضی عیاضؒ اپنی مشہور زمانہ کتاب الشفاء بتعریف حقوق المصطفے صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم میں تو یہاں تک ارشاد فرماتے ہیں

وَلَا نَعلَمُ خِلَافًا فِي اِستِبَاحَةِ دَمِهِ بَينَ عُلَمَاءِ الأَمصَارِ وَسَلَفِ الْأُمَّتِ

امت کے اسلاف اور شہروں کے بڑے علماء میں سے ہمیں کسی کے بارے میں علم نہیں کہ کسی نے گستاخ رسول کے مباح الدم ہونے میں اختلاف کیا ہو۔

قاضی عیاضؒ نے اپنی کتاب "المجرد" میں ان امور کا ذکر کیا ہے، جو اہل ذمہ کو چھوڑ دینے لازم ہیں، ان سے مسلمانوں کو اجتماعی اور انفرادی لحاظ سے نقصان پہنچتا ہے، وہ امور یہ ہیں،

۱۔الإِعَانَةُ عَلى قِتَالِ المُسلِمِينَ ۔ مسلمانوں کے خلاف لڑائی میں مخالفین کی مدد کرنا۔

۲۔وَ قَتلُ المُسلِمِ أَوِ المُسلِمَةِ ۔مسلمان مرد یا عورت کو قتل کرنا۔

۳۔وَ قَطعُ الطَّرِیقِ عَلَیهِم ۔راہزنی کرنا۔

۴۔وَ أَن یُّؤوِي لِلمُشرِکِینَ جَاسُوسًا ۔مشرکین کے جاسوس کو پناہ دینا۔

۵۔وَ أَن یُّعِینَ عَلَیهِم بِدَلَالَةِ مِثلُ أَن یُّکَاتِبَ المُشرِکِینَ بِأَخبَارِ المُسلِمِینَ وَ أَن یَّزنِي بِمُسلِمَة أَو یُصِیبُهَا بِاسمِ نِکَاح وَ أَن یُّفتِن مُسلِمًا عَن دِینِهِ۔

کسی معاملے میں کفار کی مدد کرنا، مثال کے طور پر مسلمانوں کی خبریں لکھ کر کافروں تک پہنچانا، کسی مسلمان عورت کے ساتھ بدکاری کرنا، یا نکاح کے نام پر اس کے ساتھ زیادتی کرنا، یا کسی مسلمان کو اس کے دین بارے میں آزمائش میں ڈالنا۔

ذمی کو ان باتوں سے بچنا چاہیے چاہے مشروط ہوں یا غیر مشروط، اگر ان کی خلاف ورزی کرے گا تو اس کا عہد ٹوٹ جائے گا۔

امام احمد بن حنبلؒ کے حوالے سے کہا گیا ہے کہ اگر ایک شخص اللہ، کتاب اللہ، رسول اللہ، اور اس کے دین کے حوالے سے ایسی بات کرے جو اس کے مناسب نہیں تھی تو اس کا بھی وہی حکم ہے، جو پہلے آٹھ امور ذکر کئے گئے ہیں۔ کفار کے ساتھ معاہدے کے دوران ان باتوں کے ذکر کی ضرورت نہیں ہے، یہ خود بخود معاہدے میں شامل ہوں گی۔ (الصارم المسلول ج ا ص ۱۱)

علامہ ابن تیمیہؒ

علامہ ابن تیمیہؒ نے مختلف علماء کرام کے ارشادات نقل کرنے کے بعد یہ ارشاد فرمایا ہے کہ

ثم إن هؤلاء كلهم و سائر الأصحاب ذكروا مسألة سب النبي صلى الله عليه و سلم في موضع آخر و ذكروا أن سابه يقتل و إن كان ذميا و أن عهده ينتقض۔(الصارم المسلول ج ا ص ۱۱)

ان تمام علماء کرام نے نبی ﷺ کو گالی دینے کا مسئلہ دوسرے مقام پر ذکر کیا ہے، اور ان حضرات نے یہ ذکر کیا ہے کہ آپ ﷺ کو گالی دینے والے کو قتل کیا جائے گا، اگرچہ وہ ذمی ہو اور یہ بات بھی کہ اس کا عہد و پیمان ٹوٹ جائے گا۔

قاضی ابوالحسینؒ نے ذمی کے عہد وپیمان توڑنے والی مذکورہ آٹھ باتوں کے ساتھ اتفاق کرتے ہوئے مزید یہ کہا ہے کہ

و أما ما فيه إدخال غضاضة و نقص على الإسلام و هي ذكر الله و كتابه و دينه و رسوله بما لا ينبغي فإنه ينقض العهد نص عليه

وہ امور جن سے اسلام کی تحقیر و تنقیص ہوتی ہے، مثال کے طور پر اللہ، اس کی کتاب، اس کا دین اور اس کے رسول کے بارے میں ایسی بات جو ان کی شان کے مناسب نہ ہو، تو اس سے عہد وپیمان ٹوٹ جاتا ہے، اس پر نص ہے۔ (الصارم المسلول ۱/۱۱)

حضرت امام شافعیؒ

امام شافعیؒ سے یہ منقول ہے کہ ذمی اگر شاتم رسول ہے تو اس کا عہد وپیمان ٹوٹ جاتا ہے، اور اسے اس جرم کی پاداش میں قتل کیا جائے گا۔ امام شافعیؒ نے اپنی کتاب الام میں فرمایا کہ

إِذَا أَرَادَ الْإِمَامُ أَنْ يَكْتُبَ كِتَابَ صُلْحٍ عَلَى الْجِزْيَةِ كَتَبو ذكر الشروط إلى أن قال :وَعَلَى أَنَّ أَحَدًا مِنْكُمْ إنْ ذَكَرَ مُحَمَّدًا - صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - أَوْ كِتَابَ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ أَوْ دِينَهُ بِمَا لَا يَنْبَغِي أَنْ يَذْكُرَهُ بِهِ، فَقَدْ بَرِئَتْ مِنْهُ ذِمَّةُ اللَّهِ ثُمَّ ذِمَّةُ أَمِيرِ الْمُؤْمِنِينَ وَجَمِيعُ الْمُسْلِمِينَ وَنَقَضَ مَا أُعْطِيَ عَلَيْهِ الْأَمَانُ وَحَلَّ لِأَمِيرِ الْمُؤْمِنِينَ مَالُهُ وَدَمُهُ كَمَا تَحِلُّ أَمْوَالُ أَهْلِ الْحَرْبِ دِمَاؤُهُمْ.وَعَلَى أَنَّ أَحَدًا مِنْ رِجَالِكُمْ إنْ أَصَابَ مُسْلِمَةً بِزِنًا، أَوْ اسْمِ نِكَاحٍ أَوْ قَطَعَ الطَّرِيقَ عَلَى مُسْلِمٍ، أَوْ فَتَنَ مُسْلِمًا عَنْ دِينِهِ، أَوْ أَعَانَ الْمُحَارِبِينَ عَلَى الْمُسْلِمِينَ بِقِتَالٍ، أَوْ دَلَالَةٍ عَلَى عَوْرَةِ الْمُسْلِمِينَ وَإِيوَاءٍ لِعُيُونِهِمْ، فَقَدْ نَقَضَ عَهْدَهُ وَأَحَلَّ دَمَهُ وَمَالَهُ، وَإِنْ نَالَ مُسْلِمًا بِمَا دُونَ هَذَا فِي مَالِهِ أَوْ عِرْضِهِ، أَوْ نَالَ بِهِ مَنْ عَلَى مُسْلِمٍ مَنْعُهُ مِنْ كَافِرٍ لَهُ عَهْدٌ، أَوْ أَمَانٌ لَزِمَهُ فِيهِ الْحُكْمُ(ج٤ص ۲۰۹)

اگر حاکم جزیہ لے کر صلح کرنے پر پروانہ لکھے تو لکھ ڈالے، اس پر آپؒ نے چند شرائط کا ذکر کیا کہ وہ اس میں یوں لکھے کہ اگر تم میں سے کسی نے حضرت محمد ﷺ یا کتاب اللہ یا اللہ تعالیٰ کے دین کا اس طرح ذکر کیا جس طرح اس کا ذکر کرنا مناسب نہیں تھا تو اس سے اللہ تعالیٰ کا عہد وپیمان ختم ہو جاتا ہے، پھر امیر المومنین کا ذمہ بھی ختم ہو جاتا ہے، اور تمام مسلمانوں کا ذمہ بھی ختم ہو جاتا ہے اور وہ عہد وپیمان بھی ختم ہو جاتا ہے جس

پر اس کو امان ملی تھی، امیر المومنین پر اس کا مال اور اس کا خون حلال ہو جاتا ہے، جس طرح اھل حرب کے اموال اور ان کے خون حلال ہو جاتے ہیں، اور ان پر یہ شرط رکھی جائے کہ اگر ان کے مردوں میں سے کسی نے کسی مسلمان عورت سے زنا کیا، یا مسلمان کی لوٹ مار کی، یا کسی مسلمان کو اس کے دین کے حوالے سے کسی فتنہ میں ڈالا، یا مسلمانوں کے خلاف لڑنے والے گروہوں میں سے کسی کے ساتھ تعاون کیا، یا مسلمانوں کے راز بتائے، تو اس نے عہد و پیمان توڑ ڈالا، اب اس کا خون اور مال حلال ہے۔ اور اگر کسی مسلمان کے مال اور ناموس میں اس سے کم درجے کے جرم کا مرتکب ہو تو اسے اس جرم کی سزا دی جائے۔

پھر آپ نے فرمایا: کہ یہ شرطیں لازمی ہیں، اگر وہ ان پر راضی ہے تو بہت اچھی بات ہے اور اگر وہ ان پر راضی نہیں ہے تو اس کے ساتھ کوئی عہد و پیمان نہیں اور نہ ہی جزیہ ہے۔

پھر امام شافعیؒ فرماتے ہیں

وَأَيُّهُمْ قَالَ أَوْ فَعَلَ شَيْئًا مِمَّا وَصَفْته نَقْضًا لِلْعَهْدِ وَأَسْلَمَ لَمْ يُقْتَلْ إذَا كَانَ ذَلِكَ قَوْلًا، وَكَذَلِكَ إذَا كَانَ فِعْلًا لَمْ يُقْتَلْ إلَّا أَنْ يَكُونَ فِي دِينِ الْمُسْلِمِينَ إنْ فَعَلَهُ قُتِلَ حَدًّا أَوْ قِصَاصًا فَيُقْتَلُ بِحَدٍّ، أَوْ قِصَاصٍ لَا نَقْضَ عَهْدٍ،(کتاب الام ج٤ص٢١٠)

عہد و پیمان کو توڑنے والی صفات میں سے اگر وہ کوئی بھی اختیار کر لے اور مسلمان ہو جائے تو اسے قتل نہیں کیا جائے گا، بشرطیکہ وہ اپنی زبان سے اسلام کا اقرار کرے، اگر فعلاً ایسا کرے تو پھر بھی اسے قتل نہیں کیا جائے گا، مگر یہ کہ دین اسلام میں یہ بات لکھی ہوئی ہو کہ جو ایسا کرے گا اسے بطور حد قتل کیا جائے گا یا بطور قصاص قتل کیا جائے گا، تو پھر اسے بطور حد یا بطور قصاص قتل کیا جائے گا نہ کہ عہد و پیمان توڑنے کی وجہ سے۔

امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ جو امور ہم نے یہاں ذکر کئے ہیں اگر ان میں سے وہ کسی کا مرتکب ہو اور شرائط کے مطابق اس کا عہد ٹوٹ جائے اور وہ اسلام بھی نہ لائے بلکہ یوں کہے کہ میں توبہ کرتا ہوں اور حسب سابق جزیہ ادا کروں گا یا صلح کی تجدید کروں گا تو اسے سزا دی جائے گی مگر قتل نہ کیا جائے۔ اگر ان افعال اور اقوال میں سے کم درجے کا قول و فعل ہو تو اسے اس کی سزا دی جائے گی مگر قتل نہ کیا جائے اگر اس کے باوجود نہ تو وہ اسلام لائے اور نہ جزیہ کا اقرار کرے تو اسے قتل کیا جائے اور اس کے مال کو مال فئے سمجھ کر لیا جائے۔ {کتاب الام بحوالہ الصارم المسلول}

امام ابو بکر جصاصؒ

امام ابو بکر جصاصؒ اپنی تفسیر احکام القرآن میں لکھتے ہیں

وَلَاخِلَافَ بَینَ المُسلِمِینَ أنَّ مَن قَصَدَالنَّبِي ﷺ بِذٰلِک وَھومِمن یَنتَحِلُ الِاسلَام اَنهٗ مُرتَدٌیَستَحِقُ القَتلَ (احکا م القرآن ج٣ص١٢٨)

مسلمانوں کے درمیان اس مسئلے میں کوئی اختلاف نہیں کہ جس شخص نے نبی کریم ﷺ کوتکلیف دی اورآپ ﷺ کی توہین کاارادہ کیا، حالانکہ وہ اپنے کو مسلمان بھی کہلواتا ہے توایسا شخص مرتداور قتل کا مستحق ہے۔

قاضی ابو عمران قابسی ؒ

قاضی عمران قابسیؒ نے فرمایا:

مَن سَبَّ النَّبِيَ صَلَّى اللهُ عَلَيهِ وَ سَلَّمَ ، ثُمَّ ارتَدَّ عَنِ الإسلَامِ قُتِلَ وَ لَم يُستَتَب ، لِأنَّ السَّبَّ مِن حُقُوقِ الآدمِيينَ التِي لَا تَسقُطُ عَنِ المُرتَدّ](الشفاء بتعریف حقوق المصطفے ﷺ)

جس نے نبی ﷺ کو گالی دی پھر وہ اسلام سے پھر گیاتواسے قتل کیاجائے گااوراس کی توبہ بھی قبول نہیں کی جائے گی، کیونکہ گالی دینا یہ انسانی حقوق میں سے ہے جو مرتد ہونے کی وجہ سے ختم نہیں ہو جاتے۔

علامہ دردیرؒ

علامہ دردیرؒ اپنی کتات شرح الصغیر میں لکھتے ہیں

كَالسَّابِّ) لِنَبِيٍّ مُجمَعٍ عَلَيهِ؛ فَيُقتَلُ بِدُونِ اسْتِتَابَةٍ وَلَا تُقبَلُ تَوْبَتُهُ، ثُمَّ إنْ تَابَ قُتِلَ حَدًّا. (وَلَا يُعذَرُ) السَّابُّ (بِجَهْلٍ) : لِأَنَّهُ لَا يُعذَرُ أَحَدٌ فِي الْكُفرِ بِالْجَهْلِ (أَوْ سُكرٍ) حَرَامًا (أَوْ تَهَوُّرٍ) : كَثْرَةُ الْكَلَامِ بِدُونِ ضَبْطٍ، وَلَا يُقبَلُ مِنهُ سَبْقُ اللِّسَانِ (أَوْ غَيْظٍ) فَلَا يُعذَرُ إذَا سَبَّ حَالَ الْغَيظِ بَلْ يُقْتَلُ إلَخْ. (أَوْ بِقَوْلِهِ: أَرَدْت كَذَا) : أَيْ أَنَّهُ إذَا قِيلَ لَهُ: بِحَقِّ رَسُولِ اللَّهِ فَلَعَنَ، ثُمَّ قَالَ: أَرَدْت الْعَقْرَبَ: أَيْ لِأَنَّهَا مُرسَلَةٌ لِمَنْ تَلدَغُهُ فَلَا يُقبَلُ مِنهُ وَيُقتَلُ(شرح الصغیر ج٤ص٤٣٩)

کسی متفق علیہ نبی کو گالی دینے والا قتل کر دیا جائے گا، نہ اس سے توبہ کرنے کا مطالبہ کیا جائے گا، اور نہ ہی اس کی توبہ مقبول ہو گی، اگر وہ توبہ بھی کرے تب بھی اسے بطور سزا قتل کیا جائے گا، یہ برا کہنے والا نہ جہالت

کی وجہ سے معذور ہو گا، کیونکہ کفر میں جہل کوئی عذر نہیں نہ یہ نشہ کی وجہ سے معذور ہو گا، بشرطیکہ وہ نشہ حرام ہو، نہ لاپرواہی کی وجہ سے معذور ہو گا کہ بلاسوچے سمجھے کثرت کلام کی وجہ سے اس میں مبتلا ہو گیا ہے۔ اسی طرح سبقت لسانی کا عذر بھی قبول نہیں کیا جائے گا، نہ غصہ کی وجہ سے معذور ہو گا، بلکہ اگر شدید غصہ میں گالی دے تب بھی قتل کیا جائے گا، یا تاویل کر کے یہ کہے کہ میری مراد تو کچھ اور تھی جیسے کسی کے سامنے رسول اللہ ﷺ کے حق کا ذکر کیا گیا اُس نے لعنت کی اور پھر کہنے لگا میں نے تو بچھو پر لعنت کی تھی، کیونکہ اسے بھی اللہ نے کاٹنے کے لئے بھیجا ہے، ان سب صورتوں میں توبہ قبول نہیں اور قتل لازمی ہے۔

علامہ ابو العباس صاوی مالکیؒ

بلغۃ السالک لأقرب المسالک یہ فقہ مالکی کی کتاب ہے، یہ علامہ ابو العباس احمد بن محمد خلوتی المعروف علامہ صاوی المالکی کی تصنیف ہے، اس میں علامہ لکھتے ہیں

[كَالسَّابِّ لِنَبِيٍّ] : السَّبُّ هُوَ الشَّتْمُ وَكُلُّ كَلَامٍ قَبِيحٍ، وَحِينَئِذٍ فَالْقَذْفُ وَالِاسْتِخْفَافُ بِحَقِّهِ أَوْ إلْحَاقُ النَّقْصِ لَهُ دَخَلَ فِي السَّبِّ، وَيَحِلُّ قَتْلُ السَّابِّ إنْ كَانَ مُكَلَّفًا(حاشیہ الصاوی ج٤ص٤٤٠)

الشرح الصغیر میں سابّ (نبی ﷺ کو گالی دینے والا) کا حکم بیان کیا جا رہا ہے۔ اس میں سبّ ہر اس کلام کو کہا جاتا ہے جو برا کلام ہو، اسی طرح تہمت لگانا، آپ ﷺ کی شان میں کمی کرنا، آپ ﷺ کے ساتھ کسی نقص کو شامل کرنا یہ سبّ (گالی دینے) میں داخل ہے، سابّ (گالی دینے والا) اگر مکلف (عاقل اور بالغ) ہے تو اسے قتل کیا جانا حلال ہے۔

☆☆☆☆